اصلاحی خطبات

- مغربی اقوام اور سامان عبرت
- دوسروں پر ظلم سے بچیے
- وحیٔ الٰہی کی ضرورت اور اہمیت
- نیکی کی دعوت دیجیے
- وضو سنت کے مطابق کیجیے
- امر بالمعروف چھوڑنے کا وبال
- یوم جمعہ کی فضیلت اور اس کے اعمال
- سنت کی اتباع کیجیے
- نفلی عبادات پابندی سے ادا کیجیے

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

اِصلاحی خُطبات

جلد (۲۲)

شیخ الاسلام
حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب

ضبط و ترتیب
مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب
استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

میمن اسلامک پبلشرز

خطاب : شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم
ضبط و ترتیب : مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی
تاریخ اشاعت : ۲۰۱۶ء
جلد : ۲۲
ناشر : میمن اسلامک پبلشرز
باہتمام : محمد مشہود الحق کلیانوی، لیٹ آؤٹ سیٹنگ : عبدالماجد پراچہ
حکومت پاکستان کاپی رائٹس رجسٹریشن نمبر: 13575

ملنے کے پتے

- میمن اسلامک پبلشرز، کراچی: 0313-9205497
- مکتبہ معارف القرآن، دارالعلوم، کراچی ۱۴
- ادارۃ المعارف، دارالعلوم کراچی ۱۴
- دارالاشاعت، اُردو بازار کراچی
- مکتبۃ العلوم، سلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی
- کتب خانہ اشرفیہ، قاسم سینٹر، اُردو بازار، کراچی ۱۴
- مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی، نزد جامعہ فاروقیہ، کراچی
- اسلامی کتب خانہ، بنوری ٹاؤن کراچی
- مکتبہ بیت السلام، ڈیفنس کراچی
- بیت القرآن، چھوٹی گھٹی حیدرآباد
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار، لاہور
- مکتبہ سید احمد شہید، اُردو بازار، لاہور
- ادارۂ اسلامیات، لاہور
- مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ
- دارالاخلاص، پشاور
- مکتبہ احیاء العلوم، کرک
- مکتبہ رشیدیہ، اکوڑہ خٹک
- مکتبہ علمیہ، جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک
- مکتبہ فاروقیہ منگورہ سوات
- کتب خانہ اصلاح و تبلیغ حیدرآباد

سعودیہ عرب، کینیڈا، امریکہ، افریقہ، انڈیا اور دیگر ممالک میں منگوانے کیلئے:
memonip@hotmial.com

پیش لفظ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ!

اپنے بعض بزرگوں کے ارشاد کی تعمیل میں احقر کئی سال سے جمعہ کے روز عصر کے بعد جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی میں اپنے اور سننے والوں کے فائدے کے لئے کچھ دین کی باتیں کیا کرتا ہے۔ اس مجلس میں ہر طبقہ خیال کے حضرات اور خواتین شریک ہوتے ہیں، الحمد للہ احقر کو ذاتی طور پر بھی اس کا فائدہ ہوتا ہے، اور بفضلہ تعالیٰ سامعین بھی فائدہ محسوس کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سلسلے کو ہم سب کی اصلاح کا ذریعہ بنائیں۔ آمین۔

احقر کے معاون خصوصی مولانا عبداللہ میمن صاحب سلمہ نے کچھ عرصے سے احقر کے ان بیانات کو ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ محفوظ کر کے ان کے کیسٹ تیار کرنے اور ان کی نشر و اشاعت کا اہتمام کیا جس کے بارے میں دوستوں سے معلوم ہوا کہ بفضلہ تعالیٰ ان سے بھی مسلمانوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔

ان کیسٹوں کی تعداد اب غالباً سو سے زائد ہو گئی ہے۔ انہی میں سے کچھ کیسٹوں کی تقاریر مولانا عبداللہ میمن صاحب سلمہ نے قلمبند بھی فرما لیں، اور ان کو

چھوٹے چھوٹے کتابچوں کی شکل میں شائع کیا۔اب وہ ان تقاریر کا ایک مجموعہ ''اصلاحی خطبات'' کے نام سے شائع کررہے ہیں۔

ان میں سے بعض تقاریر پر احقر نے نظرثانی بھی کی ہے۔اور مولانا موصوف نے ان پر ایک مفید کام یہ بھی کیا ہے کہ تقاریر میں جو احادیث آئی ہیں،ان کی تخریج کرکے ان کے حوالے بھی درج کردیئے ہیں۔اور اس طرح ان کی افادیت بڑھ گئی ہے۔

اس کتاب کے مطالعے کے وقت یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ یہ کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے، بلکہ تقریروں کی تلخیص ہے جو کیسٹوں کی مدد سے تیار کی گئی ہے،لہٰذا اس کا اسلوب تحریری نہیں بلکہ خطابی ہے۔اگر کسی مسلمان کو ان باتوں سے فائدہ پہنچے تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے،اور اگر کوئی بات غیر محتاط یا غیر مفید ہے،تو وہ یقیناً احقر کی کسی غلطی یا کوتاہی کی وجہ سے ہے۔لیکن الحمدللہ،ان بیانات کا مقصد تقریر برائے تقریر نہیں، بلکہ سب سے پہلے اپنے آپ کو اور پھر سامعین کو اپنی اصلاح کی طرف متوجہ کرنا ہے۔

نہ بہ حرف ساختہ سرخوشم ، نہ بہ نقش بستہ مشوشم
نفسے بیادتومی زنم ، چہ عبارت وچہ معانیم

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان خطبات کو خود احقر کی اور تمام قارئین کی اصلاح کا ذریعہ بنائیں،اور یہ ہم سب کے لئے ذخیرہ آخرت ثابت ہوں۔اللہ تعالیٰ سے مزید دعا ہے کہ وہ ان خطبات کے مرتب اور ناشر کو بھی اس خدمت کا بہترین صلہ عطا فرمائیں۔آمین۔

محمد تقی عثمانی

عرضِ مرتب

(اصلاحی خطبات طبع جدید)

الحمدللہ، حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے خطبات کی ریکارڈنگ کرنے اور ان کو ضبط تحریر میں لانے کا سلسلہ ۳/مئی ۱۹۹۱ء کو، آج سے تقریباً ۲۵ سال پہلے حضرت والا مدظلہم کی باقاعدہ اجازت سے شروع کیا تھا، جو تا حال جاری ہے، اور حضرت والا مدظلہم کے وہ الفاظ جو فضا کی ہواؤں میں تحلیل ہو چکے تھے، ان کو محفوظ کر کے قرطاس پر منتقل کیا، یہ عمل کتنا محنت طلب اور کتنی پابندی اور کتنا طویل وقت چاہتا ہے، اس کا اندازہ صرف اسی شخص کو ہو سکتا ہے جو اس میدان کارزار سے گزرا ہو، ورنہ موجودہ دور کے سہل پسند حضرات نے یہ طریقہ بھی اختیار کر لیا ہے کہ دوسروں کی محنت اور کاوش کو جدید انداز میں نام بدل کر بازار میں پھیلا رہے ہیں، چنانچہ آج بازار میں آپ کو بہت سی ایسی کتابیں نظر آئیں گی جن کے اندر وہی مضامین انہی عنوانات سے شائع کئے جا رہے ہیں جو گزشتہ کئی سالوں سے دوسرے ناموں سے شائع ہو چکے ہیں، اور سالہا سال سے لوگ ان سے استفادہ کر رہے ہیں۔

بہر حال! ان خطبات کا پہلا مجموعہ ''اصلاحی خطبات'' کے نام سے اب تک بائیس جلدوں میں منظر عام پر آچکا ہے، اور اب یہ مجموعہ 'جدید کمپوزنگ اور جدید طباعت' کے ساتھ قارئین کی خدمت میں حاضر ہے۔

نیز حضرت والا مدظلہم کے وہ خطبات جو جامع مسجد بیت المکرم میں جمعہ کی نماز سے پہلے بیان فرمائے گئے ہیں جو کہ پارہ عم کی چھوٹی چھوٹی سورتوں کی تفسیر اور تشریح پر مشتمل ہیں، ان کا مجموعہ ''خطبات عثمانی'' کے نام سے منظر عام پر آچکا ہے، اور اس کی ۶ جلدیں الحمد للہ شائع ہو چکی ہیں، مزید جلدوں پر کام جاری ہے۔

اور حضرت والا مدظلہم کے وہ خطبات جو آپ نے جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال میں بیان فرمائے تھے، ان میں بے شمار خطبات وہ ہیں جن کو اب تک ''اصلاحی خطبات'' میں شامل نہیں کیا جا سکا۔ وہ عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ منظر عام پر آنے والے ہیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان تمام کاموں کو آسانی کے ساتھ پایہ تکمیل پر پہنچائے، اور حضرت والا مدظلہم کے لیے اور احقر کے لیے صدقہ جاریہ اور ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

والسلام

محمد عبد اللہ میمن

استاذ جامعہ دار العلوم کراچی

اجمالی فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات

تفصیلی فہرست

عنوانات	صفحہ نمبر

عنوانات	صفحہ نمبر

عنوانات	صفحہ نمبر

عنوانات	صفحہ نمبر

عنوانات	صفحہ نمبر

عنوانات	صفحہ نمبر

عنوانات	صفحہ نمبر

عنوانات	صفحہ نمبر
خلاصہ	۱۳۸
⑤ دوسروں پر ظلم سے بچیئے	۱۳۹
تمہید	۱۴۱
تصوف کی حقیقت	۱۴۲
وہ شخص سیدھا جنت میں جائے گا	۱۴۳
پہلی عورت جہنم میں، دوسری جنت میں	۱۴۳
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مقام بلند	۱۴۴
یہ تصوف کی کتابیں ہیں	۱۴۴
ظالم کا کوئی سفارشی نہیں ہوگا	۱۴۵
ظلم قیامت کے دن اندھیریاں ہونگی	۱۴۶
بخل نے امتوں کو تباہ کر دیا	۱۴۷
"ظلم" کے لغوی معنی	۱۴۷
گائے بولی: میں اس کام کے لئے پیدا نہیں کی گئی	۱۴۸
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایمان	۱۴۹
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا واقعہ معراج کی تصدیق	۱۵۰
ظلم کے معنی دوسرے کی حق تلفی کرنا	۱۵۱
ظلم کی تلافی دنیا میں کرلو ورنہ آخرت میں!	۱۵۲
ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دیدی جائیں گی	۱۵۳

عنوانات	صفحہ نمبر

عنوانات	صفحہ نمبر

عنوانات	صفحہ نمبر

عنوانات	صفحہ نمبر

عنوانات	صفحہ نمبر

عنوانات	صفحہ نمبر
عبیداللہ بن زیاد کا جواب	۲۲۶
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خوبصورت جملہ	۲۲۶
ہم اس کی اصلاح کے ٹھیکیدار نہیں	۲۲۷
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نرمی کا حکم	۲۲۷
عجیب وغریب حدیث	۲۲۹
میرا یہ عمل اتنا برا نہیں	۲۲۹
پھر گناہ کی نفرت کم ہوتی چلی جائے گی	۲۳۰
بنی اسرائیل میں فساد کا آغاز	۲۳۰
صحبت انسان پر اثر انداز ہوتی ہے	۲۳۱
بائیکاٹ نہیں بلکہ خصوصی تعلقات نہ رکھے	۲۳۲
اچھے لوگ آج بھی مل جائیں گے	۲۳۲
آخرت فکر کرو، صحبت اچھی کرو	۲۳۳
اب گناہ کی نفرت دل سے ختم ہو رہی ہے	۲۳۳
خواتین کے سفر کا انداز پہلے کیا تھا	۲۳۴
بری صحبت کا نتیجہ	۲۳۵
⑧ سنت کی اتباع کیجئے	**۲۳۷**
تمہید	۲۴۰

عنوانات	صفحہ نمبر

عنوانات	صفحہ نمبر

عنوانات	صفحہ نمبر

عنوانات	صفحہ نمبر

***

بسم الله الرحمن الرحيم
اللهم صل على محمد وعلى آل محمد
كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم
انك حميد مجيد
اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد
كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم
انك حميد مجيد

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مغربی اقوام اور سامانِ عبرت

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

ضبط وترتیب : مغربی اقوام اور سامانِ عبرت

خطاب : شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط وترتیب : مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

تاریخ : ۲۲/مئی ۱۹۹۲ بروز جمعہ بعد نماز عصر

مقام : جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مغربی اقوام اور سامانِ عبرت

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ، وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّئٰتِ اَعۡمَالِنَا، مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ، وَاَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا۔ اَمَّا بَعۡدُ!

فَقَدۡ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ:

"نِعۡمَتَانِ مَغۡبُوۡنٌ فِیۡھِمَا کَثِیۡرٌ مِنَ النَّاسِ: الصِّحَّۃُ، وَالۡفَرَاغُ"

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب الصحۃ والفراغ، حدیث نمبر ۶۴۱۲)

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز: آج آپ حضرات سے تقریباً ڈھائی

مہینے کے بعد یہاں ملاقات ہو رہی ہے۔ان میں سے ایک مہینہ تو رمضان المبارک کا گزرا۔ رمضان المبارک میں یہاں (مسجد بیت المکرم) میں بیانات کا یہ سلسلہ موقوف رہتا ہے۔ رمضان المبارک کے بعد تقریباً سوا مہینے تک مجھے کچھ طویل سفر پیش آئے۔ جن میں الحمدللہ حرمین شریفین کی حاضری بھی نصیب ہوئی۔ اور اس کے علاوہ تقریباً تین ہفتے امریکہ اور کینیڈا میں گزارنے کا موقع ملا۔

ہر واقعہ اور ہر مشاہدہ سبق آموز ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ آنکھیں دیکھنے کے لئے اور مشاہدہ کے لئے عطا فرمائیں۔ لیکن کوئی نظارہ اور کوئی مشاہدہ اس وقت تک مفید نہیں جب تک اس سے کوئی سبق نہ لیا جائے۔ اور اس سے کوئی عبرت حاصل نہ کی جائے۔ جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے دیدہ بینا عطا فرماتے ہیں، بصیرت عطا فرماتے ہیں۔ وہ لوگ آنکھوں کے سامنے پیش آنے والے ہر واقعہ سے سبق لیتے ہیں اور اس کو اپنے لئے سرمایہ عبرت بناتے ہیں۔ اور یہی فرق ہے اس شخص میں جس کو اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کی صحبت عطا فرمائی ہو۔ اور جو اس دولت سے محروم ہو ـــــ بزرگوں کی صحبت کے نتیجے میں آنکھ اور نگاہ ایسی چیزوں کی طرف جانے لگتی ہے۔ جس کی طرف عام آدمی کی نگاہ نہیں جاتی اور اس کا مشاہدہ ہم نے اپنے بزرگوں میں کیا کہ ایک سادہ سا واقعہ جو ہمارے سامنے بھی پیش آتا ہے اور گزر جاتا ہے ہم نے اپنے بزرگوں کو دیکھا کہ اسی واقعے سے انہوں نے ایسا سبق لیا کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ ان کا ذہن اس طرف کیسے چلا گیا۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک دن اپنا واقعہ سنانے لگے کہ میں ہندوستان کے کسی شہر میں سفر پر گیا ہوا تھا اور واپس آرہا تھا۔ اور تانگے میں سفر ہو رہا تھا۔ چلتے چلتے اچانک گاڑی بان نے گھبراہٹ کی حالت میں تانگے کو ایک طرف کھڑا کیا اور ہمیں کہا کہ آپ جلدی سے تانگے سے اتر جائیں ــــــ میں بڑا حیران ہوا کہ سامنے تو کوئی واقعہ ایسا سامنے نظر نہیں آرہا ہے جس کی وجہ سے یہ گھبرائے، پھر اس نے بتایا کہ یہاں اس علاقے میں ایک بہت تیز آندھی آیا کرتی ہے اور اس آندھی میں اگر آدمی سواری پر ہو، یا ویسے کھڑا ہو تو بعض اوقات وہ آندھی اس کو اڑا کر لے جاتی ہے۔ اور جان تک کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ اس لئے اس وقت گاڑی چلانا ٹھیک نہیں۔ اس نے آثار سے محسوس کر لیا کہ وہ آندھی آنے والی ہے۔ چنانچہ ہم اس کے کہنے کے مطابق تانگے سے نیچے اتر آئے۔ اور اب تانگے سے اتر کر سوچا کہ کہاں جانا چاہئے؟ تو مجھے ایک سایہ دار درخت نظر آیا۔ میں نے سوچا کہ یہ جگہ مناسب ہے چنانچہ اس درخت کے قریب جانے لگا۔ تو اس تانگے والے فوراً پکارا کہ خبردار! درخت کے نیچے نہ جائیں اس لئے کہ جب آندھی آتی ہے تو وہ درختوں کو بھی اکھاڑ دیتی ہے۔ اور جو آدمی درخت کے نیچے ہوتا ہے وہ کچلا جاتا ہے۔ لہٰذا درخت کے نیچے نہیں، بلکہ کھلے میدان میں چلو۔ جب کھلے میدان میں پہنچے تو کہا کہ زمین پر چپک کر لیٹ جائیں، چنانچہ ہم زمین سے چپک کر لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک زبردست آندھی آئی جس

کا ہمیں پہلے سے اندازہ نہیں تھا۔ ہم نے دیکھا کہ اس آندھی میں واقعتاً ٹیلے اڑے جارہے ہیں اور درخت اکھڑ رہے ہیں اور گر رہے ہیں۔ اور ہم اسی حالت میں زمین سے چپک کر لیٹے رہے۔ اور وہ آندھی ہمارے اوپر سے گزرتی رہی۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک یہ سلسلہ رہا۔ اور آدھے گھنٹے کے بعد فضا صاف ہو گئی۔ اور پھر اس گاڑی بان نے کہا کہ اب وہ آندھی گزر گئی ہے۔ اب دوبارہ تانگے میں سوار ہو جائیں۔ چنانچہ ہم دوبارہ تانگے میں سوار ہو گئے اور آگے کا سفر شروع کر دیا۔

زندگی کے سفر میں رہنما کی ضرورت

یہ واقعہ سنانے کے بعد میں نے اس واقعہ سے یہ سبق لیا کہ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ زندگی کے سفر میں کسی رہنما کی ضرورت ہے۔ اس رہنما کو پتہ ہوتا ہے کہ کب اور کس وقت اور کہاں آندھی آتی ہے۔ اور کس طرح آتی ہے اگر وہ رہنما تانگے والا نہ آتا تو ہمیں پتہ بھی نہ چلتا کہ آندھی آنے والی ہے۔ اس نے آثار سے اور قرآئن سے بتا دیا کہ آندھی آنے والی ہے ـــــ اسی طرح زندگی کے سفر کے لئے بھی ایک رہنما کی ضرورت ہے۔ جو پہلے سے بتا دے کہ تم آندھی کا نشانہ بننے جا رہے ہو۔ اسی سے بچنے کا سامان کرلو۔

ظاہری سہاروں پر بھروسہ کرنا نادانی ہے

اس واقعہ سے دوسرا سبق یہ ملا کہ ہم نے تو درخت کے نیچے پناہ لینے کی کوشش کی تھی لیکن گاڑی بان نے ہمیں درخت کے نیچے پناہ لینے سے منع کر دیا ـــــ اس

سے یہ سبق ملا کہ یہ ظاہری سہارے جو دنیا میں نظر آتے ہیں ان کو سہارا سمجھنا بڑی نادانی ہے اس لئے یہ ظاہری سہارے ان آندھیوں کے موقعوں پر انسان کو اور زیادہ کچل دیتے ہیں۔ لہٰذا اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں کہ ان ظاہری سہاروں پر بھروسہ نہ کیا جائے۔ اگر ہم اس ظاہری سہارے پر بھروسہ کر لیتے تو مارے جاتے۔

اپنے آپ کو خاک میں ملادے

تیسرا سبق اس واقعہ سے یہ ملا کہ ان آندھیوں سے بچنے کا راستہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو خاک میں ملادے اور زمین سے چپکا دے کہ:

کہ دانہ خاک میں مل کر گل گلزار ہوتا ہے

یعنی اپنے آپ کو خاک میں ملادے اور اپنا رشتہ اوپر والے کے ساتھ استوار کرلے۔ یہ ہے صحیح راستہ، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے بعد جو آندھیاں چلتی ہیں وہ اوپر اوپر سے گزر جاتی ہیں۔ اور اس رہنما کی رہنمائی کے نتیجے میں وہ آندھیاں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گی ـــــ بہرحال، اس ایک واقعہ سے ہم نے تین سبق لئے۔ ایک یہ کہ رہنما کی ضرورت، دوسرے یہ کہ ظاہری سہاروں پر بھروسہ نہ کرنا، تیسرے کہ اپنے آپ کو مٹی میں ملانا۔ اور اللہ تعالیٰ سے رابطہ استوار کرنا۔

ہر واقعہ سے عبرت حاصل کرو

آپ اندازہ لگائیں کہ اگر یہ واقعہ ہمارے آپ کے ساتھ پیش آتا، تو کیا ہمارا ذہن کبھی ان باتوں کی طرف جاتا؟ اس طرف ہماری اور آپ کی نگاہ نہ جاتی۔ لیکن جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ دیدہ بینا عطا فرماتے ہیں، بصیرت عطا فرماتے

ہیں وہ لوگ دنیا میں پیش آنے والے ہر واقعہ سے سبق حاصل کرتے ہیں اور اپنی زندگی کی اصلاح کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ؀

(سورۃ الروم: ۴۲)

یعنی زمین میں چلو پھرو، لیکن محض چلنا پھرنا ہی مقصود نہیں۔ بلکہ جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان کے انجام کو دیکھو۔ دیدہ بینا لے کر پھرو۔ اور اپنی زندگی کے لئے اسی سے عبرت اور نصیحت حاصل کرو۔

مغربی دنیا سے عبرت کی باتیں

صحیح بات یہ ہے کہ ہماری زندگی میں پیش آنے والا کوئی بھی واقعہ ایسا نہیں ہے جس سے ہم کوئی نہ کوئی نصیحت حاصل نہ کر سکتے ہوں۔ لیکن بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو زیادہ گہری نظر کا تقاضہ کرتی ہیں۔ اور بزرگوں کی صحبت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ وہ نظر پیدا فرما دیتے ہیں۔ اور بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو بالکل کھلی اور واضح ہوتی ہیں۔ ہر انسان ان کو محسوس کر لیتا ہے ـــــ گزشتہ دو تین ہفتے مجھے اس مغربی دنیا میں گزارنے کا موقع ملا۔ تو کچھ عبرت کی باتیں سامنے آئیں، خیال ہوا کہ آج آپ کی خدمت میں وہی عبرت کی باتیں عرض کروں۔ واقعۃً ہم سب کے لئے اس میں بڑے عظیم سبق ہیں اور بڑی عبرت کی باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا

فرمائے ____ آمین۔

دنیا کمانے کے لئے وہاں جاکر آباد ہوئے

پہلی بات یہ ہے کہ آپ حضرات جانتے ہیں کہ ان مغربی ممالک میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد وہاں جاکر آباد ہو گئی ہے۔ کچھ مسلمان پاکستان سے، کچھ ہندوستان سے۔ کچھ عرب ممالک سے، کچھ افریقی ممالک سے۔ مختلف ملکوں سے لوگ وہاں پہنچے ہیں۔ اور کچھ وہاں کے نومسلم بھی ہیں ____ جو لوگ ابتداء میں ان مغربی ممالک یورپ اور امریکہ میں پہنچے تھے ان کے پیش نظر اپنی معاشی حیثیت کو مستحکم کرنا اور ملازمت کے ذریعہ یا بزنس کے ذریعہ زیادہ پیسے کمانا ان کے پیش نظر تھا۔ مغربی دنیا کی چمک دمک جس کا دور دور سے شہرہ سنا تھا اس چمک دمک کو دیکھنے کا شوق تھا۔ اور وہاں جاکر رہ جانے کی آرزو تھی۔ یہ سوچ لوگ وہاں جاکر آباد ہوئے اور شاذ و نادر ہی کسی نے یہ سوچا ہوگا کہ وہاں ہم چلے گئے تو شاید دنیا تو بہتر ہو جائے لیکن دین کا کیا بنے گا؟ جاتے وقت یہ بات سوچنے والے شاذ و نادر ہی کچھ لوگ تھے۔ ورنہ اکثر لوگ صرف دنیا کی چمک دمک دیکھ کر وہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے یہ نہ سوچا کہ اگر دنیا بن بھی گئی، پیسے زیادہ کما بھی لئے اور دین کو قربان کر کے کمائے تو کیا کمایا۔ اس طرف ان کا ذہن ہی نہیں گیا۔

زیادہ پیسے کمانے کے لئے غیر مسلم ملک میں آباد ہونے کا حکم

یہاں یہ مسئلہ بھی عرض کر دوں کہ کسی غیر مسلم ملک میں صرف زیادہ پیسے کمانے کی خاطر آباد ہونا، یہ شرعی اعتبار سے مکروہ اور ناجائز ہے۔ فقہاء کرام میں

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جو شخص اپنے ملک اور اپنے وطن میں اپنی ضرورت کے مطابق کھا کما رہا ہے لیکن یہ سوچ کر کہ زیادہ پیسے کسی طرح کمالوں۔ اسی غرض سے کسی غیر ملک میں جا کر آباد ہونا گناہ ہے۔ اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایسے شخص کی شہادت قابل قبول نہیں ____ ہاں اگر کسی کو اپنے ملک میں پیسے نہیں مل رہے ہیں اور کھانے کو میسر نہیں یا کوئی اور مجبوری ہے تو الگ بات ہے۔ لیکن محض پیسے زیادہ کمانے کی خاطر زیادہ دولت جمع کرنے کی خاطر وہاں جا کر آباد ہونا شریعت کے اعتبار سے جائز نہیں۔

میں ایسے شخص سے بری ہوں

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَنَا بَرِیْءٌ مِنَ الْمُسْلِمِ الَّذِیْ یُقِیْمُ بَیْنَ اَظْھُرِ الْمُشْرِکِیْنَ

(ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب النہی عن القتل من اعتصم حدیث نمبر ۲۶۴۵)

کہ وہ مسلمان جو مشرکین کے درمیان جا کر آباد ہو کہ اس کے چاروں طرف مشرکین اور کافر ہیں۔ اور یہ ان کے درمیان جا کر آباد ہو رہا ہے میں ایسے شخص سے بری ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے سخت الفاظ ارشاد فرمائے۔ اور پھر آگے فرمایا کہ: "لَا تَرَاءَ یٰ نَارَاھُمَا" کہ مسلمانوں اور کافروں کی بستی میں اتنا فاصلہ ہو کہ دونوں کی آگ ایک دوسرے کو نظر نہ آئیں۔ یعنی وہ لوگ آگ جلائیں تو ان کو نظر نہ آئے۔ اور جب یہ لوگ آگ جلائیں تو ان کو نظر نہ آئے۔ اتنا فاصلہ دونوں کی

آبادیوں کے درمیان ہونا چاہئے اسی حدیث کی وجہ سے فقہاء کرام نے فرمایا کہ محض زیادہ پیسے کمانے کی خاطر ان ممالک میں جا کر آباد ہو جانا جائز نہیں۔

انہی کے رنگ میں پوری طرح رنگ گئے

لیکن جانے والوں میں کس کو اس مسئلہ پر عمل کرنے اور علماء کرام سے پوچھنے کا ہوش تھا۔ اس وقت تو دل ول دماغ پر بات چھائی ہوئی تھی کہ وہ چمک دمک کی دنیا ہے اس میں جا کر آباد ہونا چاہئے۔ لہٰذا وہاں جا کر آباد ہو گئے۔ وہاں آباد ہونے کے بعد لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک تو وہ لوگ جنہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ان لوگوں کے ساتھ رہتے ہوئے انہیں کے رنگ میں رنگ گئے۔ بقول شخصے ___ ہر چہ در کانِ نمک رفت نمک شد ___ کہ جو بھی نمک کی کان میں گیا۔ وہ نمک بن گیا ___ انہوں نے یہ سوچا کہ جب ہم یہاں آ کر آباد ہو گئے ہیں تو اب ہمیں انہی کا معاشرہ انہی کی تہذیب انہی کی معاشرت انہی کا رہن سہن اختیار کرنا چاہئے۔ چنانچہ انہوں نے اپنا لباس پوشاک بدل دیا۔ صورت بدل دی۔ اخلاق بدل دیئے۔ زبان بدل دی۔ گویا کہ سب کچھ بدل دیا۔ یہاں تک انہی میں گھل مل گئے ___ العیاذ باللہ ___ یہاں تک انہی میں شادی بیاہ کا سلسلہ بھی جاری کر لیا۔ صرف اتنا ہی نہیں ہوا کہ مردوں نے غیر مسلم عورتوں سے شادیاں کر لیں بلکہ اس کے برعکس مسلمان عورتوں نے غیر مسلم مردوں سے شادیاں کر لیں ___ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگر کوئی شخص خوردبین لگا کر بھی ان کو دیکھے تو ان کے اندر اسلام کا کوئی ذرہ نظر نہ آئے۔

اپنے آباء واجداد کا دین بھول گئے

لیکن اپنا سب کچھ بدلنے کے باوجود جو وہاں کے اصل باشندے تھے ،ان کی نظروں میں اپنا کوئی مقام حاصل نہ کر سکے۔ بلکہ اس معاشرے میں پھر بھی وہ تیسرے درجے کے شہری ہی رہے۔ اور رفتہ رفتہ وہ لوگ یہ بھی بھول گئے کہ ہمارے آباء و اجداد کس دین کے پیروکار تھے۔ کس دین سے تعلق رکھتے تھے ____ اللہ تعالیٰ اس انجام سے محفوظ رکھے ____ آمین۔

ان کو اپنے بچوں کی فکر لاحق ہوگئی

اس کے بالمقابل دوسری قسم کے لوگ وہ تھے کہ جو یہاں سے مغربی ممالک میں غفلت کی حالت میں گئے تھے۔ لیکن دل میں "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کی چنگاری لے کر گئے تھے۔ وہ چنگاری دل میں روشن اور فروزاں تھی۔ اس چنگاری نے اپنا رنگ دکھایا۔ اور رنگ یہ دکھایا کہ جب شادیاں ہوئیں اور بچے ہوئے اور جب بچے بڑے ہونے لگے تو اب یہ فکر پیدا ہوئی کہ چلو ہم نے جیسی تیسی گزارلی سو گزارلی۔ لیکن ہم ان بچوں کے لئے کیا چھوڑ کر جارہے ہیں؟ اور ان بچوں کو کیا بنانا ہے؟ یہ جس معاشرے میں پل بڑھ رہے ہیں اور جس معاشرے کو چاروں طرف سے دیکھ رہے ہیں۔ اگر یہ اسی طرح پلتے بڑھتے رہے تو یہ بچے اپنے دین سے بالکل بے گانہ ہو جائیں گے۔

مسجد کو زندگی کا مرکز بنالیا

جب یہ فکر ان کے دل میں پیدا ہوئی تو اس فکر نے دل میں ایک غیر معمولی پیاس اور تڑپ پیدا کی، اب ہوش آیا کہ جو زندگی ہم نے دین سے دور رہ کر گزاری، وہ کتنی تباہی اور ہولناکی کا راستہ تھا۔ اب یہ فکر پیدا ہوئی کہ بچوں کی فکر تو بعد میں کریں گے پہلے خود اپنی اصلاح کی فکر تو کرلیں ـــــ الحمدللہ ـــــ اب چند سالوں سے یہ فکر بہت تیزی کے ساتھ ترقی کر رہی ہے ـــــ اور مسلمانوں میں یہ تڑپ پیدا ہو رہی ہے اس تڑپ کے نتیجے میں لوگوں نے اب وہاں پر اپنی ساری زندگی کا مرکز مسجد کو بنالیا ہے۔ اور مسجد کا نام وہاں عام طور پر ''اسلامی سینٹر'' رکھا جاتا ہے۔ اور اسی ذہن اور اس فکر والے حضرات اس ''مسجد'' کو اپنی تمام سرگرمیوں کا نقطہ آغاز بنا کر اور اپنی ساری جدوجہد کا مرکز اس مسجد کو بنایا ہوا ہے۔ اور الحمدللہ۔ یہ صورت حال دیکھنے میں آتی ہے کہ وہاں مسجدوں کی ایسی فراوانی اور کثرت نہیں ہے جیسے ہمارے ملک میں ہے کہ ہر محلے میں مسجد ہو ـــــ وہاں تو بہت مشکلوں سے مسجد بنتی ہے۔ اب وہاں الحمدللہ یہ صورت ہو رہی ہے کہ لوگ ''چرچ'' خرید کر ان کو مسجدوں میں تبدیل کر رہے ہیں۔ لیکن پھر بھی مساجد کی وہ فراوانی نہیں ہے جو یہاں ہے۔

دور دراز سے سفر کر کے مسجد میں حاضری

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بعض اوقات ۴۰ میل اور ۵۰ میل دور سے سفر کر کے مسجدوں میں پہنچتے ہیں۔ اور وہاں ایسے لوگ بھی دیکھنے میں آئے جو

مصروف ہونے کے باوجود آدھے گھنٹے کی ڈرائیو کر کے پانچوں وقت مسجد میں نماز کے لئے لازماً آتے ہیں ــــ ایسے مناظر دیکھ کر انسان کا ایمان تازہ ہوتا ہے کہ اس ماحول اور اس معاشرے کے اندر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر یہ فکر پیدا فرما دی۔ بعض مساجد میں یہ دیکھنے میں آیا کہ سب سے زیادہ اجتماع فجر کی نماز اور عشاء کی نماز میں تھا۔ اس لئے کہ لوگ اپنے اپنے کاموں پر جانے سے پہلے فجر کی نماز میں مسجد میں پہنچ جاتے ہیں ــــ اور بعض اوقات میں اس وقت بھی ۵۰۔۵۰ میل دور سے لوگ آکر فجر کی نماز میں شامل ہوتے ہیں۔ اور اس کی فکر اور کوشش کرتے ہیں کہ مسجد کے قریب کوئی رہائش مل جائے تو بڑی نعمت ہو گی ــــ اگر کوئی شخص مسجد کے قریب رہتا ہو تو اس کو رشک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے کہ یہ شخص کتنا خوش نصیب ہے کہ اس کا گھر مسجد سے قریب ہے۔

بچوں کو اسلامی تعلیم دلانے کی فکر

اس ماحول میں بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دلانا ایک بڑا زبردست مسئلہ ہے۔ اور ہر مسلمان اس مسئلہ سے دوچار ہے۔ اور روزانہ کم از کم چار یا پانچ گھنٹے صرف کر کے اپنے بچے کو اس لائق کرتا ہے کہ کسی طرح میرا بچہ قرآن کریم پڑھنا سیکھ لے۔ صبح دفتر جانے سے بچے کو "اسلامی مرکز" میں پہنچائے گا۔ اور شام کو بچے کو واپس لے کر آئے گا ــــ بعض اوقات اس میں کئی کئی گھنٹے صرف ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ مصروف زندگی ہے اور ٹریفک کا سیلاب ہے۔ ان سب کا مقابلہ کرتے ہوئے بچوں کو "اسلامی مرکز" میں پہنچاتے ہیں اور قرآن کریم کی تعلیم

دلاتے ہیں۔

مشرق کے مسلمانوں میں بے فکری

میں یہ سوچ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دلوں میں یہ فکر اس ماحول میں رہتے ہوئے ڈال دی ___ اور وہاں لوگوں کے اندر جتنی فکر بڑھ رہی ہے اس کے بالکل برعکس یہاں مسلم ممالک میں رہنے والے مسلمانوں میں یہ فکر گھٹ رہی ہے۔ کہ مسجد کے بالکل پاس اور مسجد کے بغل میں گھر ہے پھر بھی مسجد میں حاضر ہونے کی توفیق نہیں ہوتی۔ ہر مسجد میں بچوں کو دینی تعلیم دینے کا انتظام ہے، لیکن کسی کو یہ فکر نہیں کہ اپنے بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دلا دیں۔ اس کی طرف دھیان نہیں۔ اس کی طرف التفات نہیں۔ دنیا کی اسی چمک دمک کی طرف دل مائل ہیں۔ اسی کی طرف سے نگاہیں خیرہ ہیں، لیکن ان چیزوں کی طرف توجہ نہیں۔

یہاں کی صورت حال اور وہاں کی صورت حال

آج یہاں صورت حال یہ ہے کہ اگر کسی کے دل میں دین کے بارے کوئی سوال پیدا ہو جائے تو اس کا جواب حاصل کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ الحمد للہ، علماء کرام اور مفتی حضرات کی فراوانی ہے۔ کسی دارالافتاء میں ٹیلیفون کر لیں تو جواب مل جائے، ایک دو میل چلے جائیں تو بالمشافہ جواب مل جائے۔ خط میں سوال لکھ کر دارالافتاء کو بھیج دیں تو جواب مل جائے ___ لیکن مغربی ممالک میں یہ حال ہے کہ لوگوں کے دلوں میں سوالات کے طوفان ہیں اور جواب دینے والا

موجود نہیں۔ اور جس جگہ بھی جانا ہوا وہاں لوگوں کی یہ حالت ہوتی تھی کہ ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ مجھے تین منٹ بات کرنے کا موقع مل جائے تو میں اپنا سوال پیش کر کے جواب لے لوں۔ لوگوں میں فکر موجود ہے لیکن جواب دینے والا نہیں۔ جبکہ یہاں یہ صورت حال ہے کہ جواب دینے والے بیٹھے ہیں لیکن سوال کرنے والا نہیں۔ اور وہاں پر لوگ ایسے ایسے سوالات کرتے ہیں کہ یہاں ایسے سوالات سننے کو نہیں ملتے۔ ان کے سوالات سن کر حیرانی ہوتی ہے کہ اس ماحول میں رہتے ہوئے ان کے دلوں میں کیسے کیسے سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

ان وسائل کی قدر کرو اور فائدہ اٹھاؤ

وہاں یہ عجیب و غریب منظر نظر آ رہا ہے اور دیکھ کر عبرت ہوتی ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے دین پر عمل کرنے وسائل فراوانی کے ساتھ عطا فرمائے ہیں۔ وہاں تو غفلت کا یہ عالم ہے اور جہاں پر دین پر عمل کرنے کے وسائل بظاہر مسدود ہیں وہاں پر مسلمانوں کے اندر دین پر عمل کرنے کا اتنا جذبہ پیدا ہو رہا ہے ____ بہر حال یہ سب باتیں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کی قدر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسے ملک میں پیدا فرما دیا تو اب ہم اس کی قدر کریں۔

ایک نو مسلم کو جماعت چھوٹنے پر افسوس

وہاں پر ایک بہت بڑا طبقہ نو مسلموں کا ہے۔ اس کو دین کی معلومات حاصل کرنے کے مواقع میسر نہیں۔ ان کے اندر اس درجہ دین کے مسائل سے ناواقفیت ہے کہ ان بچاروں پر ترس آتا ہے۔ خاص طور پر وہاں پر جو کالے مسلمان ہیں، ان

کے اندر مسلمان ہو جانے کے بعد عمل کرنے کا جذبہ بہت زیادہ ہوتا ہے لیکن ان کو معلومات حاصل نہیں۔ چنانچہ اسی سفر کے دوران ایک مرتبہ میں نیویارک میں جو کالوں کا علاقہ ہے وہاں پر ایک مسجد میں مغرب کی نماز کے لئے گیا۔ نماز کے بعد ایک کالا نوجوان جس کا سانس پھولا ہوا تھا۔ بھاگتا ہوا گھبراہٹ کے عالم میں مسجد کے اندر آیا۔ اور اس نے آکر پوچھا کہ جماعت ہو گئی؟ میں نے جواب دیا ہاں: جماعت ہو گئی۔ یہ جواب سن کر ایسا لگا کہ جیسے اس کے اوپر بجلی گر گئی۔ کہنے لگا کہ افسوس ــــــ اِنَّا لِلّٰہ ــــــ میں تو جماعت میں شریک ہونے کے لئے دو میل سے بھاگتا ہوا آرہا تھا کہ کسی طرح جماعت میں شامل ہو جاؤں۔

نومسلم میں اسلامی تعلیمات کا شوق اور جذبہ

اب وہ نوجوان جس ماحول میں زندگی گزار رہا ہے اس ماحول میں فسق و فجور کا بازار گرم ہے۔ وہ نوجوان نماز کی تلاش میں دو میل سے بھاگتا ہوا آرہا ہے۔ اور اس کا سانس پھولا ہوا ہے ــــــ میں نے اس نوجوان کو تسلی دی کہ تم نے جماعت میں شامل ہونے کی اپنی طرف سے پوری کوشش کر لی، انشاء اللہ تمہیں ثواب مل جائے گا۔ اب تم اپنی نماز پڑھ لو ــــــ اس نوجوان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ نماز اکیلے بھی پڑھی جاسکتی ہے اور ابھی مغرب کی نماز کا وقت باقی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے یہ سمجھتا تھا کہ مغرب کا وقت صرف اتنا ہی ہوتا ہے کہ بس آدمی جماعت میں شامل ہو جائے اس کے بعد وقت نہیں رہتا۔ اور میں یہ سمجھ رہا تھا کہ میری نماز قضا ہو گئی۔ میں نے اس کو بتایا کہ نہیں تمہاری نماز قضا نہیں ہوئی۔ تم

نماز پڑھ لو۔ چنانچہ اس نے نماز پڑھی۔ اور نماز کے بعد مجھ سے کہنے لگا کہ جناب: یہ بتایئے کہ مجھے مسلمان ہوئے دو سال ہو گئے ہیں۔ لیکن مجھے اسلام کی تعلیمات کا پتہ نہیں میں نماز تو پڑھتا ہوں اور مجھے نماز ابتداء سے لے کر رکوع تک آتی ہے۔ رکوع کے بعد کی نماز نہیں آتی۔ میں کس طرح نماز سیکھوں؟ مجھے کوئی طریقہ بتایئے ـــــ میں نے اس کو مقامی لوگوں کے ساتھ تبلیغی مرکز میں بھیجا تاکہ وہاں رہ کر نماز اور دوسری تعلیمات سیکھ لے۔ الحمدللہ وہ وہاں پہنچ گیا۔

یہاں دینی علوم کے دروازے کھلے ہیں

بہرحال، میں یہ عرض کر رہا تھا کہ وہ دو سال سے مسلمان ہے اور اس کے جذبات یہ ہیں کہ وہ دو میل سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے بھاگا ہوا آرہا ہے، علم سیکھنے کے مواقع نہیں ہیں اس لئے پریشان ہے کہ کہاں سے علم حاصل کروں۔ جبکہ یہاں دین کے علوم کے دروازے کھلے ہوئے ہیں ـــــ لیکن بے نیازی اور غفلت کا یہ عالم ہے کہ کسی کو اس طرف توجہ نہیں ہے کہ وہ ذرا دھیان دے کر دین کی باتیں سیکھ لے۔

کہیں یہ نعمت ہم سے نہ چھن جائے

قرآن کریم کی ایک آیت ہے۔ اس کے پڑھنے سے ڈر لگتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ۙ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْٓا

أَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾ (سورة محمد: ۳۸)

مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اگر تم اسلام سے روگردانی کر رہے ہو اور تم صحیح راستے پر نہیں آتے یا تم اسلام کو چھوڑ بیٹھو یا اسلام کی تعلیمات کو چھوڑ بیٹھو تو اس سے اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگڑتا بلکہ تم اپنا ہی بگاڑ کر رہے ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ پر کسی دوسری قوم کو لے آئیں گے۔ وہ تم جیسی نہیں ہوگی ___ اللہ اس انجام سے بچائے کہ یہ دینِ اسلام کی نعمت کہیں منتقل ہو کر کسی اور کے پاس نہ چلی جائے۔

ہم نے کوئی مشقت اسلام کے لئے نہیں اٹھائی

بہرحال، ہم لوگوں نے چونکہ اسلام اور ایمان کو اپنے آباء و اجداد سے ورثہ میں پایا ہے۔ مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے مسلمان والدین کو دیکھا۔ گھر سے کلمہ ''لا الٰہ الا اللہ'' سیکھ لیا اس کو حاصل کرنے کے لئے قربانی نہیں دی۔ اس کو حاصل کرنے کے لئے پاؤں میں کوئی کانٹا نہیں چبھا کوئی پیسہ خرچ نہیں ہوا۔ کوئی مشقت نہیں اٹھائی۔ اس لئے ہمیں اس ایمان کی حلاوت معلوم نہیں۔ اس کی حلاوت ان لوگوں سے پوچھئے جو اس کو حاصل کرنے کے لئے محنتیں کرتے ہیں۔ مشقتیں اٹھاتے ہیں۔ قربانیاں دیتے ہیں ان کا حال دیکھ ہم لوگ کچھ عبرت حاصل کرلیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں گھر بیٹھے کتنی بڑی نعمت عطا کردی ہے ___ بہرحال، ایک عبرت کا پہلو تو یہ ہے کہ وہاں پر علم دین حاصل کرنے کے مواقع نہیں لیکن پیاس ہے۔ اور یہاں علم دین حاصل کرنے کے بے شمار مواقع موجود ہیں لیکن پیاس کی کمی ہے۔ اسی پیاس کو

پھیلانے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمارے دلوں میں یہ پیاس پیدا فرمادے اور دین کی طلب پیدا فرما اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمادے ـــــ آمین۔

ساری ترقی کے باوجود دل میں سکون نہیں

دوسرا پہلو عبرت کا یہ ہے کہ آج ساری دنیا میں مغربی اقوام کی مادی بالادستی کا شہرہ ہے کہ وہ لوگ چاند تک پہنچ گئے۔ وہ لوگ مریخ تک پہنچ گئے اور انہوں نے ستاروں پر کمندیں ڈال دیں۔ انہوں نے فضا کو تسخیر کرلیا۔ سائنس کی ترقی کے اوج کمال تک پہنچ گئے ـــــ ان کی اس ترقی کو دیکھ کر آنکھیں چندھیا رہی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر ان کی سائنسی ترقی کو دیکھا جائے تو واقعی وہ اوج کمال کو پہنچ گئے ہیں۔ سائنسی ترقی کے ایسے ایسے کرشمے نظر آتے ہیں کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے ـــــ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک پہلو ایسا ہے جو ہم سب کے لئے بڑی عبرت کا ہے۔ وہ یہ کہ یہ لوگ سائنسی ترقی اور مادی ترقی کے سارے وسائل اپنے دامن میں سمیٹنے کے بعد بھی اس مغربی انسان کے دل میں ایک کسک ہے، ایک خلش ہے جو ساری اسباب راحت جمع کرنے کے باوجود وہ کسک اور خلش نہیں جاتی۔ اس خلش کا مداوا نہیں ملتا۔ دنیا کی ساری دولت سمیٹ لی، راحت اور لذت کے سارے اسباب جمع کر لئے اور خدا بیزاری پر اپنی سوسائٹی کو تعمیر کر کے جتنے لذت اور راحت کے اسباب ہو سکتے تھے وہ اختیار کر لئے۔ حلال و حرام کی فکر کو چھوڑ دیا اور خدا کو جواب دہی کا احساس ختم کر دیا ـــــ اب اپنے نفس کی تسکین کے جتنے راستے ہو سکتے

تھے وہ سب چوپٹ کھول دیئے کوئی روک ٹوک، کوئی پابندی کوئی قدغن نہیں۔

دل کا سکون اللہ کے سامنے جھکنے میں ہے

سب کچھ اختیار کرنے کے باوجود جو اندر کا انسان ہے وہ مطمئن ہو کر نہیں دیتا۔ حالانکہ ساری لذتیں حاصل کر لیں۔ ساری خوشیاں حاصل کر لیں لیکن اندر کی کسک نہیں جا رہی ہے ــــ وہ کسک یہ ہے کہ اس انسان کو پیدا کرنے والے تو اس لئے پیدا کیا تھا کہ وہ کسی کے آگے سر نیاز خم کرے۔ اس کی سرشت میں یہ بات داخل ہے۔ اس کی فطرت میں یہ بات رکھ دی گئی ہے کہ جب یہ اپنی پیشانی اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے نہیں ٹیکے گا اس وقت تک اس کے دل کو سکون نہیں ملے گا۔ اطمینان نہیں ملے گا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرما دیا۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝۲۸

(سورۃ الرعد:۲۸)

قلب کا اطمینان اور سکون اگر حاصل ہو سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف اللہ کے ذکر اور اللہ تعالیٰ کے آگے سر نیاز خم کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ بات اس کی فطرت میں ودیعت کر دی گئی ہے۔ وہ انسان انسان ہی نہیں جو اپنا سر اللہ تعالیٰ کے سامنے نہ جھکائے۔ وہ انسان نعمت طمانینت سے اور نعمت سکون سے عمر بھر محروم رہے گا۔ جو اللہ تعالیٰ کے سامنے سر نیاز خم نہ کرے۔ انہوں نے خدا سے بیزار ہو کر اپنی زندگی کو تعمیر تو کر لیا۔ اور لذت اور راحت کے تمام اسباب تو سمیٹ لئے لیکن اس کے باوجود سکون نہیں ملتا۔ ''پیسے'' خوب موجود، بینک بیلنس بہت اعلیٰ درجے کا۔ عزت اور شہرت اور

لذتوں کے اسباب یہ سب کچھ موجود، لیکن کیا بات ہے کہ نیند نہیں آتی سکون نصیب نہیں ہوتا۔ نتیجہ یہ ہے کہ کوئی خواب آور گولیوں میں پناہ لے رہا ہے، کوئی نشے کے اندر پناہ لے رہا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ اگر میں نشہ کروں گا تو شاید یہ بے اطمینانی دور ہو جائے گی۔ خلاصہ یہ کہ یہ سب کچھ حاصل کرنے کے بعد چونکہ سکون سے محروم ہیں۔ اس لئے وہ لوگ روح کے سکون کا راستہ تلاش کرنا چاہتے ہیں ــــــ وہ ملتا نہیں۔

وہ ہندو سادھوؤں کے پیچھے چل پڑے

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جہاں کہیں تھوڑی سی روحانیت بلکہ اس کا دھوکہ بھی سامنے آجاتا ہے تو وہ اس کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ چنانچہ ہندو وہاں پہنچ گئے۔ اور ہندو سادھوؤں نے ان سے کہا کہ ہمارے ہاں انسان کو سکون مہیا کرنے سے بہت طریقے ہیں۔ چنانچہ ان ہندوؤں کے یہاں مراقبے ہوتے ہیں اور ''یوگا'' ہوتا ہے۔ چنانچہ ان سے کہا تم یہ مراقبہ کرو، پھر دیکھو کتنا سکون حاصل ہوتا ہے۔ اور روح کو قرار ملتا ہے، چونکہ وہ مادیت کی زندگی سے اکتائے ہوئے تھے، روح کے سکون کی تلاش میں تھے۔ اس لئے انہوں نے سوچا کہ اس کو بھی آزما کر دیکھیں۔ چنانچہ وہ لوگ وہاں پہنچ گئے۔ ان ہندو سادھوؤں نے ''یوگا'' کی مشق کرائی تو ان کو عام زندگی سے ہٹ کر تھوڑا مزہ آیا تو انہوں نے کہا کہ روح کا سکون یہاں سے ملے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہندوؤں کے پیچھے چل پڑے۔ اور اس کی وجہ سے ہندو مذہب وہاں کافی مقبول ہو رہا ہے ــــ بہر حال، وہاں کا انسان اس کی تلاش میں ہے کہ کسی طرح دل کو سکون ملے۔

اسلام پیش کرنے کا نادر موقع

اس لئے میں یہ کہتا ہوں کہ یہ اس مغربی قوم کے سامنے ''اسلام'' پیش کرنے کا یہ نادر ترین موقع ہے۔ اس لئے کہ جس سکون کی وہ تلاش میں ہے وہ سکون ان کو نہ ''یوگا'' میں ملے گا اس لئے کہ کچھ دن کے لئے عارضی سکون کا دھوکہ ہوگا پھر وہاں سے وہ واپس لوٹے گا۔ لیکن اصلی سکون اس کو مل سکتا ہے تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ملے گا۔ اس کے علاوہ کہیں سکون نہیں ملے گا____ لیکن جو قوم ان کے سامنے اسلام پیش کر سکتی تھی وہ قوم اسلام کی طرف داعی بننے کے بجائے اس کے راستے میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔

مسلمان قصوروار ہیں، اسلام نہیں

ابھی ایک مشہور گویا ''یوسف اسلام'' مسلمان ہو گیا۔ اس نے اپنا نام بھی ''یوسف اسلام'' رکھا۔ اس سے کسی نے پوچھا کہ آپ اتنے دن تک مسلمان نہیں ہوئے۔ حالانکہ آپ کافی عرصہ سے اسلام کا مطالعہ کر رہے تھے۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ آپ اب تک کیوں مسلمان نہیں ہوئے؟____ اس نے جواب میں کہا کہ جب اسلام کا اور اسلام کی تعلیمات کا مطالعہ کرتا تھا تو میرے دل میں یہ یقین آتا تھا کہ بہترین مذہب یہی ہے لیکن جب میں اس اسلام کے پیروکار مسلمانوں کی حالت دیکھتا تھا تو دل میں رکاوٹ پیدا ہوتی کہ اگر دین برحق ہوتا تو مسلمانوں کی یہ حالت نہ ہوتی اور مسلمانوں کے اخلاق یہ نہ ہوتے، ان کے اعمال یہ نہ ہوتے، اس لئے میں دو سال تک اس کشمکش میں مبتلا رہا کہ اسلام قبول کروں یا نہ

کروں؟ ___ بعد میں اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ جب تم اس دین کو برحق سمجھ رہے ہو تو یہ جو مسلمانوں کی جو حالت بنی ہوئی ہے وہ اسلام کی وجہ سے نہیں بلکہ دین اسلام کو چھوڑنے کی وجہ سے بنی ہوئی ہے۔ اس میں دین اسلام کا کوئی قصور نہیں۔ بلکہ دین پر عمل کرنے والوں کا قصور ہے۔ وہ قصور اس دین اسلام پر نہیں ڈالنا چاہئے۔ اس کے بعد میں مسلمان ہو گیا۔

ہم لوگ اسلام کی راہ میں رکاوٹ ہیں

اب وہ شخص اتنا بڑا مسلمان ہے کہ وہاں پر امریکہ میں اسلام کا بہت بڑا داعی بنا ہوا ہے۔ اور ہر جگہ اسلام کی دعوت کے لئے نکلتا ہے۔ اور لوگوں میں اس کی وجہ سے اسلام کی قبولیت بڑھ رہی ہے۔ جب میں وہاں امریکہ میں تھا اسی زمانے میں اس کا ایک انٹرویو شائع ہوا۔ چونکہ وہ پہلے گویا تھا۔ تو کسی گانے والی کمپنی نے اس سے سوال کیا کہ آپ کے جتنے گانے تھے وہ زیادہ مشہور تھے اور اس کی رائلٹی کے لاکھوں ڈالر آپ کو ملتے تھے۔ اب وہ رائلٹی آپ سے چھن گئی، آپ کے ساتھ یہ بڑی بے انصافی کی جارہی ہے۔ کہ آپ کو رائلٹی بھی نہیں دی گئی ___ اس نے جواب دیا کہ میں نے گناہ کے ذریعہ جس رائلٹی کو حاصل کیا تھا اس رائلٹی پر لعنت بھیجتا ہوں۔ اور میری خواہش یہ ہے کہ اس رائلٹی کا ایک ڈالر بھی میری آمدنی میں شامل نہ ہو ___ بہرحال مغربی اقوام کو اسلام کی دعوت دینے کا یہ بہترین وقت ہے لیکن ہم لوگ بجائے اس کے کہ ان کو دین کی طرف راغب کریں اس اسلام کے راستے میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں

''روح'' کے سکون کی دولت عطا کی ہے۔ لیکن ہم لوگ اس روح کے سکون کی دولت کو چھوڑ کر اس مادّی دوڑ میں لگے ہوئے ہیں کہ کس طرح پیسے زیادہ کما لیں۔ اور لذت اور راحت کے اسباب حاصل کریں۔ اور روح کی سکون کے جو اصل راستے ہیں ان کی طرف توجہ نہیں ـــــ یہ دوسری عبرت کا سامان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے ـــــ آمین۔

باطل کے اندر ترقی کرنے کی صلاحیت نہیں

تیسری بات جو ہمارے لئے عبرت کا سامان ہے۔ وہ یہ کہ آج پوری دنیا میں مغربی اقوام کی ترقی کا شور ہے۔ ان کے بام عروج تک پہنچنے اور پوری دنیا پر چھا جانے کا شور ہے ـــــ میری والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت پیاری بات فرمایا کرتے تھے جو ہمیشہ یاد رکھنے کے لائق ہے وہ فرماتے تھے کہ ''باطل میں ابھرنے اور ترقی کرنے کی طاقت نہیں۔ اس لئے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا:

إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴿٨١﴾

(سورۃ الاسراء: ۸۱)

یعنی باطل مٹنے والی چیز ہے۔ ابھرنے والی چیز نہیں۔ اس لئے باطل کبھی نہیں ابھر سکتا لیکن اگر کسی باطل قوم کو یا باطل شخص کو دیکھو کہ وہ ابھر رہا ہے یا ترقی کر رہا ہے تو سمجھ لو کوئی حق چیز اس کے ساتھ لگ گئی ہے۔ اور اس چیز نے اس کو ابھار دیا ہے۔ ورنہ باطل کے اندر ابھرنے کی طاقت نہیں ـــــ اور دنیا میں ''حق'' سربلند ہونے کے

لئے آیا ہے اس میں جھکنے اور مٹنے کی صلاحیت نہیں۔ بلکہ اس کے اندر ابھرنے کی صلاحیت ہے۔ اگر کسی حق قوم کو دیکھو کہ وہ گر رہی ہے وہ انحطاط اور زوال کا شکار ہے تو سمجھ لو کہ اس کے ساتھ کوئی باطل چیز لگ گئی ہے۔ جس نے اس کو گرایا ہے۔ ورنہ اگر حق ہی حق ہوتا تو کبھی یہ قوم نہیں گرتی۔

مغربی اقوام کی ترقی کی وجہ

اس لئے فرمایا کہ یہ مغربی اقوام اور باطل قومیں جو ترقی کر رہی ہیں اور ابھر رہی ہیں یہ اپنے باطل کی وجہ سے ترقی نہیں کر رہی ہیں۔ بلکہ کوئی حق چیز انہوں نے اپنے ساتھ لگالی ہیں۔ ان حق چیزوں نے ان کو ترقی دے دی ہے۔ اور اس کا نظارہ ہر جانے والا آنکھوں سے کرتا ہے کہ واقعتاً بعض اوصاف ان کے اندر ایسے ہیں جو ہمارے دین اسلام کی تعلیمات ہیں ____ ان تعلیمات کو اپنے معاشرے کے اندر رچا بسا دیں۔ مثلاً ان کے اندر تجارت میں دھوکہ کا تصور نہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ تاجر ہونے کی حیثیت سے دوسرے کو دھوکہ دے دیں۔ اسی طرح وہاں جھوٹ کا تصور نہیں کہ جھوٹ بول کر پیسے کمالیں۔ یہ وہ حق باتیں ہیں جو اس باطل کے ساتھ لگ گئیں ____ اسی حق نے ان کو ابھار دیا۔ ورنہ ان کی اپنی ذات میں ابھرنے کی طاقت نہیں تھی۔

خریدا ہوا سامان ایک ہفتہ کے بعد واپس کرسکتے ہیں

آپ سامان خرید لیں۔ ایک ہفتہ کے بعد آپ دکاندار کے پاس جائیں کہ اس سے کہیں کہ یہ سامان ہمیں پسند نہیں آیا۔ وہ دکاندار بے کھٹک وہ سامان واپس

لے لے گا۔ بلکہ بعض حالات میں ایک، ماہ اور دو ماہ کے بعد بھی سامان واپس لے لیتا ہے۔ وہاں پر اس کا عام رواج ہے چاہے وہ چیز کتنی قیمتی کیوں ہو____ ایک صاحب جو یہاں سے گئے، انہوں نے دیکھا کہ یہ تو بڑا اچھا دستور ہے ان کو کچھ لیٹر ٹائپ کرنے تھے وہ ایک ٹائپ رائٹر خرید کر لے آئے۔ ہفتہ بھر اس کو استعمال کیا ایک ہفتہ کے بعد واپس لے آئے۔ تو مسلمانوں نے بجائے اس کے کہ اپنی دیانت اور امانت اپنے اخلاق اور اپنے اعمال کا اچھا تاثر قائم کرتے اس کے بجائے اس طرح کی حرکتیں کر کے غلط تاثر قائم کر رہے ہیں۔ اس کے نتیجے میں اب وہاں کے لوگ ذرا محتاط ہو گئے ہیں۔

ہم نے دین کی اچھی باتیں چھوڑ دیں

ہمارے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ افسوس کہ ہمارے لوگ جب ان مغربی ممالک میں جاتے ہیں تو وہاں عریانی، فحاشی اور بدمعاشی تو سیکھ کر آجاتے ہیں لیکن ان کے اندر جو اچھی باتیں ہیں ان کو نہیں سیکھتے، حالانکہ یہ حق ہے جو باطل کے ساتھ لگ گیا اور اس حق نے اس کو ابھار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دار الاسباب بنایا ہے۔ اس دنیا میں اسباب کے تحت جزا اور سزا دیتے ہیں۔ اگر تم محنت کرو گے، دیانت اور امانت اور سچائی سے کام کرو گے تو دنیا کے اندر تمہیں ترقی مل جائے گی____ اس میں کافر اور مومن کا فرق نہیں____ بہر حال، یہ تیسرا عبرت کا سامان ہے کہ جو مسلمانوں کے کرنے کے کام تھے وہ کام انہوں نے اختیار کر لئے اور مسلمانوں نے ان کو چھوڑ دیا۔ اور اس کی وجہ سے حسرت ہوتی ہے کہ ہم کسی طرح اپنے دین کی

تعلیمات کو چھوڑ بیٹھے۔ اور دین کو ہم نے صرف عبادت کی حد تک اور نماز روزے کی حد تک محدود کر لیا۔ اور اخلاق معاشرت معاملات میں دین کی بالا دستی کو ختم کر دیا۔ اور دین پر چلنا چھوڑ دیا۔ اس کے نتائج ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔

ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے

بہر حال، یہ سب عبرت کے پہلو ہیں جو ہم سب کے لئے سوچنے کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم اس بگڑے ہوئے معاشرے میں کیا کر سکتے ہیں۔ ماحول ہی ایسا ہو گیا۔ یاد رکھئے ___ ہر انسان اپنے عمل کا ذمہ دار ہے۔ کسی شخص سے دوسرے شخص کے بارے میں باز پرس نہیں ہوگی۔ یہ خیال کرنا اور سوچنا کہ سب لوگ یہ کام کر رہے ہیں، میں بھی وہی کام کروں، یہ خیال درست نہیں، آپ وہ کام نہ کریں، کیونکہ اگر ایک انسان اپنی ذات میں درست ہو جائے تو کم از کم ایک برائی تو معاشرے سے ختم ہو گئی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَاۤ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ
لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۚ

(سورۃ المائدہ: ۱۰۵)

اے ایمان والو! اپنی خبر لو، اگر تم ہدایت پر آجاؤ، سیدھے راستے پر آجاؤ تو دوسرے لوگ جو گمراہ ہو رہے ہیں۔ ان کی گمراہی تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گی۔ لہٰذا اپنا معاملہ درست کر لو ___ اپنی عبادات، اپنے اخلاق، اپنے معاملات،

اپنی معاشرت کو درست کرلو، اپنے آپ کو گناہ سے بد دیانتی سے دھوکہ سے بچاؤ۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو توفیق عطا فرمائے ____ آمین۔

اختتام

بہرحال، یہ عبرت کے چند سبق تھے جو اس سفر میں بار بار دل کے اندر گھومتے رہے تو خیال آیا کہ آپ حضرات کو اس میں شامل کرلوں۔ شاید ان باتوں کے ذریعہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ عبرت کا کوئی سامان پیدا فرمادے اور ہماری اصلاح کا راستہ پیدا فرمادے ____ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔
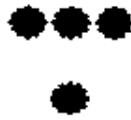
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ

رب العالمین الرحمٰن الرحیم

مالک یوم الدین ایاک نعبد و ایاک نستعین

اھدنا الصراط المستقیم

صراط الذین انعمت علیھم

غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ۝

حافظ انجم محمود، فیصل آباد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وحیِ الٰہی کی ضرورت اور اہمیت

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

خطاب	:	شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
ضبط وترتیب	:	مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب
تاریخ	:	۲۰۔ اگست ۱۹۹۲ء
وقت	:	بعد نماز عصر
مقام	:	دارالعلوم بفیلو۔ بفیلو، امریکہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وحئ الٰہی کی ضرورت اور اہمیت

امریکہ کے شہر بفیلو میں حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل میمن خلیفہ خاص شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ''دارالعلوم بفیلو'' قائم فرمایا۔ اس دارالعلوم کے افتتاح کے لئے حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کو دعوت دی، اور اس افتتاح کے موقع پر ۱۸۔ اپریل ۱۹۹۲ء کو حضرت والا نے یہ بیان فرمایا۔ جو قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ میمن۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئٰتِ اَعْمَالِنَا. مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ. وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْٓا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ (سورۃ توبہ: ۱۲۲)

اٰمَنْتُ بِاللهِ صَدَقَ اللهُ مَوْلَانَا الْعَظِيْمُ، وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ، وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَالشّٰكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

دار العلوم بفیلو کی افتتاحی تقریب

میرے محترم بزرگو، دوستو، بھائیو اور بہنو: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میرے لئے یہ بڑی عظیم سعادت کا موقع ہے اور میں اسے اپنی زندگی کے خوش نصیب ایام میں شمار کرتا ہوں کہ آج اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایک ایسے ادارے کی افتتاحی تقریب میں شریک ہونے کا موقع مل رہا ہے۔ جو اس براعظم امریکہ میں اپنی نوعیت کا منفرد ادارہ ہے، امریکہ کے پھیلے ہوئے اس براعظم میں جہاں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان آباد ہیں اب تک یہاں کوئی ایسا تعلیمی ادارہ موجود نہیں تھا جو مسلمانوں کی اس ضرورت کو پورا کر سکے کہ وہاں سے مسلمانوں کی دینی ضروریات کی تکمیل کے لئے صحیح معنی میں علماء حق پیدا ہوں۔ اور دین کی مطلوبہ خدمت انجام دے۔

امریکہ میں مدرسہ کا قیام

اللہ تبارک وتعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ وہ جب کسی کام کا ارادہ فرماتے ہیں تو اپنے کسی بندے کے دل میں اس کام کا داعیہ اور جذبہ، قوت اور شدت کے ساتھ پیدا فرماتے ہیں۔ میرے محترم بزرگ حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب، اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہمارے اوپر عافیت کے ساتھ تا دیر سلامت رکھے۔ آمین ____ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ تڑپ پیدا فرمائی اور کئی سال سے اس تڑپ کے اثرات میں ان کے چہرے پر، ان کی گفتگو میں اور ان کی جدوجہد میں دیکھتا رہا ہوں۔ ان کے دل میں یہ تڑپ تھی کہ امریکہ کے اس پھیلے ہوئے براعظم میں مسلمانوں کے دین کے تحفظ اور اس کی بقا کے لئے ایسے لوگ پیدا ہوں جو صحیح معنی میں حاملان دین ہوں ____ اللہ تعالیٰ نے ان کے مخلصانہ جذبہ میں یہ برکت عطا فرمائی کہ ان کے اس کام میں رکاوٹیں بھی آئیں۔ دشواریاں بھی آئیں۔ لیکن ان کی اس مخلصانہ جدوجہد کا بہترین پھل اس وقت آپ کے سامنے ہے۔ یہ عمارت جس میں ہم اور آپ بیٹھے ہیں اور اس کا افتتاح کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ یہ درحقیقت اس مخلصانہ جذبے اور دعاؤں کا نتیجہ ہے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے نہ جانے کس تڑپ کے ساتھ مانگی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس دارالعلوم کو ظاہری اور باطنی ترقیات عطا فرمائے۔ آمین۔ مجھے لگ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو انشاء اللہ اس ادارے میں، اس براعظم میں، اور اس کے ذریعہ سے پوری دنیا میں کوئی کام لینا منظور ہے۔ انشاء اللہ۔ جس

کے نتیجے میں غیب سے اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا فرمایے۔

دارالعلوم کا تعارف اور اس کی ضرورت

جہاں تک ''دارالعلوم'' کے تعارف اور اس کی ضرورت کا تعلق ہے مجھ سے پہلے حضرت مولانا ملک عبدالحفیظ صاحب مدظلہم اس کے بارے میں تفصیل کے ساتھ روشنی ڈال چکے ہیں۔ اور ان سے پہلے میرے برادر عزیز مولانا محمد ابراہیم صاحب نے جس تفصیل کے ساتھ اور جس وضاحت کے ساتھ اس دارالعلوم کے مقاصد اور اس کی ضرورت پر روشنی ڈالی، اللہ تعالیٰ ان کے علم میں، ان کی عمر میں اور ان کے عمل میں برکت عطا فرمائے۔ انہوں نے جس تفصیل کے ساتھ اس موضوع کا احاطہ کیا اب اس کے بعد مزید کچھ کہنے کی گنجائش نہیں رہ جاتی ____ لیکن تعمیل حکم کی خاطر چند مختصر گزارشات میں بھی عرض کر کے اس سعادت میں حصہ دار بننا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان گزارشات کو صحیح طریقہ پر، صحیح نیت سے اور صحیح مقصد کے ساتھ کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اس ترقی یافتہ دور میں قدیم نظام تعلیم کی کیا ضرورت؟

میں اس وقت ایک پہلو کی طرف آپ حضرات کو توجہ دلانا چاہتا ہوں، وہ پہلو یہ ہے کہ آج ہم اس عمارت میں بیٹھ کر اس دارالعلوم کے آغاز اور افتتاح کی جو مسرت محسوس کر رہے ہیں اور اس پر ہم ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے ہیں، اس ہال سے باہر جا کر دنیا میں جاری ہوئے نظاموں سے متعارف ہو کر دیکھیں تو ہمیں کچھ لوگ ایسے بھی ملیں گے اور شاید کافی تعداد میں ملیں جو یہ کہیں گے کہ اس دور

میں، اس بیسویں صدی میں، اس ترقی یافتہ دنیا میں اور اس ترقی یافتہ ملک میں۔ ایک ایسے ادارے کی بنیاد رکھی جارہی ہے جو چودہ سو سال پرانے نظام کو واپس لانے کی دعوت دینے والا ہے، جو چودہ سو سال پرانی تعلیمات کو زندہ کرنے والا ہے۔ یہ دور جس میں دنیا چاند پر پہنچ رہی ہے، جس میں مریخ پر کمندیں ڈال رہی ہے اور سائنسی ترقیات اپنے عروج پر پہنچ رہی ہیں۔ اس دور میں اس ماحول میں بیٹھ کر قرآن کریم کو بغیر سمجھے صرف یاد کرانے کی کوشش کرنا یہ چودہ سو سال پہلے اترے ہوئے قرآن کریم کی اور چودہ سو سال پہلے کہی ہوئی احادیث کی تعلیم کی کوشش کرنا، اس بیسویں صدی میں اس کی کیا ضرورت ہے؟

''علم'' کس کو کہتے ہیں؟

میں مختصراً یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ درحقیقت جو لوگ اس علم کی حقیقت سے واقف نہیں۔ وہ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں کہ یہ علم دین ایک پرانے نظامِ زندگی کی طرف لوٹانے والا دین ہے۔ اس لئے سب سے پہلے یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ''علم'' کس کو کہتے ہیں؟ علم کیا چیز ہے؟ علم کے معنی کیا ہیں؟ اور کیا واقعتاً یہ سائنس اور علوم مروّجہ، ان کے حاصل کر لینے سے علم کے حاصل کرنے کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے؟ یا اس کے باوجود کسی اور علم کی ضرورت ہے؟

زندگی گزارنے کے لئے علم کی ضرورت

یہ سمجھنے کے لئے میں آپ حضرات کو تھوڑا سا یہ سوچنے کی دعوت دوں گا

کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں بھیجا اور پیدا کیا۔ اور پیدا کرنے کے بعد اس دنیا میں زندگی گزارنے کے لئے انسان کو علم کی ضرورت ہے اگر علم نہ ہوتو انسان اس دنیا میں زندگی نہیں گزار سکتا۔ لیکن اس علم کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف ذرائع عطا فرمائے۔ اور ان میں سے علم کا ہر ذریعہ اپنا ایک محدود دائرہ رکھتا ہے۔ اس دائرے کے اندر وہ علم کا ذریعہ کام کرتا ہے۔ اور اگر اس دائرے سے باہر نکل کر اس ذریعہ سے کام لینا چاہیں تو انسان اس سے کام نہیں لے سکتا۔ اور اس کو علم حاصل نہیں ہوسکتا۔

حصول علم کے پانچ ذرائع

مثلاً علم کے ذرائع جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا فرمائے ہیں وہ اس کے حواس خمسہ ہیں۔ پانچ حواس۔ آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، ناک۔ یہ پانچ حواس ہیں۔ جن سے انسان علم حاصل کرتا ہے ____ بعض چیزوں کا علم انسان آنکھ سے دیکھ کر حاصل کرتا ہے، بعض چیزوں کا علم کان سے سن کر حاصل کرتا ہے، بعض چیزوں کا علم زبان سے چکھ کر حاصل کرتا ہے، بعض چیزوں کا علم ہاتھ سے چھو کر حاصل کرتا ہے اور بعض چیزوں کا علم ناک سے سونگھ کر حاصل کرتا ہے ____ یہ پانچ ذرائعِ علم اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا فرمائے ہیں۔

ہر ذریعہ کا ایک دائرۂ کار ہے

ان سارے ذرائع میں اللہ تعالیٰ نے یہ ترتیب رکھی ہے کہ ہر ایک کا ایک

فنکشن ہے، ان میں سے ہر ایک کا ایک خاص دائرۂ عمل ہے۔ اس دائرۂ عمل کے اندر وہ کام کرے گا۔ اس دائرہ سے باہر اس کو استعمال کرو گے تو وہ کام نہیں کرے گا ____ مثلاً آنکھ علم کا ذریعہ ہے لیکن یہ آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ سن نہیں سکتی۔ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ میں آنکھ کے ذریعہ سننے کا کام لوں، اور کان بند کر دوں اور آنکھ سے سننا چاہوں تو وہ آنکھ سننے کا کام نہیں دے سکتی ____ کوئی شخص یہ چاہے کہ میں کانوں سے دیکھنے کا کام لوں، کہ آنکھیں بند کر لوں اور کان سے دیکھ کر علم حاصل کروں تو کان جواب دینے سے انکار کر دے گا۔ وہ کان دیکھ نہیں سکتا۔ کسی چیز کا ذائقہ چکھنے کے لئے جو ذریعۂ علم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے وہ زبان ہے، زبان سے چکھ کر انسان کو ذائقہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ میٹھا ہے یا کڑوا ہے، یا کھٹا ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ کام اپنی آنکھ سے لینا چاہے کہ زبان سے تو نہ چکھے، بلکہ آنکھ سے دیکھ کر یہ معلوم کرے کہ اس میں مٹھاس ہے یا کڑواہٹ ہے تو محض آنکھ سے دیکھ کر یہ علم حاصل نہیں ہو سکتا ہر ایک ذریعۂ علم کا اپنا ایک دائرہ ہے۔ اس سے باہر وہ ذریعۂ علم کام نہیں دے سکتا۔

علم کا چھٹا ذریعہ ''عقل''

ہاں ایک موقع ایسا آتا ہے جہاں یہ پانچوں حواس خمسہ جواب دینا بند کر دیتے ہیں۔ اس جگہ نہ آنکھ علم عطا کرتی ہے، نہ کان اور نہ زبان، نہ ہاتھ علم عطا کرتے ہیں۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ایک اور ذریعۂ علم انسان کو عطا فرمایا، وہ ہے انسان کی ''عقل'' ____ جہاں یہ آنکھ، کان، ناک، ہاتھ وغیرہ کام کرنا چھوڑ

دیں اور جواب دینا بند کر دیں، وہاں پر انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل عطا کی ہے۔ اسی عقل سے بہت سی چیزوں کا علم حاصل ہوتا ہے۔

عقل کی ضرورت کہاں پیش آتی ہے؟

مثلاً میرے سامنے یہ مائیکروفون رکھا ہوا ہے۔ اس کو آنکھ سے دیکھ کر یہ معلوم ہوا کہ اس کا رنگ کالا ہے۔ ہاتھ سے چھو کر معلوم ہوا کہ یہ ٹھوس ہے، شاید لوہے کا بنا ہوا ہے۔ میں اس کو زبان سے چکھ کر دیکھوں تو یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس کے اندر کوئی ذائقہ موجود نہیں ___ یہ تین باتیں تو میرے حواس نے بتا دیں۔ لیکن یہ بات کہ یہ مائیکروفون وجود میں کیسے آیا؟ یہ بات اگر میں اپنی آنکھ کے ذریعہ دیکھ کر معلوم کرنا چاہوں تو آنکھ مجھے اس کا جواب نہیں دے گی۔ اس لئے کہ اس کے وجود میں آنے کا جو پروسیس (Process) ہے وہ میری آنکھ نے نہیں دیکھا ___ کان سے سن کر یہ علم حاصل نہیں کر سکتا، زبان سے چکھ کر حاصل نہیں کر سکتا، ہاتھ سے چھو کر حاصل نہیں کر سکتا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک اور علم کا ذریعہ عطا فرمایا ہے وہ "عقل" ہے۔ میری عقل نے مجھے یہ بتایا کہ یہ مائیکروفون جو بڑے سسٹمیٹک (SYstematic) انداز میں بنا ہوا ہے اور بہت مفید کام انجام دے رہا ہے۔ یہ خود بخود وجود میں نہیں آ سکتا بلکہ یقیناً اس کو کسی بنانے والے نے بنایا ہے۔ حالانکہ وہ بنانے والا میری آنکھوں کے سامنے نہیں ہے۔ میں نے اپنی آنکھ سے اس کو بناتے ہوئے نہیں دیکھا۔ کان سے نہیں سنا، لیکن میری عقل نے میری رہنمائی کی کہ یہ مائیکروفون خود بخود وجود میں نہیں

آسکتا اس کو کسی بنانے والے نے بنایا ہے۔ لہٰذا یہ ''عقل'' چھٹا ذریعۂ علم ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا فرمایا ہے۔

علم کا ساتواں ذریعہ ''وحیٔ الٰہی''

اور جس طرح حواس خمسہ کا ایک دائرہ کار تھا۔ "Juris diction" تھا۔ اور ان کا فنکشن غیر محدود نہیں تھا۔ بلکہ ایک حد پر جا کر ختم ہو جاتا تھا۔ اسی طرح عقل کا فنکشن (Function) بھی غیر محدود نہیں۔ وہ بھی لامحدود رہنمائی نہیں کرتی ایک محدود دائرے میں انسان کی رہنمائی کرتی ہے، ایک حد تک کام کرتی ہے اور اس حد کے بعد وہ کام کرنا چھوڑ دیتی ہے ــــــ اور جس مقام پر عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے وہاں پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو ساتواں ذریعۂ علم عطا فرمایا ہے جس کا نام ہے ''وحیٔ الٰہی'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ وحی، یہ وحی اس جگہ ہے جہاں تنہا عقل کی رسائی نہیں ہو سکتی تھی۔ اور عقل انسان کی رہنمائی نہیں کر سکتی تھی۔ وہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے اور وہ انسان کی رہنمائی کرتی ہے۔

عقل کا بھی ایک دائرہ کار ہے

جس طرح کوئی انسان اگر یہ چاہے کہ میں آنکھ سے کان کا کام لوں اور آنکھ سے سننا چاہوں، وہ انسان بے وقوف اور احمق ہے۔ اس لئے کہ آنکھ دیکھنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ سننے کے لئے نہیں بنائی گئی ہے ــــ اسی طرح اگر کوئی شخص عقل کے ذریعہ وہ علم حاصل کرنا چاہے جو عقل کا فنکشن نہیں۔ بلکہ وہ وحیٔ الٰہی

کا فنکشن ہے وہ شخص بھی اتنا ہی بے وقوف ہے جتنا وہ شخص بے وقوف ہے جو آنکھ سے دیکھنے کے بجائے سننے کا کام لینا چاہے ___ اللہ تعالیٰ نے زندگی میں معلومات حاصل کرنے کی یہ ترتیب رکھی ہے۔ بہرحال وحئ الٰہی ایک مستقل ذریعۂ علم ہے جو اس مقام پر آتا ہے جہاں ''عقل'' کی پرواز ختم ہو جاتی ہے۔

اسلام اور سیکولر نظام میں فرق

اسلام اور سیکولر نظام حیات میں یہی فرق ہے کہ سیکولر نظام کے پیروکار، علم کے پہلے دو ذرائع استعمال کرنے کے بعد رک جاتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ انسان کے پاس علم کے حصول کا کوئی تیسرا ذریعہ نہیں ہے۔ بس ہماری آنکھ، کان، ناک ہے اور ہماری عقل ہے۔ اس سے آگے کوئی اور ذریعۂ علم نہیں ہے۔ اور اسلام یہ کہتا ہے کہ ان دونوں ذرائع کے آگے تمہارے پاس ایک اور ذریعۂ علم بھی ہے اور وہ ہے ''وحئ الٰہی''۔

وحئ الٰہی کی ضرورت

اب دیکھنا یہ ہے کہ اسلام کا یہ دعویٰ کہ عقل کے ذریعہ ساری باتیں معلوم نہیں کی جاسکتیں بلکہ آسمانی ہدایات کی ضرورت ہے، وحئ الٰہی کی ضرورت ہے پیغمبروں اور رسولوں کی ضرورت ہے اور آسمانی کتابوں کی ضرورت ہے۔ اسلام کا یہ دعویٰ ہمارے موجودہ معاشرے میں کس حد تک درست ہے؟

عقل دھوکہ دینے والی ہے

آج کل عقل پرستی (Rationalism) کا بڑا زور ہے اور کہا جاتا ہے کہ ہر چیز کو عقل کی میزان پر پرکھ کر اور تول کر اختیار کریں گے لیکن عقل کے پاس کوئی ایسا لگا بندھا ضابطہ (Formula) اور کوئی لگا بندھا اصول (principle) نہیں ہے جو عالمی حقیقت (Universal Truth) رکھتا ہو۔ جس کو ساری دنیا کے انسان تسلیم کرلیں اور اس کے ذریعہ وہ اپنے خیر وشر اور اچھائی برائی کا معیار تجویز کر یں۔ کون سی چیز اچھی ہے؟ کون سی چیز بری ہے؟ کون سی چیز اختیار کرنی چاہئے؟ کون سی چیز اختیار نہیں کرنی چاہئے؟ یہ فیصلہ جب ہم عقل کے حوالے کرتے ہیں تو آپ تاریخ اٹھا کر دیکھتے جایئے، اس میں آپ کو یہ نظر آئے گا کہ اس عقل نے انسان کو اتنے دھوکے دیئے ہیں جس کا کوئی شمار اور حدو حساب ممکن نہیں۔ اگر عقل کو اس طرح آزاد چھوڑ دیا تو انسان کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے۔ اس کے لئے میں تاریخ سے چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

بہن سے نکاح خلاف عقل نہیں

آج سے تقریباً آٹھ سو سال پہلے عالم اسلام میں ایک فرقہ پیدا ہوا تھا۔ جس کو ''باطنی فرقہ'' اور ''قرامطہ'' کہتے ہیں۔ اس فرقے کا ایک مشہور لیڈر گزرا ہے جس کا نام عبیداللہ بن حسن قیروانی ہے۔ اس نے اپنے پیروکاروں کے نام ایک خط لکھا ہے وہ خط بڑا دلچسپ ہے۔ جس میں اس نے اپنے پیروکاروں کو زندگی

گزارنے کے لئے ہدایات دی ہیں۔اس میں وہ لکھتا ہے کہ:

میری سمجھ میں یہ بے عقلی کی بات نہیں آتی ہے کہ لوگوں کے پاس اپنے گھر میں ایک بڑی خوبصورت، سلیقہ شعارلڑکی بہن کی شکل میں موجود ہے اور بھائی کے مزاج کو بھی سمجھتی ہے۔اس کی نفسیات سے بھی واقف ہے۔لیکن یہ بے عقل انسان اس بہن کا ہاتھ اجنبی شخص کو پکڑا دیتا ہے۔جس کے بارے میں یہ بھی نہیں معلوم کہ اس کے ساتھ نباہ صحیح ہو سکے گا یا نہیں؟ وہ مزاج سے واقف ہے یا نہیں؟ اور خود اپنے لئے بعض اوقات ایک ایسی لڑکی لے آتے ہیں جو حسن و جمال کے اعتبار سے بھی، سلیقہ شعاری کے اعتبار سے بھی، مزاج شناسی کے اعتبار سے بھی اس بہن کے ہم پلہ نہیں ہوتی۔

میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ اس بے عقلی کا کیا جواز ہے کہ اپنے گھر کی دولت تو دوسرے کے ہاتھ میں دے دے۔اور اپنے پاس ایک ایسی چیز لے آئے جو اس کو پوری راحت و آرام نہ دے۔ یہ بے عقلی ہے، عقل کے خلاف ہے۔میں اپنے پیروؤں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس بے عقلی سے اجتناب کریں اور اپنے گھر کی دولت کو گھر ہی میں رکھیں۔

(الفرق للبغدادی ص ۲۹۷۔بیان مذاھب الباطنیہ للدیلمی، ص ۸۱)

بہن اور جنسی تسکین

اور دوسری جگہ عبید اللہ بن حسن قیروان عقل کی بنیاد پر اپنے پیروؤں کو یہ پیغام دے رہا ہے وہ کہتا ہے کہ:

''یہ کیا وجہ ہے کہ جب ایک بہن اپنے بھائی کے لئے کھانا پکا سکتی ہے، اس کی بھوک دور کر سکتی ہے اس کی راحت کے لئے اس کے کپڑے سنوار سکتی ہے، اس کا بستر درست کر سکتی ہے تو اس کی جنسی تسکین کا سامان کیوں نہیں کر سکتی؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ یہ تو عقل کے خلاف ہے۔''

(الفرق للبغدادی ص ۲۹۷۔ بیان مذاھب الباطنیہ للدیلمی، ص ۸۱)

عقلی جواب ناممکن ہے

آپ اس کی بات پر جتنی چاہے لعنت بھیجیں لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ خالص عقل کی بنیاد پر جو وحیِ الٰہی کی رہنمائی سے آزاد ہو، جس کو وحیِ الٰہی کی روشنی میسر نہ ہو اس عقل کی بنیاد پر آپ اس کے اس استدلال کا جواب دیں۔ خالص عقل کی بنیاد پر قیامت تک اس کے اس استدلال کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔

عقلی اعتبار سے بداخلاقی نہیں

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ تو بڑی بداخلاقی کی بات ہے، بڑی گھناؤنی بات ہے تو اس کا جواب موجود ہے کہ یہ بداخلاقی اور گھناؤنا پن یہ سب ماحول کے پیدا کردہ تصورات ہیں۔ آپ ایک ایسے ماحول میں پیدا ہوئے ہیں جہاں اس

بات کو معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے آپ اس کو معیوب سمجھتے ہیں۔ ورنہ عقلی اعتبار سے کوئی عیب نہیں۔

نسب کا تحفظ کوئی عقلی اصول نہیں

اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ اس سے حسب ونسب کا سلسلہ خراب ہوجاتا ہے تو اس کا جواب موجود ہے کہ نسبوں کا سلسلہ خراب ہوجاتا ہے تو ہونے دو۔ اس میں کیا برائی ہے؟ نسب کا تحفظ کون سا ایسا عقلی اصول ہے کہ اس کی وجہ سے نسب کا تحفظ ضرور کیا جائے۔

یہ بھی ہیومین ارج (Human Urge) کا حصہ ہے

اگر آپ اس استدلال کے جواب میں یہ کہیں کہ اس سے طبی طور پر نقصانات ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ اب یہ تصورات سامنے آئے ہیں کہ استلذاذ بالا قارب (Incest) سے طبی نقصانات بھی ہوتے ہیں۔

لیکن آپ کو معلوم ہے کہ آج مغربی دنیا میں اس موضوع پر کتابیں آرہی ہیں کہ استلذاذ بالا قارب (Incest) انسان کی فطری خواہش (Human Urge) کا ایک حصہ ہے۔ اور اس کے جو طبی نقصانات بیان کئے جاتے ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔ وہی نعرہ جو آج سے آٹھ سو سال پہلے عبید اللہ بن حسن قیروان نے لگایا تھا۔ اس کی نہ صرف صدائے بازگشت بلکہ آج مغربی ملکوں میں اس پر کسی طرح عمل ہورہا ہے۔

وحیٔ الٰہی سے آزادی کا نتیجہ

یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟ اس لئے کہ عقل کو اس جگہ استعمال کیا جارہا ہے جو عقل کے دائرہ کار (Jurisdiction) میں نہیں ہے۔ جہاں وحیٔ الٰہی کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ اور عقل کو وحیٔ الٰہی کی رہنمائی سے آزاد کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ برطانیہ کی پارلیمنٹ ہم جنس پرستی (Sexuality) کے جواز کا بل تالیوں کی گونج میں منظور کر رہی ہے۔

اور اب تو باقاعدہ یہ ایک علم بن گیا ہے۔ میں ایک مرتبہ اتفاق سے نیویارک کے ایک کتب خانہ میں گیا۔ وہاں پر پورا ایک علیحدہ سیکشن (Section) تھا جس پر یہ عنوان لگا ہوا تھا کہ ''گے اسٹائل آف لائف (Gay Style of Life) تو اس موضوع پر کتابوں کا ایک ذخیرہ آچکا ہے اور باقاعدہ ان کی انجمنیں ہیں۔ ان کے گروپ اور جماعتیں ہیں۔ اور وہ بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ اس زمانے میں نیویارک کا میئر (Mayor) بھی ایک Gay تھا۔

عقل کا فریب

پچھلے ہفتے کے امریکی رسالے ٹائم کو اگر آپ اٹھا کر دیکھیں تو اس میں یہ خبر آئی ہے کہ خلیج کی جنگ میں حصہ لینے والے فوجیوں میں سے تقریباً ایک ہزار افراد کو صرف اس لئے فوج سے نکال دیا گیا کہ وہ ہم جنس پرست (Homo Sexual) تھے۔ لیکن اس اقدام کے خلاف شور مچ رہا ہے۔ مظاہرے ہو رہے ہیں اور

چاروں طرف سے یہ آوازیں اٹھ رہی ہیں کہ "محض جنس پرست ہونے کی وجہ سے آپ نے ان لوگوں کو فوج کے عہدوں سے برخاست کر دیا ہے۔ یہ بات بالکل عقل کے خلاف ہے اور ان کو دوبارہ بحال کرنا چاہئے"۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ تو ایک ہیومین ارج (Human Urge) ہے۔ اور آج (Human Urge) کا بہانہ لے کر دنیا کی ہر بری سے بری بات کو جائز قرار دیا جا رہا ہے۔ یہ سب عقل کی بنیاد پر ہو رہا ہے کہ بتاؤ عقلی اعتبار سے اس میں کیا خرابی ہے؟ اور یہ تو صرف جنس انسانی کی بات تھی اب تو بابت جانوروں، کتوں، گدھوں اور گھوڑوں تک پہنچ گئی ہے اور اس کو بھی باقاعدہ فخریہ بیان کیا جا رہا ہے۔

عقل کا ایک اور فریب

بات واضح کرنے کے لئے ایک اور مثال عرض کر دوں کہ یہ ایٹم بم جس کی تباہ کاریوں سے تمام دنیا آج خوف زدہ اور پریشان ہے اور ایٹمی اسلحہ میں تخفیف کے طریقے تلاش کر رہی ہی۔ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا (Encyclopaedia of Britannica) میں ایٹم بم پر جو مقالہ لکھا گیا ہے اس کو ذرا کھول کر دیکھیں۔ اس میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ دنیا میں ایٹم بم کا تجربہ دو جگہ پر کیا گیا ہے۔ ایک ہیروشیما اور دوسرے ناگا ساکی پر۔ اور ان دونوں مقامات پر ایٹم بم کے ذریعہ جو تباہی ہوئی اس کا ذکر تو بعد میں آگے چل کر کیا ہے لیکن اس مقالے کو شروع یہاں سے کیا گیا ہے کہ ہیروشیما اور ناگا ساکی پر جو ایٹم بم برسائے گئے اس کے ذریعہ ایک کروڑ انسانوں کی جانیں بچائی گئیں اور ان کو موت کے منہ

سے نکالا گیا۔ اور اس کی منطق یہ لکھی ہے کہ اگر ہیروشیما اور ناگاساکی پر بم نہ گرائے جاتے تو پھر جنگ مسلسل جاری رہتی اور اس میں اندازہ یہ تھا کہ تقریباً ایک کروڑ انسان مزید مرجاتے۔ تو ایٹم بم کا تعارف اس طرح کرایا گیا کہ ایٹم بم وہ چیز ہے جس سے ایک کروڑ انسانوں کی جانیں بچائی گئیں۔ یہ اس واقعہ کا جواز (Justification) پیش کیا جارہا ہے۔ جس پر ساری دنیا لعنت بھیجتی ہے کہ اس ایٹم بم کے ذریعہ ہیروشیما اور ناگاساکی میں ان بچوں کی نسلیں تک تباہ کر دی گئیں، بے گناہوں کو مارا گیا اور یہ جواز (Justification) بھی عقل کی بنیاد پر ہے۔

لہٰذا کوئی بری سے بری بات اور کوئی سنگین سے سنگین خرابی ایسی نہیں ہے جس کے لئے عقل کوئی نہ کوئی دلیل اور کوئی نہ کوئی جواز فراہم نہ کردے۔

آج ساری دنیا فاشزم (Fascism) پر لعنت بھیج رہی ہے اور سیاست کی دنیا میں ہٹلر اور مسولینی کا نام ایک گالی بن گیا ہے۔ لیکن آپ ذرا ان کا فلسفہ تو اٹھا کر دیکھیں کہ انہوں نے اپنے فاشزم (Fascism) کو کس طرح فلسفیانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ ایک معمولی سمجھ کا آدمی اگر فاشزم کے فلسفے کو پڑھے گا تو اسے اعتراف ہونے لگے گا کہ بات تو سمجھ میں آتی ہے، معقول بات ہے۔ یہ کیوں ہے؟ اس لئے کہ عقل ان کو اس طرف لے جارہی ہے۔ بہرحال! دنیا کی کوئی بد سے بدتر برائی ایسی نہیں ہے جس کو عقلی دلیل کی بنیاد پر صحیح تسلیم کرانے کی کوشش نہ کی جاتی ہو۔ اس لئے کہ عقل کو اس جگہ استعمال کیا جارہا ہے جہاں اس کے استعمال کی جگہ نہیں ہے۔

عقل کی مثال

علامہ ابن خلدون جو بہت بڑے مورخ اور فلسفی گزرے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو عقل دی ہے وہ بڑے کام کی چیز ہے۔ لیکن یہ اسی وقت تک کام کی چیز ہے جب تک اس کو اس کے دائرے میں استعمال کیا جائے۔ لیکن اگر اس کو اس کے دائرہ سے باہر استعمال کرو گے تو یہ کام نہیں دے گی اور پھر اس کی ایک بڑی اچھی مثال دی ہے کہ عقل کی مثال ایسی ہے جیسے سونا تولنے کا کانٹا، وہ کانٹا چند گرام سونا تول لیتا ہے اور بس اس حد تک وہ کام دیتا ہے۔ اور وہ صرف سونا تولنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص اس کانٹے میں پہاڑ تولنا چاہے گا تو اس کے نتیجے میں وہ کانٹا ٹوٹ جائے گا اور جب پہاڑ تولنے کے نتیجے میں وہ ٹوٹ جائے تو اگر کوئی شخص کہے کہ یہ کانٹا تو بیکار چیز ہے اس لئے کہ اس سے پہاڑ تو تلتا ہی نہیں ہے، اس نے تو کانٹے کو توڑ دیا تو اسے ساری دنیا احمق کہے گی۔

بات دراصل یہ ہے کہ اس نے کانٹے کو غلط جگہ پر استعمال کیا اور غلط کام میں استعمال کیا اس لئے وہ کانٹا ٹوٹ گیا۔

(مقدمہ ابن خلدون، بحث علم الکلام، ص ۴۴۰)

اسلام اور سیکولرازم میں فرق

اسلام اور سیکولرازم میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اسلام یہ کہتا ہے کہ بیشک تم عقل کو استعمال کرو۔ لیکن صرف اس حد تک جہاں تک وہ کام دیتی ہے۔ ایک

سرحد ایسی آتی ہے جہاں عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے بلکہ غلط جواب دینا شروع کر دیتی ہے۔ جیسے کمپیوٹر ہے۔ اگر آپ اس کو اس کام میں استعمال کریں جس کے لئے وہ بنایا گیا ہے تو وہ فوراً جواب دے دے گا۔ لیکن جو چیز اس کمپیوٹر میں فیڈ (Feed) نہیں کی گئی۔ وہ اگر اس سے معلوم کرنا چاہیں تو نہ صرف یہ کہ وہ کمپیوٹر کام نہیں کرے گا بلکہ غلط جواب دینا شروع کر دے گا۔ اسی طرح جو چیز اس عقل کے اندر فیڈ نہیں کی گئی۔ جس چیز کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک تیسرا ذریعہ علم عطا فرمایا ہے جو وحیٔ الٰہی ہے۔ جب وہاں عقل کو استعمال کرو گے تو یہ عقل غلط جواب دینا شروع کر دے گی۔ یہی وجہ ہے جس کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ جس کے لئے قرآن کریم اتارا گیا۔ چنانچہ قرآن کریم کی آیت ہے کہ:

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ

(سورۃ النساء: ۱۰۵)

ہم نے آپ کے پاس یہ کتاب بھیجی جس سے واقع کے موافق آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں۔

یہ قرآن کریم آپ کو بتائے گا کہ حق کیا ہے اور ناحق کیا ہے؟ یہ بتائے گا کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے؟ یہ بتائے گا کہ خیر کیا ہے اور شر کیا ہے؟ یہ سب باتیں آپ کو محض عقل کی بنیاد پر نہیں معلوم ہو سکتیں۔

یہ بات میں کسی تردید کے خوف کے بغیر کہہ سکتا ہوں کہ واقعتاً انسان کے پاس وحیٔ الٰہی کے سوا کوئی معیار نہیں ہے جو ان مبہم تصورات پر جائز حدیں قائم

کرنے کا کوئی لازمی اور ابدی معیار فراہم کر سکے۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے سوا انسان کے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔

صرف مذہب معیار بن سکتا ہے

آپ فلسفہ کو اٹھا کر دیکھئے۔ اس میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا ہے کہ قانون کا اخلاق سے کیا تعلق ہے؟ قانون میں ایک مکتب فکر ہے جس کا یہ کہنا ہے کہ قانون کا اخلاق سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اچھے برے کا تصور غلط ہے۔ نہ کوئی چیز اچھی ہے نہ کوئی چیز بری ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ Should اور Should not اور Ought وغیرہ کے الفاظ درحقیقت انسان کی خواہش نفس کے پیدا کردہ ہیں۔ ورنہ اس قسم کا کوئی تصور نہیں ہے۔ اس واسطے جو معاشرہ جس وقت جو چیز اختیار کرلے وہ اس کے لئے درست ہے۔ اور ہمارے پاس اچھائی اور برائی کے لئے کوئی معیار نہیں ہے جو یہ بتا سکے کہ فلاں چیز اچھی ہے اور فلاں چیز بری ہے۔ اور یہ اصول قانون پر مشہور ٹیکسٹ بک Jurisprudence میں ہے۔ اس میں اس بحث کے آخر میں ایک جملہ لکھا ہے کہ:

> ''انسانیت کے پاس ان چیزوں کے تعین کے لئے ایک چیز معیار بن سکتی تھی۔ وہ ہے مذہب (Religion) لیکن چونکہ ریلیجن (Religion) کا تعلق انسان کی بلیف (Belief) اور عقیدے سے ہے اور سیکولر نظام حیات میں اس کا کوئی مقام نہیں ہے۔ اس واسطے ہم اس کو ایک بنیاد کے طور پر نہیں

اپنا سکتے۔“

ہمارے پاس اس کو روکنے کی کوئی دلیل نہیں ہے

ایک اور مثال یاد آگئی ہے جیسا کہ ابھی میں نے عرض کیا تھا جس وقت برطانیہ کی پارلیمنٹ میں ہم جنس پرستی (Homo Sexuality) کا بل تالیوں کی گونج میں پاس ہوا۔ اس بل کے پاس ہونے سے پہلے کافی مخالفت بھی ہوئی اور اس بل پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جو اس مسئلہ پر غور کرے کہ آیا یہ بل پاس ہونا چاہیئے یا نہیں۔ اس کمیٹی کی رپورٹ شائع ہوئی ہے اور فریڈ مین (Fridman) کی مشہور کتاب ”دی لیگل تھیوری“ (The Legal theory) میں اس رپورٹ کا خلاصہ دیا گیا ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ اس کمیٹی نے ساری رپورٹ لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ:

> ”اگرچہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ چیز اچھی نہیں لگتی۔ لیکن چونکہ ہم ایک مرتبہ یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ انسان کی پرائیویٹ زندگی میں قانون کو دخل انداز نہیں ہونا چاہئے اس لئے اس اصول کی روشنی میں جب تک ہم سن (sin) اور کرائم (crime) میں تفریق برقرار رکھیں گے کہ سن اور چیز ہے اور کرائم علیحدہ چیز ہے۔ اس وقت تک ہمارے پاس اس عمل کو روکنے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ہاں! اگر سن اور کرائم کو ایک تصور کر لیا جائے تو پھر بیشک اس بل کے خلاف رائے دی جاسکتی ہے۔ اس واسطے ہمارے پاس اس بل کو رد کرنے

کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اس لئے یہ بل پاس ہو جانا چاہئے۔"

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ (Law) کو اسلامائز کیا جائے تو اس کے معنی یہی ہیں کہ سیکولر نظام نے حصول علم کی جو دو بنیادیں، آنکھ، کان، ناک، زبان وغیرہ اور عقل اختیار کی ہوئی ہیں۔ اس سے آگے ایک اور قدم بڑھا کر وحیِ الٰہی کو بھی حصول علم اور رہنمائی کا ذریعہ قرار دے کر اس کو اپنا شعار بنائیں۔

اس حکم کی ریزن (Reason) میری سمجھ میں نہیں آتی

اور جب یہ بات ذہن میں آجائے کہ وحیِ الٰہی شروع ہی وہاں سے ہوتی ہے جہاں عقل کی پرواز ختم ہو جاتی ہے۔ تو پھر وحیِ الٰہی کے ذریعہ قرآن وسنت میں جب کوئی حکم آجائے۔ اس کے بعد اس بناء پر اس حکم کو رد کرنا کہ صاحب! اس حکم کا ریزن (Reason) میری سمجھ میں نہیں آتا" احمقانہ فعل ہوگا۔ اس واسطے کہ وحی کا حکم آیا ہی اس جگہ پر ہے جہاں ریزن کام نہیں دے رہی تھی۔ اگر ریزن کام دے چکی ہوتی تو پھر وحی کے آنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اگر اس حکم کے پیچھے جو حکمتیں ہیں اگر وہ ساری حکمتیں تمہاری عقل ادراک کر سکتی تھی تو پھر اللہ تعالیٰ کو وحی کے ذریعہ اس کے حکم دینے کی چنداں حاجت نہیں تھی۔

قرآن وحدیث میں سائنس اور ٹیکنالوجی

یہیں سے ایک اور سوال کا جواب بھی ہو گیا۔ جو اکثر ہمارے پڑھے لکھے طبقے کے ذہنوں میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ صاحب! آج سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے۔ ساری دنیا سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کر رہی ہے لیکن

ہمارا قرآن اور ہماری حدیث، سائنس اور ٹیکنالوجی کے بارے میں کوئی فارمولا ہمیں نہیں بتاتے۔ کہ کس طرح ایٹم بم بنائیں کس طرح ہائیڈروجن بم بنائیں۔ اس کا کوئی فارمولا نہ تو قرآن کریم میں ملتا ہے اور نہ حدیث رسول ﷺ میں ملتا ہے۔ اس کی وجہ سے بعض لوگ احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں کہ "صاحب! دنیا چاند اور مریخ پر پہنچ رہی ہے اور ہمارا قرآن ہمیں اس بارے میں کچھ نہیں بتاتا کہ چاند پر کیسے پہنچیں؟"

سائنس اور ٹیکنالوجی تجربہ کا میدان ہے

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارا قرآن ہمیں یہ باتیں اس لئے نہیں بتاتا کہ وہ دائرہ عقل کا ہے۔ وہ تجربہ کا دائرہ ہے۔ وہ ذاتی محنت اور کوشش کا دائرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو انسان کے ذاتی تجربے عقل اور کوشش پر چھوڑا ہے کہ جو شخص جتنی کوشش کرے گا اور عقل کو استعمال کرے گا تجربہ کو استعمال کرے گا اس میں آگے بڑھتا چلا جائے گا۔ قرآن آیا ہی اس جگہ پر ہے جہاں عقل کا دائرہ ختم ہو رہا تھا۔ عقل اس کا پوری طرح ادراک نہیں کرسکتی ان چیزوں کا ہمیں قرآن کریم نے سبق پڑھایا ہے ان چیزوں کے بارے میں ہمیں معلومات فراہم کی ہیں۔

اس ملک کی بنیاد اندر سے کھوکھلی ہے

بہرحال تنہا عقل کی بنیاد پر جو معاشرے تعمیر ہوئے، اس کے نتائج آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ آج بیشک پوری دنیا میں اس ملک "امریکہ" کا ڈنکا بجا ہوا ہے اور اس کی قوت، طاقت اور وسائل کا ڈنکا بجا ہوا ہے۔ لیکن جس

بنیاد پر اس ملک کی معاشرت کو کھڑا کیا گیا ہے۔ وہ بنیاد اندر سے کھوکھلی ہے۔ اور آج نہ سہی لیکن آئندہ آنے والی ہماری نسلیں اس چیز کو دیکھیں گی کہ اس کھوکھلی بنیاد پر جو عمارت کھڑی کی ہے وہ اس طرح گر جائے گی جس طرح ''اشتراکیت'' کی عمارت گر چکی۔ اس لئے کہ:

''بنے گا جو شاخ نازک پہ آشیانہ وہ ناپائیدار ہوگا''

تاکہ تم تباہی سے بچ جاؤ

اس لئے ہم دنیا کے لوگوں کو وحیِ الٰہی کی طرف آنے کی جو دعوت دیتے ہیں وہ انسانیت کے فائدے کے لئے دیتے ہیں۔ ہم یہ دعوت اس لئے دیتے ہیں تاکہ تم تباہی کی طرف نہ جاؤ، تاکہ تم اس عالم کو، اس کائنات کو تباہی سے دوچار نہ کرو۔ اگر دنیا کے مادی وسائل اور دنیا کی ان سائنسی ترقیات کے ساتھ اگر وحیِ الٰہی کا نور بھی شامل ہو جائے تو یقین رکھو کہ ساری کائنات میں کوئی تمہیں زیر نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر سائنسی ترقیات اور یہ مادی علوم وحیِ الٰہی کے نور سے محروم رہیں گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ اندر سے کھوکھلی ہوتی چلی جائیں گی۔ اور بالآخر انسانیت کے لئے تباہ کن ثابت ہوں گی۔

وحیِ الٰہی کے آگے جھکنا پڑے گا

میری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ علم کے ذرائع میں صرف آنکھ، کان، زبان پر اکتفا کرنا اور صرف عقل پر اکتفا کرنا اس نے انسانیت کو تباہی کے کنارے پر پہنچایا ہے، یا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ انسانیت کی صلاح اور فلاح صرف اس بات میں

مضمر ہے کہ فیکٹریاں لگ جائیں اور کارخانے کھڑے ہو جائیں۔ اعلیٰ درجے کی ایجادات وجود میں آنے لگیں۔ اور اس کے نتیجے میں چاہے انسان درندہ بن جائے، چاہے انسان انسانیت کے دائرے سے نکل جائے چاہے اس کے اندر سے اخلاق کی روح فنا ہو جائے۔ اگر یہ انسانیت کا مقصود نہیں ہے تو ایک نہ ایک دن اس انسانیت کو ''وحیٔ الٰہی'' کے آگے سربسجود ہونا ہوگا۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں پناہ لینی ہوگی۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ اس ''وحیٔ الٰہی'' کا علم حاصل کیا جائے۔

اس ادارے کا مقصد

یہ ادارہ جس کے افتتاح کے لئے آج ہم سب یہاں جمع ہیں۔ درحقیقت اس کے ذریعہ دنیا کو یہ پیغام دینا ہے کہ ہمارا منتہاء اور مقصود درحقیقت وہ علم حاصل کرنا ہے جس کی بنیاد وحیٔ الٰہی پر ہے۔ جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی ہدایت پر ہے۔ اس کے لئے ہمیں ایسے افراد درکار ہیں جو اس ''وحیٔ الٰہی'' کو سمجھ سکیں۔ اور اس وحیٔ الٰہی کے پیغام کو دوسروں تک پہنچا سکیں۔ اور اس کی دی ہوئی ہدایت سے دنیا کو منور کر سکیں۔ اس مقصد کے لئے یہ ادارہ وجود میں آیا ہے۔

یہ طعنے تمہارے گلے کا زیور ہیں

آپ ہزار الزام لگاتے رہئے کہ یہ فنڈامینٹلسٹ ہیں۔ یہ بیک ورڈ لوگ ہیں یہ الزامات تو داعیان حق کے گلے کا زیور ہیں۔ یہ الزامات تو انبیاء علیہم

السلام پر لگائے گئے۔ قرآن کریم میں فرمایا:

وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ (سورۃھود:۲۷)

انبیاء علیہم السلام سے کہا جا رہا ہے کہ جو لوگ تمہاری اتباع کر رہے ہیں جو تمہارے پیچھے چل رہے ہیں یہ معمولی قسم کے فقیر مسکین درویش اور رذیل قسم کے لوگ ہیں۔ جن کی بات سننے کے لائق نہیں ہے۔ اگر ان الزامات سے ڈر لگ رہا ہے تو پھر تم اس کوچے میں داخل مت ہو۔

''جس کو ہو جان و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں؟''

اگر تم مسلمان ہو، اگر تم کلمہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پر ایمان لائے ہو تو پھر ان طعنوں سے اور ان الزامات سے بے نیاز ہو کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی ہدایات پر عمل کرنے کے لئے اپنے عزم کو استوار کرنا ہوگا۔ یہ طعنے اور الزامات ہر دور میں اہل حق پر لگائے جاتے رہے ہیں۔ لیکن وہ الزامات لگانے والے مٹ گئے ان کا نام ونشان دنیا سے مٹ گیا۔ آج ان کا نام لینے والا باقی نہیں رہا۔ لیکن جن پر الزامات لگائے گئے تھے ان پر رحمتیں بھیجنے والے آج دنیا میں لاکھوں افراد موجود ہیں۔

طعنہ دینے والے فنا ہو گئے

کیا حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ پر الزامات نہیں لگائے گئے؟ کیا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر الزامات نہیں لگائے گئے؟ کیا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک

رحمۃ اللہ علیہ پر الزامات نہیں لگائے گئے؟____ لیکن آج کوئی شخص موجود ہے جو الزامات لگانے والے کا نام جانتا ہو؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا نام سب جانتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا نام سب جانتے ہیں۔ لیکن واثق باللہ اور معتصم باللہ کا نام جاننے والے گنے چنے چند افراد دنیا میں موجود ہیں____ لہٰذا یہ طعنے مٹ جائیں گے۔ اور یہ الزامات فنا ہو جائیں گے اگر تمہارے اندر اسی بات پر اعتماد موجود ہے۔ اگر تمہارے اندر اس بات کا یقین موجود ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو دین عطا فرمایا ہے۔ وہ وحیٔ الٰہی کا نور ہے۔ اور انسانیت کی صلاح و فلاح اس کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ تو یقیناً یہ سب الزامات ایک دن غرق ہو جانے والے ہیں۔ ان سے مرعوب ہونے اور ڈرنے کی بات نہیں۔ اپنا کام اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق جاری رکھو تا کہ دنیا کے سامنے صلاح و فلاح کا بہترین نمونہ پیش کر سکو۔

وحیٔ الٰہی کا نور دنیا میں پھیل جائے

یہ دارالعلوم آج اسی مقصد کے لئے قائم ہو رہا ہے کہ وحیٔ الٰہی کا نور اس دنیا میں پھیلایا جائے۔ اور اس وحیٔ الٰہی کے نور سے اس عالم کو منور کیا جائے۔ یہ ہم میں سے ہر شخص کا فریضہ ہے اور ہم میں سے ہر شخص سے مطالبہ ہے کہ اس تحریک کے اندر جس شخص سے جتنا تعاون کرنا ممکن ہو وہ اس میں تعاون کرے۔ یاد رکھیں ہم کسی سے بیر اور کسی سے عداوت نہیں رکھتے۔

اللہ کے بندوں سے مجھے بیر نہیں ہے
یعنی میری دنیا میں کوئی غیر نہیں ہے

ہمیں کسی سے بیر نہیں۔ کسی سے عداوت نہیں۔ ہمیں سب سے ہمدردی ہے اور بس ہم یہ چاہتے ہیں کہ جو نور اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا۔ اسی نور سے پوری دنیا مستفیض ہو جائے۔ پوری دنیا فائدہ اٹھائے اور یہ دنیا جس تباہی کی طرف جا رہی ہے اس سے اس کو روکا جائے۔ اس کے آگے بند باندھا جائے۔

ایسے اداروں کی اللہ تعالیٰ مدد فرماتے ہیں

اس مقصد کے لئے سب سے پہلے ہمیں خود تیار ہونا ہے۔ اور اپنے بچوں کو تیار کرنا ہے۔ اس تیاری کے لئے یہ ادارہ وجود میں آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور بہت بڑا انعام اس ملک پر اور اس ملک کے مسلمانوں پر ہے کہ الحمدللہ ایسا ادارہ وجود میں آگیا اور مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ یہ ادارہ اس علاقے میں ایک مینارۂ ہدایت ثابت ہوگا۔ اس ادارے ساتھ ہر طرح کے تعاون کی ضرورت ہے ــــــ اور سب سے بڑا تعاون یہ ہے کہ اپنے بچوں کو اس ادارے میں بھیجیں ــــــ پیسوں کا چندہ تو ہوتا رہتا ہے اور فنڈ ریزنگ کے لئے اجتماعات ہوتے رہتے ہیں۔ یاد رکھئے یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ جس سے چاہتے ہیں کام لے لیتے ہیں۔ ان اداروں کی تاریخ یہ ہے کہ ان میں سالانہ بجٹ نہیں بنتا ــــــ اور ان اداروں میں جب کوئی مالی ضرورت پیش آتی ہے تو لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ غیب سے افراد بھیجتے ہیں۔

یہ سب ان کا کرم ان کی عطا ہے

کراچی میں ایک چھوٹا سا دارالعلوم ہم بھی چلاتے ہیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے کھلی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کرایا ہے کہ کبھی آج تک کسی سے چندہ کی اپیل نہیں کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے کوئی ضرورت نہیں روکی ____ اگر اخلاص دلوں میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے یہ ادارہ قائم کیا جا رہا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے وسائل ضرور مہیا فرمائیں گے۔ رکاوٹیں آئیں گی، مشکلات آئیں گی۔ لیکن انشاء اللہ ایک نہ ایک دن یہ رکاوٹیں دور ہوں گی۔ اور اس وقت بھی یہ عظیم الشان عمارت جو آپ حضرات کے سامنے ہے چند سال قبل اس کا تصور بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ اتنی بڑی عمارت اس کام کے لئے مہیا ہو جائے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مہیا فرما دی۔ یہ ان کا کرم ہے۔ غیب سے اسباب مہیا فرما دیئے۔

اپنے بچوں کا چندہ دو

بہرحال، اس ادارے کے لئے مسلمان فنڈز تو مہیا کریں گے لیکن جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ پیسوں کے چندہ سے زیادہ بچوں کا چندہ دیا جائے۔ اپنی اولاد کا دیا جائے ____ آپ جب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ آپ کی اولاد جہنم کی طرف جا رہی ہے، آگ کی طرف جا رہی ہے تو دل میں یہ خیال کیوں نہیں آتا کہ اولاد کو جہنم سے بچایا جائے۔ اور اس ادارے کی طرف لایا جائے ____ الحمد للہ، مسلمانوں میں پیسوں کا چندہ دینے کا جذبہ اور

رجحان پایا جاتا ہے۔ لیکن جب ان سے کہا جائے کہ اپنا بچہ دارالعلوم میں داخل کر دو تو اس موقع پر وہ پس و پیش کرتے ہیں۔ اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ ادارہ وحیٔ الٰہی کے نور کو پھیلانے کے لئے قائم کیا جا رہا ہے تو پھر اپنے بچوں کو کیوں اس کی طرف متوجہ نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس ادارے کو خوب ظاہری اور باطنی ترقیات عطا فرمائے۔ اور اس کی ہر طرح سے غیبی نصرت فرمائے۔ اور یہاں پر کام کرنے والوں کو اخلاص کے ساتھ دین کے علم کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے ——— آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

●●●

●

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وضو سنت کے مطابق کیجئے

شیخ الاسلام
حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دار العلوم کراچی

خطاب	:	شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
ضبط و ترتیب	:	مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب
تاریخ	:	۶۔ اگست ۱۹۹۱ء
وقت	:	بعد نماز عصر
بروز	:	جمعہ
مقام	:	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وضو سنت کے مطابق کیجئے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئٰتِ اَعْمَالِنَا. مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً. اَمَّا بَعْدُ!

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ اَوِ الْمُؤْمِنُ، فَغَسَلَ وَجْهَهٗ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهٖ كُلُّ خَطِيْئَةٍ نَظَرَ اِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ. فَاِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ. فَاِذَا

غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوْبِ۔

(ریاض الصالحین باب بیان کثرۃ طرق الخیر حدیث نمبر: ۱۲۹)

(صحیح مسلم، کتاب الطہارت باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء حدیث نمبر ۲۴۴)

چہرہ دھونے سے آنکھ کے گناہ معاف

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مومن بندہ وضو کرتا ہے اور وضو کے دوران جب وہ اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرہ سے ہر وہ گناہ جس کی طرف اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ وہ گناہ پانی کے ساتھ ساتھ دھل جاتے ہیں۔ یعنی معاف ہو جاتے ہیں ___ اب روای کو یہاں شک ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ پانی کے ساتھ وہ گناہ دھل جاتے ہیں۔ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ وہ گناہ نکل جاتے ہیں۔ یعنی جس وقت اس نے منہ دھویا۔ اس کے منہ سے آخری قطرے جب بہیں گے تو وہ گناہ جو اس سے آنکھوں نے کئے تھے۔ وہ گناہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے معاف ہو جائیں گے۔

ہاتھ پاؤں دھونے سے دونوں کے گناہ معاف

اور جب وہ ہاتھ دھوئے گا تو ہاتھ دھوتے وقت وہ گناہ جس کو اس کے ہاتھوں نے پکڑا ہوگا اور ہاتھوں کے پکڑنے سے جو گناہ ہوئے ہونگے۔ وہ اللہ

تعالیٰ کی رحمت سے ہاتھ دھونے کے ساتھ ساتھ وہ بھی دھل جائیں گے۔ اور معاف ہو جائیں گے۔ یا یہ فرمایا کہ پانی کے آخری قطرے کے ساتھ وہ گناہ نکل جائیں گے ـــــ اور جب وہ اپنے پاؤں دھوئے گا۔ تو ہر وہ گناہ جس کی طرف وہ پاؤں سے چل کر گیا ہو گا۔ وہ بھی پانی سے دھل جائیں گے۔ یہ پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جائیں گے۔ ایک روایت میں سر کے مسح کا ذکر بھی ہے کہ جب وہ شخص سر کا مسح کرے گا تو سر کے مسح کے ساتھ جتنے گناہ سر سے سرزد ہوئے ہوں گے وہ اس کے کانوں سے نکل جائیں گے۔ اور آخر میں فرمایا کہ یہاں تک کہ جب اس کا وضو پورا ہو گا تو وہ گناہوں سے بالکل پاک صاف ہو چکا ہو گا۔ اتنی بڑی فضیلت حدیث میں وضو کرنے پر بیان فرمائی گئی ہے۔

تین اعمال سے گناہ معاف درجات بلند

ایک اور حدیث ہے کہ:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَا یَمْحُو اللهُ بِهِ الْخَطَایَا وَیَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللهِ: قَالَ: اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَی الْمَکَارِهِ، وَکَثْرَةُ الْخُطَا اِلَی الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَذٰلِکُمُ الرِّبَاطُ.

(ریاض الصالحین باب بیان کثرۃ طرق الخیر حدیث نمبر: ۱۳۱)

(صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ باب فضل اسباغ الوضوء علی المکارہ۔ حدیث نمبر ۲۵۱)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ صحابہ کرام آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے صحابہ کرام سے خطاب کر کے پوچھا کہ کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جس پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹاتے ہیں، اور درجات کو بلند فرماتے ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ ضرور بتایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تین چیز بیان فرمائیں۔

ناگواری کے باوجود وضو پورا کرنا

پہلی چیز یہ بیان فرمائی: "إِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ" یعنی آدمی ناگواری کے باوجود وضو پورا پورا کرے اور اس میں کوئی کسر نہ چھوڑے۔ باوجودیکہ وہ ایسی حالت میں ہو کہ اس حالت میں وضو کرنے میں مشقت محسوس ہو رہی ہو۔ اور انسان کے نفس کو اس حالت میں پانی کا استعمال ناگوار ہوتا ہو۔ اس ناگواری کے باوجود انسان پورا پورا وضو کرے مثلاً سردی کا موسم ہے اور علاقہ ایسا ہے کہ وہاں سردی کے موسم میں پانی کو ہاتھ لگانا ناگوار معلوم ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود انسان پورا پورا وضو کرے، کوئی کسر نہ چھوڑے۔ یہ عمل ایسا ہے جس پر اللہ تعالیٰ گناہ معاف فرماتے ہیں۔ اور درجات بلند فرماتے ہیں۔

مسجد کی طرف کثرت سے جانا اور نماز کا انتظار کرنا

دوسرا عمل یہ بیان فرمایا: "كَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ" یعنی مسجدوں کی طرف کثرت سے جانا۔ کثرت سے قدم بڑھانا، جتنا زیادہ مسجدوں کی طرف آنا

جانا ہوگا۔ اور مسجد کی طرف جانے میں جتنے زیادہ قدم ہونگے۔ اتنے ہی اللہ تعالیٰ گناہ معاف فرمائیں گے اور اتنے ہی درجات کو بلند فرمائیں گے ____ تیسرا عمل یہ بیان فرمایا۔ "وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ" یعنی ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ ایک نماز پڑھی لیکن اب انتظار لگا ہوا ہے کہ اب مجھے دوسری نماز پڑھنی ہے۔ اور اس کا شوق لگا ہوا ہے یہ بھی ایسا عمل ہے کہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرماتے ہیں۔ اور درجات بلند فرماتے ہیں۔

یہ تینوں عمل جہاد ہیں

آگے ارشاد فرمایا: "فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطِ" کہ یہ تین اعمال جن کا اوپر ذکر کیا گیا۔ یہ "رِبَاط" ہیں۔ رباط کے معنی ہیں۔ "جہاد" ____ البتہ جہاد تو بڑے عمل کو کہتے ہیں جو کئی اعمال کا مجموعہ ہوتا ہے۔ لیکن جہاد کے اندر ایک خاص عمل کو "رباط" کہا جاتا ہے وہ یہ کہ اگر مسلمانوں کے لشکر نے کسی جگہ پڑاؤ ڈالا ہوا ہے اور رات کے وقت اس پڑاؤ کی جگہ پر کسی کی ڈیوٹی لگادی گئی کہ وہ رات کے وقت پہرہ دے۔ تاکہ باقی لوگ سو جائیں۔ اور پہرہ دینے والے ان کی حفاظت کریں۔ تو رات کے وقت اس پہرہ دینے کو "رباط" کہا جاتا ہے۔ اور یہ جہاد کے اعمال میں سے سب سے زیادہ مشقت کا عمل سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے کہ رات کا وقت ہے سب لوگ آرام سے سو رہے ہیں اور یہ کھڑا ہوا پہرہ دے رہا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی مسلم ملک کی سرحد پر پہرہ دے رہا ہے تو یہ بھی ایک مشقت کا عمل ہے۔ اس لئے کہ رات کے وقت دشمن کے حملہ کا زیادہ اندیشہ ہوتا

ہے ـــــ اس لئے یہ جہاد کے اعمال میں یہ سب سے زیادہ افضل عمل اور ثواب والا عمل ہے۔ جس کے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اس عمل کے ذریعہ انسان کے گناہ اسی طرح جھڑتے ہیں جس طرح خزاں کے موسم میں درخت کے پتے جھڑتے ہیں ـــــ بہرحال، اس حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اگر انسان ان تین اعمال کی پابندی کرے تو اس کا درجہ ''رباط'' کے برابر ہے۔ رباط کا ثواب ہے وہ ثواب ان اعمال کے ذریعہ انسان حاصل کرسکتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ جلد ۵ حدیث نمبر ۱۹۲۸۷)

وضو کی اہمیت اور فضیلت

یہ دو حدیثیں جو میں نے آپ حضرات کے سامنے پڑھیں۔ ان دونوں میں جو بات مشترک ہے وہ ہے وضو کی فضیلت اور وضو کی اہمیت کو بیان کرنا۔ الحمدللہ، ہم سب کو نماز کے وقت وضو کرنے کی توفیق ہو جاتی ہے۔ لیکن یہاں اس طرف توجہ دلانی ہے کہ یہ وضو کوئی معمولی عمل نہیں ہے۔ جس کی انسان ناقدری کرے۔ یا اس سے بے پرواہی برتے۔ بلکہ یہ وضو ایک بڑا عظیم عمل ہے۔ جیسا کہ آپ نے ابھی حدیث میں سنا کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انسان کے تمام اعضاء کے گناہوں کو دھوتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب انسان وضو کر کے فارغ ہوتا ہے تو وہ گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔

وضو سے گناہ صغیرہ معاف ہوتے ہیں

یہ بات میں آپ کو پہلے بتا چکا ہوں کہ جہاں کہیں احادیث میں یہ آتا

ہے کہ فلاں عمل سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ فلاں عمل سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اس سے مراد گناہ صغیرہ ہوتے ہیں۔ جہاں تک گناہ کبیرہ کا تعلق ہے تو وہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ اسی طرح وہ گناہ جو حقوق العباد سے متعلق ہیں۔ جب تک صاحب حق اس کو معاف نہ کرے اس وقت تک معاف نہیں ہوتے۔ لیکن صغیرہ گناہوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آسانی رکھی ہے کہ نیک اعمال کے ذریعہ وہ گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ اس حدیث میں فرمایا کہ جب انسان وضو کر کے فارغ ہوتا ہے تو وہ سارے گناہوں سے پاک صاف ہو چکا ہوتا ہے۔

وضو سے فارغ ہوا تو پاک صاف ہو گیا

یہ اس لئے کہ جو ایک مومن آدمی ہے کہ اس کے بارے میں پہلے سے ذہن میں یہ بات طے شدہ ہے کہ مومن آدمی کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہیں کرے گا۔ اور اگر کبھی کر لیا تو وہ فوراً توبہ کرے گا۔ لہٰذا اس کے نامہ اعمال میں صرف صغیرہ گناہ ہی ہونگے۔ پھر جب وہ وضو کرے گا تو وضو کرنے کے نتیجے میں ہاتھ سے کئے ہوئے گناہ ہاتھ دھونے سے معاف ہو جائیں گے اور چہرہ دھونے سے چہرے کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اور پاؤں کے گناہ پاؤں دھونے سے معاف ہو جائیں گے۔ اور جب وہ وضو کر کے فارغ ہوا تو وہ تمام گناہوں سے صاف ستھرا ہو گیا اور اس کے ذمے کوئی گناہ باقی نہ رہا۔

وضو ظاہری اور باطنی پاکی کا ذریعہ

لہٰذا وضو صرف ظاہری گرد و غبار کو صاف نہیں کرتا کہ اس کے چہرے پر جو گرد و غبار لگی ہوئی تھی وہ دور ہو گئی۔ بلکہ انسان کے باطن کو بھی پاک کر دیتا ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ گناہ بھی معاف فرما دیتے ہیں۔ اس لئے یہ وضو معمولی عمل نہیں بشرطیکہ یہ وضو سنت کے مطابق اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق انجام دیا جائے ـــــ روایات میں آتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین باقاعدہ ایک دوسرے کو وضو کا طریقہ سکھایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ میں وضو کرتا ہوں اور تم میرا وضو دیکھو اور مجھے بتاؤ کہ وہ وضو درست ہوا یا نہیں۔ اور بعض صحابہ فرماتے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح وضو کرتے دیکھا۔ بہرحال صحابہ کرام آپس میں اس طرح وضو کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری، کتاب الوضوء۔ باب من مضمض واستنشق من غرفۃ واحدۃ حدیث نمبر ۱۹۱)

خلیفہ وقت وضو کر کے دکھایا کرتے تھے

بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بن گئے۔ اس وقت آدھی سے زیادہ دنیا پر ان کی حکومت تھی اور فتوحات ہو رہی ہیں۔ سارے عالم اسلام کا انتظام ان کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی فکر ذہن پر مسلط ہے۔ خلیفہ ہونے کی حالت میں سب صحابہ کرام کو اور دوسرے حضرات کو جمع کیا اور پھر فرمایا کہ میں تم کو دکھاتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو فرمایا کرتے تھے۔ اور تم دیکھو اور اس کے

مطابق وضو کیا کرو۔۔۔۔ تو خلیفہ وقت اپنے خلافت کے کاموں کے ساتھ اس طرف بھی دھیان ہے کہ لوگوں کا وضو درست ہو جائے۔

(صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء والصلاۃ عقبہ۔ حدیث نمبر ۲۳۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ وہ بھی اپنے خلافت کے دور میں لوگوں کو جمع کر کے فرماتے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہیں یہ دکھاؤں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ چنانچہ آپ نے وضو کا پورا طریقہ کر کے دکھایا۔ تا کہ لوگ اس کی پیروی کریں۔ لہٰذا یہ وضو معمولی چیز نہیں۔ ہم لوگ تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ وضو تو نماز کی تمہید ہے جس طرح چاہا، وضو کر لیا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اتنا اہم بتایا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ۔ باب صفۃ وضوء النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ حدیث نمبر ۱۱۱)

وضو کے کامل ہونے کی دعا

اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو دعائیں مانگا کرتے تھے ان میں ایک دعا یہ بھی تھی کہ:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ تَمَامَ الْوُضُوْءِ وَتَمَامَ الصَّلَاةِ وَتَمَامَ مَغْفِرَتِكَ وَتَمَامَ رِضْوَانِكَ۔

(کنز العمال، کتاب الطہارۃ، اذکار الوضوء ج ۹/۱۰، حدیث نمبر ۲۶۹۸۸)

اے اللہ میں آپ سے دعا کرتا ہوں کہ میرا وضو کامل ہو۔۔۔۔ اور میری نماز بھی کامل ہو، اور میری مغفرت بھی آپ کامل طور پر فرمائیں۔ اور مجھ سے کامل طور پر راضی بھی ہو جائیں۔ اب بتائیے کہ جس عمل کے بارے میں حضور اقدس

ﷺ یہ دعا فرمارہے ہوں وہ عمل ایسی چیز نہیں ہے جس سے بے التفاتی برتی جائے ___ الحمد للہ، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم سب کو نماز کے لئے وضو کرنے کی توفیق ہو جاتی ہے۔ لیکن جس کی اہمیت بتائی جارہی ہے وہ یہ کہ وضو کو پورا پورا سنت کے مطابق اور نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق انجام دیا جائے۔

نماز میں خیالات کی کثرت

یہ جو آجکل ہم لوگوں کو کثرت سے یہ شکایت رہتی ہے کہ جیسے ہی ہم نماز میں کھڑے ہوئے بس اسی وقت وساوس، خطرات اور خیالات کا ایک طوفان شروع ہو جاتا ہے۔ جو خیالات نماز سے باہر بھی نہیں آرہے تھے نماز میں وہ خیالات آنا شروع ہو گئے ___ یہاں تک کہ ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ کسی شخص نے ان بزرگ سے کہا کہ میں نے کچھ رقم کہیں رکھی تھی اور اب میں بھول گیا کہ کہاں رکھی ہے؟ کوئی ایسا طریقہ بتایئے کہ مجھے یاد آجائے کہ میں نے وہ کہاں رکھی ہے؟ ان بزرگ نے فرمایا کہ تم ایسا کرو کہ دو رکعت نفل کی نیت باندھو اور تلاوت کرتے رہو اور جب تک وہ جگہ یاد نہ آئے اس وقت تلاوت کرتے رہو ___ چنانچہ وہ شخص گیا اور نفل کی نیت باندھ کر تلاوت شروع کر دی۔ اور ابھی تھوڑی سی تلاوت کی تھی کہ اس کو اچانک یاد آگیا کہ میں نے فلاں جگہ پر وہ رقم رکھی تھی۔ چنانچہ اس نے جلدی سے نماز پوری کی اور جاکر وہ رقم وہاں سے نکال لی۔

اور شیطان نے نماز چھڑوادی

ان بزرگ سے پوچھا کہ حضرت، آپ نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ نماز پڑھنے کے دوران وہ جگہ یاد آجائے گی۔ انہوں نے فرمایا کہ بات دراصل یہ ہے کہ جو خیالات نماز سے باہر نہیں آتے وہ بھی نماز میں آنے شروع ہو جاتے ہیں ـــــ دوسرے یہ کہ تم جو رقم رکھ کر بھول گئے یہ شیطانی عمل ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے کہ:

وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ

(سورۃ الکہف: ۶۳)

اب شیطان نے اس لئے بھلایا تھا تا کہ تمہیں تکلیف ہو لیکن جب تم اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور نماز پڑھنی شروع کر دی تو شیطان کا اس میں نقصان تھا۔ اس نے سوچا کہ جتنی دیر اس کو یاد نہیں آئے گا یہ شخص نماز پڑھتا رہے گا۔ اس وجہ سے شیطان نے وہ جگہ یاد دلا دی تا کہ تم نماز پڑھنا چھوڑ دو۔

خیالات کی کثرت وضو کے ناقص ہونے سے ہے

بہر حال، ہمیں جو یہ شکوہ رہتا ہے کہ ہماری نمازوں میں وساوس، خیالات اور خطرات آتے رہتے ہیں۔ اس کے جہاں اور اسباب ہیں بزرگوں نے اس کا ایک سبب یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ہمارا وضو صحیح نہیں ہوتا۔ اگر ہمارا وضو صحیح ہو اہتمام کے ساتھ سنت کے مطابق انجام دیا جائے تو پھر وساوس کم آتے ہیں۔ اور نماز میں برکت زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن ہم لوگ وضو کو ایک غیر اہم کام سمجھ کر بغیر کسی اہتمام کے جلدی جلدی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جو مسنون

طریقہ بتایا اس کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔ اور اس وضو کے جو آداب ہیں اس کو صحیح طریقے سے بجالائے۔

وضو کے آداب

وضو کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ وضو کرتے وقت آدمی قبلہ رخ ہو۔ اگر وہ قبلہ رخ نہیں ہوگا تب بھی وضو تو ہو جائے گا۔ لیکن اس وضو میں سنت کا جو نور ہونا چاہئے تھا وہ پیدا نہیں ہوگا____ دوسرا ادب یہ ہے کہ وضو شروع کرنے سے پہلے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھے۔ بزرگوں نے فرمایا کہ اگر وہ ''بسم اللہ'' نہیں پڑھے گا تب بھی وضو تو ہو جائے گا۔ لیکن ''بسم اللہ'' کی برکات اس کو حاصل نہیں ہونگی____ تیسرا ادب یہ ہے کہ وضو کے دوران غیر ضروری بات چیت نہ کرے۔ اب ایک طرف وضو بھی ہو رہا ہے اور دنیاوی باتیں اور گفتگو بھی ہو رہی ہے۔ یہ وضو کے ادب کے خلاف ہے۔ وضو کے دوران اگر کبھی ضروری بات، کوئی جملہ کہنا پڑ گیا تو اس کی اجازت ہے، لیکن غیر ضروری بات چیت نہیں ہونی چاہئے۔

وضو میں پانی کا اسراف نہ کریں

اسی طرح آجکل وضو تلکوں کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ اور تلکوں پر وضو کرتے ہوئے پانی بے تحاشہ بہایا جاتا ہے۔ جس سے پانی کی فضول خرچی ہوتی ہے پورا تلکا کھول کر وضو کیا جا رہا ہے۔ اور پانی اس تلکے سے مسلسل بہہ رہا ہے۔

جتنا پانی ہاتھ میں لینا ہے اس سے دس گناہ پانی بہادیا۔ یہ اسراف ہے اور پانی کی فضول خرچی ہے۔ حدیث شریف میں اس کی بڑی سخت ممانعت آئی ہے۔ حدیث شریف میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَفِيْ الْوُضُوْءِ إِسْرَافٌ؟ قَالَ: نَعَمْ وَإِنْ كُنْتَ عَلٰى نَهْرٍ جَارٍ

(سنن ابن ماجة، کتاب الطھارۃ، باب ماجاء فی القصد فی الوضوء وکراھیۃ التعدی فیہ، حدیث نمبر ۴۲۵)

ایک صحابی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ: کیا وضو میں اسراف ہوسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں: چاہے تم بہتے ہوئے دریا کے کنارے کیوں نہ بیٹھے ہو۔ یعنی یہ بات نہیں کہ پانی کی کمی ہے۔ اس واسطے پانی کم خرچ کرو۔ بلکہ اگر تم دریا کے کنارے بیٹھے ہو۔ اور پورا دریا پانی سے بھرا ہوا ہے اور جب تم وہاں پر بیٹھ کر وضو کرو گے تو وہی پانی لوٹ کر دوبارہ دریا میں چلا جائے گا۔ لیکن پھر بھی تم فضول خرچی سے بچو۔ اس لئے کہ فضول خرچی کی عادت پڑ جائے گی۔ اور پانی اللہ جل شانہ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ اس نعمت کو اس طرح بے تحاشہ خرچ کرنا جس سے یہ پانی فضول ضائع ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری ہے ــــ لہٰذا صرف اتنا نلکا کھولو جس کی ضرورت ہو۔ اور جب بند کرسکو تو بند کر دو۔ مسلسل کھلا چھوڑنا درست نہیں۔

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا طریقہ

اسی طرح ادب یہ ہے کہ جب آدمی کلی کرے تو پانی منہ میں لے کر اس کو گھمائے، اگر پانی منہ کے اندر لیا اور فوراً پانی نکال دیا تو یہ کلی پوری نہ ہوئی۔ لہٰذا صحیح طریقہ یہ ہے کہ پانی کو تین مرتبہ منہ میں لے کر اچھی طرح گھمایا جائے۔ پھر پانی کو پھینکا جائے ____ اس کے بعد ناک میں پانی دینا ہے۔ اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پانی ناک کے اندر اس حد تک لے جائے کہ ناک کی ہڈی تک پانی پہنچ جائے۔ صرف پانی اندر کر کے چھوڑ دینا کافی نہیں ____ اس لئے کہ حدیث شریف میں فرمایا کہ "اسباغ الوضوء" وضو کو پورا پورا انجام دو۔ اور پورا پورا انجام دینے کا طریقہ یہ ہے کہ جس عضو کو تم دھو رہے ہو اس کا پورا حق ادا کرو۔

(صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب اسباغ الوضوء، حدیث نمبر ۱۳۹)

چہرہ دھونے کا طریقہ

جب چہرہ دھو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ پانی لے کر اطمینان سے اپنے چہرے پر ڈالا جائے اور پیشانی جس جگہ سے شروع ہوتی ہے وہاں سے ٹھوڑی تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک پورے چہرہ پر پانی پہنچنا ضروری ہے۔ بعض لوگ اس کا خیال نہیں کرتے اور کانوں کی لو کے پاس والا حصہ خشک رہ جاتا ہے۔ اور جن لوگوں کی ڈاڑھی نہیں ہوتی وہ ٹھوڑی کے نیچے تک پانی پہنچانے کا اہتمام نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے وہ جگہ خشک رہ جاتی ہے۔ البتہ داڑھی گھنی ہو تو پھر جلد تک پانی پہنچانا ضروری نہیں ہوتا۔ لیکن پورے پورے

چہرے کو دھونا ضروری ہے۔ کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے۔ اس کا اہتمام کرنا چاہئے ___ اور پانی ڈالتے وقت مارنے کا انداز نہ ہو۔ جس سے دوسروں پر چھینٹیں اڑیں۔ ایسا کرنا مکروہ ہے اس سے پرہیز کریں۔

ہاتھ دھونے کا طریقہ

اس کے بعد ہاتھ دھونے کا مرحلہ آتا ہے۔ کہنیوں تک ہاتھ دھونا ضروری ہے۔ اس میں بعض اوقات جلدی کی وجہ سے کہنیاں خشک رہ جاتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں وضو نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ فقہائے کرام نے فرمایا کہ وضو کے دوران جب آدمی ہاتھ دھوئے تو پانی انگلیوں کی طرف سے کہنی کی طرف بہائے۔ یہ نہ کرے کہ کہنی سے انگلیوں کی طرف بہائے۔ اور تلکے سے وضو کے دوران بعض لوگ پانی کہنیوں سے انگلیوں کی طرف بہاتے ہیں اس طرح کرنے سے وضو تو ہو جائے گا لیکن وضو کا ایک ادب چھوٹ جائے گا۔ اور ادب کے چھوٹ جانے سے اس وضو کی روح اور فضیلت حاصل نہ ہوگی۔ اور ''اسباغ الوضوء'' کی فضیلت حاصل نہ ہوگی۔ ذرا سی بے توجہی سے آدمی اس فضیلت سے کیوں محروم رہے۔

سر کا مسح کا طریقہ

اس کے بعد سر کا مسح کیا جاتا ہے۔ سر کے مسح میں پورے سر کا احاطہ کرنا ضروری ہے۔ کہ سر کا کوئی حصہ چھونے سے رہ نہ جائے۔ بعض لوگ جلدی میں سر

کے تھوڑے سے حصہ کا مسح کر لیتے ہیں اور باقی حصے کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اگرچہ چوتھائی سر کا مسح کر لینے سے وضو ہو جاتا ہے۔ لیکن سنت یہ ہے کہ پورے سر پر ہاتھ پھیرے۔ کوئی حصہ چھوٹے نہیں ــــ اس کا مسنون طریقہ بعض صحابہ کرام نے یہ بیان کیا ہے کہ دونوں ہاتھوں کی تین انگلیاں یعنی سب سے چھوٹی انگلی، اس کے برابر والی انگلی اور بڑی انگلی ان کو پیشانی کے اوپر بالوں پر رکھ کر مسح کرتے ہوئے پیچھے کی طرف لے جائے۔ شہادت کی انگلی اور انگوٹھا ابھی استعمال نہیں ہوا۔ اور پھر ہتھیلی سے داہنی اور بائیں طرف کا مسح کرتے ہوئے پیچھے سے آگے کی طرف لائے اور پھر شہادت کی انگلی سے کانوں کے اندر کا مسح کرے۔ اور انگوٹھے سے کانوں کے باہر مسح کرے۔ اور ہتھیلی کی پشت سے گردن کا مسح کرے ــــ تا کہ ہر جگہ پر نئے پانی سے مسح ہو جائے اگر جلدی جلدی میں ویسے ہی ہاتھ پھیر لیا تو مسح تو ہو جائے گا لیکن ادب اور مستحب طریقہ جو بعض صحابہ کرام نے بتایا۔ وہ ہے جو اوپر بیان کیا۔

پاؤں دھونے کا طریقہ

اس کے بعد پاؤں دھونے کا مرحلہ آتا ہے۔ پاؤں دھونے کا جو مسنون طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ انگلیوں کی طرف سے دھوتے ہوئے ٹخنوں کی طرف جائے۔ اور پانی کو انگلیوں کی طرف سے ٹخنوں کی طرف بہایا جائے۔ ٹخنوں سے انگلیوں کی طرف نہ بہائیں۔ اور پانی ڈالتے ہوئے ہاتھوں سے ملیں۔ تا کہ کوئی حصہ پاؤں کا خشک نہ رہ جائے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ میں

تشریف لے جارہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ وہاں پر نماز کا وقت آگیا۔ جماعت کھڑی ہونے لگی تو بعض حضرات صحابہ کرام نے جلدی جلدی وضو کیا۔ اس کے نتیجے میں کسی کے ٹخنے کا کچھ حصہ خشک رہ گیا کسی کا تلوے کا کچھ حصہ خشک رہ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اس حصے کو دوبارہ دھو، اور فرمایا۔

وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ

(صحیح بخاری، کتاب العلم باب من رفع صوته بالعلم، حدیث نمبر ۶۰)

یعنی وہ ایڑیاں یا وہ تلوے جو وضو میں خشک رہ جائیں۔ ان کو جہنم کو عذاب ہوگا۔ لہٰذا پاؤں کا جتنا حصہ دھونا ضروری ہے اس کا کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے۔ اس کا اہتمام کرنا ضروری ہے ـــــ بہرحال یہ وضو کرنے کا تفصیلی طریقہ تھا۔

کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے

اسی میں یہ بات بھی داخل ہے کہ جتنے اعضاء کو دھونا فرض ہے ان میں سے کسی عضو پر کوئی ایسی چیز لگی ہوئی ہو جو پانی کو اندر تک پہنچنے سے روکتی ہو۔ اگر اس چیز کے اوپر سے پانی بہادیا تو وضو نہ ہوگا۔ مثلاً ہاتھ پر رنگ لگ گیا۔ اور اس رنگ کی وجہ سے پانی اندر نہیں جاتا، اس حالت میں اگر وضو کریں گے تو وضو نہیں ہوگا۔ اور جب وضو نہیں ہوگا تو نماز بھی نہیں ہوگی۔ اس لئے وضو شروع کرنے سے پہلے اس رنگ کو چھڑانا ضروری ہے ـــــ اسی طرح خواتین روٹی پکانے کے لئے آٹا گوندھتی ہیں تو بعض اوقات ہاتھوں پر کسی جگہ پر وہ آٹا لگا رہ جاتا ہے۔ اور وہ

خشک ہو کر جم جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں پانی اندر نہیں جاتا جب تک اس آٹے کو چھڑا نہ لیں اس وقت تک وضو درست نہیں ہوگا۔

نیل پالش چھڑانی ضروری ہے

اسی طرح آجکل نیل پالش چل پڑی ہے۔ خواتین اس کو ناخن پر لگاتی ہیں۔ اور یہ ایسی چیز ہے جو پانی کو اندر تک پہنچنے سے روکتی ہے۔ لہٰذا اس کے لگے رہنے کی صورت میں وضو درست نہیں ہوگا۔ اس کو چھڑانا ضروری ہے ـــــ یہ سب باتیں "اسباغ الوضو" کے اندر داخل ہیں ـــــ اور یہ جو فرمایا "اسباغ الوضو علی المکارہ" کہ باوجودیکہ وضو کرنے کو دل نہیں چاہ رہا ہے اس کے باوجود وضو کامل کرے۔ لہٰذا نیل پالش کو ہٹا کر اور پھر وضو کرنا یہ "اسباغ الوضو علی المکارہ" میں داخل ہے۔ اور اس پر اجر و ثواب ملے گا۔ لہٰذا جو عورت اللہ تعالیٰ کے حکم کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اس کے ہٹائے بغیر میرا وضو نہیں ہوگا۔ اس وجہ سے وہ اس ناخن پالش کو چھڑائے گی تو اس کے بارے میں فرمایا کہ "فذلکم الرباط" اس عمل پر جہاد کے برابر ثواب ملے گا۔

وضو کے دوران پڑھنے کی دعائیں

جیسا کہ پہلے بتایا کہ وضو کے دوران باتیں کرنا تو مکروہ ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ وضو کے دوران دعائیں پڑھتا رہے۔ اور بعض دعائیں احادیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ـــــ مثلاً تین دعائیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

سے ثابت ہیں۔ ان دعاؤں کو یاد کرلینا چاہئے۔ تاکہ انسان ان کو وضو کے دوران پڑھتا رہے۔ ایک کلمہ شہادت۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

(صحیح مسلم۔ کتاب الطھارۃ۔ باب ذکر المستحب عقب الوضوء۔ حدیث نمبر ۲۳۴)

اگر اور دعائیں یاد نہیں تو بار بار یہ کلمہ شہادت ہی وضو کے دوران پڑھتا رہے۔ دوسری دعا جو حضور اقدس ﷺ سے وضو کے دوران پڑھنا ثابت ہے۔ وہ یہ ہے کہ:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ

(کنز العمال۔ کتاب الاذکار۔ الادعیہ المطلقۃ۔ حدیث نمبر ۵۰۷۷)

اے اللہ میرے گناہ کو معاف فرما دیجئے اور میرے گھر میں وسعت عطا فرمایئے۔ اور میرے رزق میں برکت عطا فرمایئے ــــــ جب تک کسی کو دعا کے الفاظ یاد نہ ہوں وہ معنی ہی یاد کرلے۔ اور وہی کہہ دیا کرے۔ اور تیسری دعا جو حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہے وہ یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ

(سنن الترمذی۔ ابواب الطھارۃ۔ باب فیما یقال بعد الوضوء۔ حدیث نمبر ۵۵)

اے اللہ مجھے بہت توبہ کرنے والوں میں سے کر دیجئے۔ اور مجھے بہت پاک رہنے والوں میں سے کر دیجئے ــــــ یہ تین دعائیں حضور اقدس ﷺ سے وضو کے دوران پڑھنا ثابت ہیں۔

ہر عضو کی علیحدہ علیحدہ دعائیں

بعض بزرگوں نے ہر عضو کو دھوتے وقت کی علیحدہ علیحدہ دعائیں بھی بتائیں ہیں۔ اگرچہ وہ دعائیں حضور اقدس ﷺ سے اس موقع پر پڑھنا ثابت نہیں ہیں۔ کہ آپ وضو کے دوران فلاں عضو کو دھوتے وقت فلاں دعا پڑھا کرتے تھے اور فلاں عضو کو دھوتے وقت فلاں دعا پڑھا کرتے تھے۔ البتہ یہ دعائیں حضور اقدس ﷺ ہی سے دوسرے مواقع پر پڑھنا ثابت ہے۔ بزرگوں نے وضو کے دوران اعضاء کو دھوتے وقت بھی ان دعاؤں کو پڑھنے کی تعلیم دی تاکہ انسان کا وضو کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان رہے اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعائیں مانگتا رہے۔

وضو شروع کرتے وقت کی دعا

چنانچہ بزرگوں نے فرمایا کہ جب آدمی وضو شروع کرے تو یہ دعا پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مِلَّةِ الْإِسْلَامِ.

یعنی اس اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بلند اور عظیم ہے اور تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ملت اسلام کی دولت عطا فرمائی۔

گٹوں تک ہاتھ دھونے کی دعا

اس کے بعد جب گٹوں تک ہاتھ دھوئے تو یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْیُمْنَ وَالْبَرَكَةَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشُّؤْمِ وَالْهَلَاكَةِ.

اے اللہ! میں آپ سے خیر وبرکت کا سوال کرتا ہوں اور نحوست اور ہلاکت سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔

کلی کرنے کی دعا

اس کے بعد جب کلی کرے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ.

یا اللہ! تلاوت قرآن کریم کرنے پر اور آپ کا ذکر کرنے پر اور آپ کا شکر ادا کرنے پر اور آپ کی بہتر طریقے سے عبادت کرنے پر میری اعانت فرما۔

ناک میں پانی ڈالتے وقت کی دعا

اس کے بعد جب ناک میں پانی ڈالے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَلَا تُرِحْنِیْ رَائِحَةَ النَّارِ.

اے اللہ! مجھے جنت کی خوشبو سنگھایئے اور جہنم کی خوشبو نہ سنگھایئے۔

چہرہ دھوتے وقت کی دعا

اس کے بعد جب چہرہ دھوئے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِیْ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ.

اے اللہ! جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے۔ اس دن میرے چہرے کو سفید بنایئے گا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَّوۡمَ تَبۡيَضُّ وُجُوۡهٌ وَّتَسۡوَدُّ وُجُوۡهٌ

(سورۃ آل عمران: آیت ۱۰۶)

اس دن میدان حشر میں کچھ چہرے سفید چمکتے ہوئے ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے۔ مومنوں کے چہرے جنہوں نے عمل صالح کیا ہوگا، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سفید ہوں گے اور کافروں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَوُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ اَنۡ يُّفۡعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾

(سورۃ القیامۃ، آیت: ۲۲ تا ۲۵)

یعنی قیامت کے دن کچھ چہرے تو شاداب ہوں گے اور اپنے پروردگار کی طرف دیکھ رہے ہوں گے اور کچھ چہرے مرجھائے ہوئے پژمردہ اور کملائے ہوئے ہوں گے اور ان کا یہ گمان ہوگا کہ اب ہمارے ساتھ کمر توڑنے والا معاملہ کیا جائے گا۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ مُّسۡفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسۡتَبۡشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَوُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ عَلَيۡهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرۡهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡكَفَرَةُ الۡفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾

(سورۃ عبس: آیت ۳۸ تا ۴۲)

یعنی بہت سے چہرے اس دن روشن، ہنستے اور خوشیاں کرتے ہوں گے اور کچھ چہرے ایسے ہوں گے کہ ان پر اس دن غبار اور سیاہی چھائی ہوگی۔ یہی لوگ کافر اور فاجر ہوں گے۔

قیامت کے دن اعضاء چمکتے ہونگے

بہرحال! میدان حشر ہی میں چہروں کی سیاہی اور سفیدی سے انسان کو اپنے انجام کا پتہ لگ جائے گا کہ مجھے کہاں جانا ہوگا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو لوگ دنیا میں وضو کرنے کے عادی تھے اللہ تعالیٰ ان کو اس حال میں اٹھائیں گے کہ ان کے چہرے، ان کی پیشانیاں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں یہ سب اعضاء چمکتے ہوئے ہوں گے اور اس چمک کی وجہ سے دور سے یہ نظر آئے گا کہ یہ بندہ نماز کے لئے وضو کیا کرتا تھا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا کہ قیامت کے روز میری امت کے لوگ "غُرًّا مُّحَجَّلِیْنَ"۔ کی صورت میں اٹھائے جائیں گے۔ یعنی ان کے چہرے بھی سفید ہوں گے اور ان کے ہاتھ اور پاؤں بھی سفید ہوں گے۔

(صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب فضل الوضوء والغر المحجلون من آثار الوضوء حدیث نمبر ۱۳۶)

چونکہ وہ دن آنے والا ہے اور چہرے کی سفیدی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہونے کی علامت ہے اور چہرے کی سیاہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مردود ہونے کی علامت ہے اس لئے بزرگوں نے فرمایا کہ وضو کے دوران چہرہ دھوتے وقت یہ

دعا کیا کرو کہ:

اے اللہ! میرا چہرہ اس دن سفید رکھئے جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے۔

دایاں ہاتھ دھونے کی دعا

اس کے بعد دایاں ہاتھ کہنی تک دھوئے تو اس وقت یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا۔

(کنز العمال، کتاب الطہارۃ اذکار الوضوء، ج ۹/۱۰، حدیث نمبر ۲۶۹۸۶)

اے اللہ! میرا نامہ اعمال مجھے دائیں ہاتھ میں دیجئے گا اور میرا حساب آسان فرمایئے گا۔ اس دعا میں قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۝ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۝۸ وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝۹

(سورۃ انشقاق: آیت ۷ تا ۹)

یعنی جس شخص کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو اس سے آسان حساب لیا جائے گا اور پھر وہ اپنے متعلقین کے پاس خوش خوش آئے گا۔ یعنی اس سے سرسری حساب لے کر اس سے کہا جائے گا کہ جاؤ۔ کیونکہ جس شخص سے باقاعدہ حساب لیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ اپنے ایک ایک عمل کا پورا حساب دو تو اس کے بارے میں حدیث شریف میں آتا ہے کہ:

مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ عُذِّبَ

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق باب من نوقش الحساب عذب۔ حدیث نمبر ۶۵۳۶)

یعنی جس شخص سے پورا پورا حساب لیا جائے اور اس کو ایک ایک عمل کا جواب دینا پڑے تو بالآخر اس کا انجام یہ ہوگا کہ وہ عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے ____ آمین۔

مجموعی زندگی درست کرنے کی فکر کریں

یہ ایمان کی دولت ایسی چیز ہے کہ جب اللہ تعالیٰ یہ دولت کسی کو عطا فرما دیتے ہیں تو اس پر یہ کرم ہوتا ہے کہ اگر اس کی مجموعی زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزری ہے، اگرچہ اس سے چھوٹے گناہ بھی ہو گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے حساب کتاب میں زیادہ جانچ پڑتال نہیں کریں گے بلکہ اس کے ساتھ آسانی کا معاملہ فرمائیں گے۔ بس اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کی پیشی ہوگی اور پیشی ہونے کے بعد اس کا نامہ اعمال سرسری طور پر دکھایا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے کرم کا معاملہ فرمائیں گے اور جنت میں بھیج دیں گے۔ لیکن جس شخص کی مجموعی زندگی معصیت میں گزری ہوگی اور وہ اللہ تعالیٰ سے غافل رہا تھا اور اللہ تعالیٰ کو بھولا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا احساس ہی دل سے جاتا رہا تھا ایسے شخص سے حساب پورا پورا لیا جائے گا۔ اور جس شخص سے پورا پورا حساب لیا جائے گا وہ عذاب میں دھر لیا جائے گا۔ اسی لئے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ یہ دعا مانگا کرو کہ:

اے اللہ! میرا نامہ اعمال مجھے دائیں ہاتھ میں عطا فرمائیے گا
اور میرا حساب آسان کیجئے گا۔

عربی کے الفاظ یاد نہ ہوں تو اردو میں یہ دعا کرلیا کرو۔

بایاں ہاتھ دھونے کی دعا

اس کے بعد جب بایاں ہاتھ دھوئے تو یہ دعا کرے:

اَللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِیْ كِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ۔

اے اللہ! میرا نامہ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں نہ دیجئے گا
اور نہ پشت کی طرف سے دیجئے گا۔

قرآن کریم میں آیا ہے کہ مومنوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ان کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور کافروں کو اور بدعمل لوگوں کو ان کا نامہ اعمال پشت کی جانب سے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اس لئے یہ دعا کرنی چاہئے کہ:

اے اللہ! میرا نامہ اعمال نہ تو بائیں ہاتھ میں دیجئے گا اور نہ
پشت کی جانب سے دیجئے تاکہ کافروں اور بدعملوں میں میرا
شمار نہ ہو۔

سر کا مسح کرتے وقت کی دعا

اس کے بعد جب انسان سر کا مسح کرے تو اس کے لئے بزرگوں نے فرمایا کہ یہ دعا کرنی چاہئے کہ:

اَللّٰهُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا

ظِلُّ عَرْشِكَ.

اے اللہ! مجھے اپنے عرش کا سایہ عطا فرمایئے گا اس دن جس دن آپ کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

ہر مسلمان جانتا ہے کہ جب میدان حشر میں لوگ جمع ہوں گے تو وہاں پر شدید گرمی کا عالم ہوگا اور سورج قریب ہوگا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ لوگ اس دن اپنے پسینے میں غرق ہوں گے۔ بعض لوگوں کے گھٹنوں تک پسینہ ہوگا۔ بعض لوگوں کی کمر تک پسینہ ہوگا بعض لوگوں کے سینے تک پسینہ ہوگا اور بعض لوگوں کے ہونٹوں تک پسینہ ہوگا۔ اس طرح لوگ اپنے پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ حشر کے دن کی اس گرمی سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔ آمین۔ اس لئے بزرگوں نے فرمایا کہ یہ دعا کیا کرو کہ:

اے اللہ! جس دن آپ کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا مجھے اس دن اپنے عرش کا سایہ عطا فرما۔

عرش کے سائے والے سات افراد

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائیں گے۔ ان میں سات قسم کے لوگوں کا بطور خاص ذکر فرمایا:

(۱) ایک وہ نوجوان جس نے اپنی جوانی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزاری ہو اور بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ نے اس کو عبادت کا ذوق عطا فرمایا ہو۔

(۲) دوسرے وہ شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں اٹکا ہوا ہو۔ ایک نماز پڑھ کر گھر گیا اب دوسری نماز کی فکر اور اس کا انتظار لگ گیا کہ مجھے دوبارہ مسجد میں جانا ہے۔

(۳) تیسرے وہ شخص جس کو کسی صاحب منصب اور حسن و جمال والی عورت نے گناہ کی دعوت دی ہو لیکن اس نے جواب میں کہا ہو کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔

(۴) چوتھے وہ شخص جس نے دوسرے شخص سے صرف اللہ کے لئے محبت کی ہو کسی دنیاوی غرض کے لئے دوستی اور محبت نہ کی ہو۔

(۵) پانچویں وہ شخص جس نے دائیں ہاتھ سے اس طرح صدقہ دیا ہو کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلا ہو کہ کیا دیا ہے۔

(۶) چھٹا وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کے نتیجے میں اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

(۷) ساتویں امام عادل۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائیں گے۔ اس لئے سر کا مسح کرتے وقت یہ دعا کرنی چاہئے کہ یا اللہ! مجھے اس دن عرش کا سایہ عطا فرما جس دن عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

(صحیح بخاری، کتاب الاذان و فضل المساجد باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ، حدیث نمبر ٦٦٠)

گردن کے مسح کے وقت کی دعا

اس کے بعد جب آدمی گردن کا مسح کرے تو یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِيْ مِنَ النَّارِ۔

اے اللہ! میری گردن کو آگ (جہنم) سے آزاد کر دیجئے۔

دایاں پاؤں دھوتے وقت کی دعا

اس کے بعد جب داہنا پاؤں دھوئے تو یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمَيَّ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ فِيْهِ الْاَقْدَامُ۔

اے اللہ! میرے پاؤں کو اس دن پل صراط پر ثابت قدم رکھئے گا جس دن وہاں پر لوگوں کے پاؤں پھسل رہے ہوں گے۔

یہ پل صراط جہنم کے اوپر ایک پل ہے جس سے گزر کر آدمی جنت میں جائے گا۔ جو لوگ جہنمی ہوں گے ان کے پاؤں اس پل پر پھسل جائیں گے جس کے نتیجے میں وہ جہنم کے اندر جا گریں گے۔

پل صراط پر ہر ایک کو گزرنا ہوگا

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جہنم میں آنکڑے لگے ہوئے ہیں جب کوئی جہنمی اس پل کے اوپر سے گزرے گا تو نیچے سے آنکڑا آ کر اس کو کھینچ کر جہنم میں گرا دے گا۔ العیاذ باللہ العلی العظیم۔ یہ وقت بہت سخت ہوگا اور ہر

شخص کو اس پل پر سے گزرنا ہو گا۔

(صحیح بخاری۔ کتاب الاذان۔ باب فضل السجود حدیث نمبر ۸۰۶)

قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝

(سورۃ مریم، آیت ۷۱)

یعنی تم میں سے ہر شخص کو جہنم پر سے گزرنا ہی ہے چاہے وہ مومن ہو یا کافر ہو نیک ہو یا برا ہو۔ لیکن اگر اس کے اعمال اچھے ہوں گے اور وہ اطاعت گزار ہو گا تو وہ بجلی کی طرح تیزی سے اس پل پر سے گزر جائے گا۔ جہنم کی کوئی تپش اس کو نہیں پہنچے گی لیکن اگر وہ کافر ہو گا یا فاسق و فاجر ہو گا تو اس صورت میں جہنم کے آنکڑے اس کو اپنی طرف کھینچ لیں گے۔ اس لئے بزرگوں نے فرمایا کہ یہ دعا کیا کرو کہ اے اللہ! مجھے اس دن ثابت قدم رکھئے گا جس دن لوگوں کے پاؤں پھسل رہے ہوں گے۔

بایاں پاؤں دھوتے وقت کی دعا

اس کے بعد جب بایاں پاؤں دھوئے تو یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِيْ مَغْفُوْرًا وَّسَعْيِيْ مَشْكُوْرًا وَّتِجَارَتِيْ لَنْ تَبُوْرَ.

اے اللہ! میرے گناہوں کی مغفرت فرما دیجئے اور میں نے جو کچھ عمل کیا ہے اپنے فضل سے اس کا اجر مجھے عطا فرمائیے اور جو میں نے تجارت کی ہے یعنی جو زندگی گزاری ہے جو حقیقت میں تجارت ہی ہے اس کا نتیجہ آخرت میں ظاہر ہونے والا

ہے۔ تو اے اللہ تعالیٰ! میری زندگی کی تجارت کو گھاٹے کی تجارت نہ بنایئے گا بلکہ نفع کی تجارت ہو کر آخرت میں اس کا اجر مجھے مل جائے۔

بہرحال! بزرگوں نے فرمایا کہ وضو کے دوران یہ دعائیں پڑھتے رہنا چاہئے۔ بہترین دعائیں ہیں۔ حضور اقدس ﷺ سے بھی دوسرے مواقع پر ان دعاؤں کا پڑھنا ثابت ہے۔ اگرچہ وضو کے وقت پڑھنا ثابت نہیں۔ اگر ان میں ایک دعا بھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی تو انشاء اللہ تعالیٰ بیڑہ پار ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے حق میں یہ ساری دعائیں قبول فرمائے۔ آمین۔ دعاؤں کے عربی الفاظ یاد کرلیں اور جب تک عربی الفاظ یاد نہ ہوں، اس وقت تک اردو ہی میں مانگ لیں تو اس وضو کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ظاہری صفائی کے ساتھ ساتھ باطنی صفائی بھی کریں گے۔

مسواک کی فضیلت

وضو کے دوران تین اعمال اور ہیں جو حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہیں۔ ایک یہ کہ مسواک کرنا۔ حدیث شریف میں اس کی انتہائی فضیلت آئی ہے۔ ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے یہاں تک فرمایا کہ:

لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَ مَرْ تُھُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ

(صحیح بخاری، کتاب الجمعۃ، باب السواک یوم الجمعۃ حدیث نمبر ۸۸۷)

فرمایا کہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میری امت مشقت میں پڑ جائے گی تو میں ہر

نماز کے وقت مسواک کرنا ان کے اوپر فرض کر دیتا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ جو نماز مسواک کے ساتھ پڑھی گئی ہو وہ اس نماز کے مقابلے میں ستر گناہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے جو بغیر مسواک کے پڑھی گئی ہو۔

(کنز العمال۔ کتاب الطھارۃ۔ السواک حدیث نمبر ۲۶۱۷۶)

مسواک کے فوئدے

اور بزرگوں نے فرمایا کہ مسواک کے ستر سے زیادہ فوائد ہیں۔ اور اس میں سے ادنیٰ فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ منہ صاف ہو جاتا ہے اور دانت صاف ہو جاتے ہیں۔ اور آجکل کی سائنس نے یہ ثابت کیا ہے کہ مسواک سے زیادہ بہتر دانتوں اور مسوڑھوں کے لئے کوئی اور چیز نہیں۔ مسواک کا ادنیٰ فائدہ تو یہ ہے اور مسواک کا اعلیٰ ترین فائدہ یہ ہے کہ جو شخص مسواک پابندی سے کرنے کا عادی اور پابند ہو گا اللہ تعالیٰ مرتے وقت اس کو کلمہ نصیب فرمائیں گے۔ اور یہ وہ فضیلت ہے جس کے لئے لوگ ساری زندگی دعائیں کرتے ہیں۔ کہ یا اللہ میرا ایمان پر خاتمہ ہو اور مرنے کے وقت کلمہ نصیب ہو۔ مسواک کرنے والے کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے۔ لہٰذا وضو کرتے وقت مسواک کرنی چاہئے۔

ٹوتھ برش کا استعمال

آجکل ٹوتھ برش کے ذریعہ لوگ دانت صاف کرتے ہیں۔ اس کے ذریعہ دانت صاف کرنے کی سنت تو ادا ہو جاتی ہے لیکن مسواک کرنے کی سنت مسواک ہی سے ادا ہوتی ہے۔ لہٰذا مسواک کا بھی کا اہتمام کرنا چاہئے۔ بعض صحابہ

کرام سے منقول ہے کہ وہ اپنے کان کے اوپر مسواک رکھا کرتے تھے اور جب نماز کا وقت آیا فوراً مسواک کر لی ___ بہرحال مسواک کا بہت اہتمام کرنا چاہئے۔ بڑی برکت کی چیز ہے۔ ہم لوگوں کو ان مسنون اعمال کے فضائل اور برکات کا اندازہ نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ دیدۂ بینا عطا فرمائے تب پتہ چلے کہ اس میں کتنے انوار و برکات پوشیدہ ہیں۔ بس تھوڑی توجہ اور دھیان کی ضرورت ہے۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الطھارۃ، باب السواک، حدیث نمبر ۴۷)

وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا

وضو کے بعد حضور اقدس ﷺ نے دو عمل مستحب قرار دیئے۔ ایک یہ کہ وضو سے بچا ہوا پانی پی لیا جائے۔ اگرچہ ایک گھونٹ ہی پی لے ___ اور خود حضور اقدس ﷺ نے ایسا کیا۔ اور حضرت علیؓ نے باقاعدہ لوگوں کو وضو کر کے اس کا طریقہ سکھایا۔ اور وضو کے بعد پانی پی کر دکھایا کہ حضور اقدس ﷺ وضو کے بعد تھوڑا سا پانی پی لیا کرتے تھے ___ البتہ لوگوں میں مشہور یہ ہے کہ وضو کے بعد پانی کھڑے ہو کر پینا چاہئے۔ اس کی زیادہ فضیلت اور زیادہ ثواب ہے۔ یہ بات صحیح نہیں۔ ہر پانی کو بیٹھ کر پینا سنت ہے چاہے وہ وضو کا پانی ہو۔ یا زمزم کا پانی ہو۔ افضل یہ ہے کہ ان کو بھی بیٹھ کر پیا جائے۔ اگرچہ کھڑے ہو کر پینا بھی جائز ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الاشربۃ، باب الشرب قائما، حدیث نمبر ۵۶۱۲)

وضو کے بعد رومالی پر چھینٹے مارنا

دوسرا عمل یہ ہے کہ وضو کے بعد ذرا سا پانی لے کر شلوار یا پاجامہ کی رومالی پر تھوڑے سے چھینٹے مار لے۔ یہ بھی نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ اور صحابہ کرام نے اس پر عمل فرمایا ___ اس عمل کی حکمت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی بہتر طور پر جانتے اور سمجھتے ہیں ___ لیکن ہمارے بزرگ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ جو حکم دیا کہ وضو کا بچا ہوا پانی پی لو اور پانی کا چھینٹا رومالی پر مارو۔ اصل میں اس میں ایک عجیب حکمت ہے وہ یہ کہ جب تم نے وضو کر لیا تو وضو کے دوران تم نے ہاتھ دھو لئے۔ منہ دھویا، سر کا مسح کیا۔ پاؤں دھوئے یعنی ظاہری اعضاء کو صاف کر لیا۔ حالانکہ مومن کیلئے ضروری ہے کہ اس کے ظاہری اعضاء سے زیادہ اس کا باطن پاک ہو۔ اور باطن کے اندر نورانیت پیدا ہو۔ باطن کے اندر اللہ تعالیٰ انوار و برکات عطا فرمائیں۔ اور گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

(سنن النسائی۔ کتاب الطھارۃ باب النضح حدیث نمبر ۱۳۴)

اس شخص کے لئے جنت کی ضمانت ہے

جیسا کہ احادیث میں آتا ہے کہ گناہوں کے سرچشمے دو ہیں۔ ایک منہ اور دوسرے شرمگاہ۔ چنانچہ ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

مَنْ یَضْمَنْ لِیْ مَا بَیْنَ لِحْیَیْهِ وَمَا بَیْنَ رِجْلَیْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ.

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق۔ باب حفظ اللسان۔ حدیث نمبر ۶۴۷۴)

فرمایا کہ جو شخص مجھے دو چیزوں کی ضمانت دیدے ایک وہ چیزوں جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے یعنی زبان دوسرے وہ چیز جو اس کے دونوں پیروں کے درمیان ہے یعنی شرمگاہ تو میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں ـــــ بے شمار گناہ وہ ہیں جن کا تعلق یا تو زبان سے ہے یا شرمگاہ سے ہے۔

میرے باطن کو بھی پاک کر دے

بہر حال! حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں کہ یہ جو اس عمل کو سنت قرار دیدیا کہ جب وضو کر چکو تو ایک گھونٹ پانی پی لو۔ یہ درحقیقت اس بات کی طرف اشارہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے ایک دعا ہے کہ یا اللہ آپ نے میرے ظاہری اعضاء تو پاک کر دیئے۔ اپنی رحمت سے میرے منہ کو بھی پاک فرما دیجئے۔ اور میرے باطن کو بھی پاک فرما دیجئے ـــــ اور رومالی پر پانی چھینٹے مارنا اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ یا اللہ آپ نے میرے ظاہر کو تو پاک کر دیا آپ میرے باطن کو بھی پاک کر دیجئے کہ میں اپنے ان گناہوں کے سرچشموں کو گناہوں میں استعمال کرنے سے محفوظ ہو جاؤں ـــــ بہر حال ان اعمال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔

خلاصہ

یہ ہے "اسباغ الوضوء" وضو کو کامل اور مکمل کرنا۔ اگر پہلے جس طرح آپ وضو کرتے تھے اس کے بجائے اس طریقے سے وضو کریں گے۔ جو طریقہ میں نے بتایا۔ اس میں شاید ایک دو منٹ زیادہ خرچ ہو جائیں۔ لیکن یہ وضو اس طرح کا

وضو ہو جائے گا۔ جس کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی کہ:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ تَمَامَ الْوُضُوْءِ۔

(کنز العمال کتاب الطھارۃ اذکار الوضوء۔ حدیث نمبر ۲۶۹۸۸)

اے اللہ! میں آپ سے وضو کے کامل ہونے کا سوال کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ____ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

●●●

●

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یومِ جمعہ کی فضیلت اور اسکے اعمال

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

خطاب	:	شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
ضبط و ترتیب	:	مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب
تاریخ خطاب	:	۱۶۔ جولائی ۱۹۹۲ء
مقام	:	جامع مسجد بیت المکرم، گلشن اقبال
بروز	:	جمعہ
بوقت	:	بعد نماز عصر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یومِ جمعہ کی فضیلت اور اسکے اعمال

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ!

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ، فَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ وَمَنْ مَسَّ الْحَصَا فَقَدْ لَغَا

(ریاض الصالحین، باب بیان کثرۃ طرق الخیر۔ حدیث نمبر ۱۳۸)

(صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ۔ باب فضل من استمع وانصت فی الخطبۃ۔ حدیث نمبر ۸۵۷)

تمہید

یہ باب اس موضوع پر کافی عرصہ سے چل رہا ہے کہ اس باب ان اعمال کو بیان کیا گیا ہے جن کے ذریعہ انسان کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور انسان کے نامہ اعمال میں نیکیوں کا اضافہ کرتے ہیں۔ اس کے ذریعہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ نیکی ایک کام میں منحصر نہیں۔ بلکہ نیک اعمال کی بے شمار قسمیں ہیں۔ اور ان سب اعمال کا انسان کو اہتمام کرنا چاہئے۔ اسی سلسلے کی یہ حدیث ہے۔ جو حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص وضو کرے۔ اور اچھی طرح وضو کرے۔ اور پھر جمعہ کی نماز کے لئے آئے، اور وہاں آکر جمعہ کے خطبہ کو غور سے سنے اور خاموش بیٹھا رہے تو اس کے لئے اس جمعہ سے لے کر اگلے جمعہ تک اور اس سے بھی تین دن زیادہ تک اس کے گناہوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

جمعہ کے دن کی اہمیت اور فضیلت

الحمدللہ، جمعہ کی نماز پڑھنے کی اللہ تعالیٰ اکثر مسلمانوں کو توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔ لیکن ہمیں اس کی اہمیت اور فضیلت کا احساس نہیں۔ اس وجہ سے جمعہ کی ساعات کو فضول کاموں میں صرف کر دیتے ہیں۔ یاد رکھئے۔ احادیث میں اس جمعہ کے دن کو "سید الایام" کہا گیا ہے۔ یعنی تمام دنوں کا سردار، اور اللہ تعالیٰ بڑے بڑے عظیم الشان کاموں کے لئے جمعہ کے دن کا انتخاب فرمایا ہے۔

(ابن ماجۃ۔ کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا۔ باب فی فضل الجمعہ، حدیث نمبر ۱۰۸۴)

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن پیدا فرمایا۔ اور جمعہ کے دن ہی ان کو جنت میں داخل فرمایا۔ اور جمعہ کے دن ہی ان کو دنیا میں بھیجا۔ اور جمعہ کے دن ہی قیامت آئے گی اور جمعہ کے دن ہی میدان حشر قائم ہوگا۔

(صحیح مسلم، کتاب الجمعہ، باب فضل یوم الجمعہ حدیث نمبر ۸۵۴)

بہرحال، اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے عظیم الشان کاموں کے لئے جمعہ کے دن کا انتخاب فرمایا۔ اور اس کو سید الایام قرار دیا۔ اور اس جمعہ کو مسلمانوں کے لئے عید کا دن قرار دیا۔

انسان کا اصل کام صرف عبادت تھا

اس کی حقیقت بزرگوں نے یہ بیان فرمائی ہے کہ ہمارا اور آپ کا اصل کام تو عبادت تھا۔ جیسا کہ قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

(سورۃ الذریات: ۵۶)

کہ میں نے انسان اور جنات کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ بلکہ ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ

(سورۃ التوبۃ: ۱۱۱)

کہ ہم نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال سب جنت کے عوض خرید

لئے ہیں۔ لہٰذا اب نہ یہ جان تمہاری ہے اور نہ مال تمہارا ہے۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اور ان سب کا معاوضہ آخرت میں جنت کی شکل میں تمہیں ملنے والا ہے۔ لہٰذا یہ جان بھی ہماری نہیں۔ اور یہ مال بھی ہمارا نہیں۔ اب اگر اللہ تعالیٰ ہمیں یہ حکم دیتے کہ دن کے ۲۴ گھنٹے اور ہفتے کے سات دن اور مہینے کے تیس دن، اور سال کے بارہ مہینے ہر وقت عبادت میں لگے رہو۔ تو یہ کوئی ظلم کی بات نہیں تھی۔ اس لئے کہ جان تو ہم اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت کر چکے۔

تم اس جان کو جائز کاموں میں استعمال کرو

لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ کرم ہے اور ان کا انعام ہے کہ انہوں نے ہماری جان خرید بھی لی۔ اور اس کا اتنا بڑا معاوضہ بھی طے کر لیا کہ اس کا معاوضہ جنت ہے۔ اور پھر یہ جان ہمیں واپس بھی کر دی کہ اس کو تم اپنے کاموں میں استعمال کرو۔ اپنے مفادات میں استعمال کرو۔ دنیا کے کام دھندوں کی بھی اجازت دیدی۔ روزی کماؤ، کاروبار کرو، بیوی بچوں کے ساتھ ہنسو بولو، عزیز و اقارب سے ملو، دوست احباب کے ساتھ اٹھو بیٹھو۔ یہ سب تمہارے لئے جائز ہیں ــــــ البتہ چند کاموں کا حکم دے دیا کہ پانچ وقت نماز پڑھ لیا کرو۔ اور فلاں فلاں گناہوں سے بچا کرو۔ باقی یہ جان تمہاری ہے تم اس کو جائز کاموں میں استعمال کرو ــــــ اللہ تعالیٰ کے کرم کا کیا ٹھکانہ ہے۔

جمعہ کے دن عبادت زیادہ کرو

لیکن ساتھ ساتھ ہمیں غفلت سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ ایام

ایسے مقرر کر دیئے ہیں کہ کم از کم ان ایام میں اصل حقیقت اور اصل کام کی طرف لوٹ آؤ۔ وہ ہے ''عبادت'' اور ان ایام میں عبادت کا کام زیادہ انجام دو۔ جمعہ کے دن کو پورے ہفتہ میں مقرر فرمایا گیا۔ اس کا منشا بھی درحقیقت یہ ہے کہ جو اللہ کے بندے پورے ہفتے دنیاوی کاموں میں مشغول رہے کوئی ملازمت کر رہا ہے کوئی تجارت کر رہا ہے کوئی زراعت کر رہا ہے۔ لہٰذا ہفتہ میں ایک دن چھٹی کرو۔ اور چھٹی اس لئے کرو کہ زندگی کا جو اصل مقصد تھا ''عبادت'' اس کی طرف لوٹ آؤ۔ اور اسی دن میں عام دنوں کے مقابلے میں زیادہ عبادت کرو۔ چونکہ چھٹی کا دن ہے اس لئے اس کی بھی اجازت ہے کہ تھوڑی بہت تفریح بھی کر لو۔ اور کچھ اپنی ذاتی ضروریات بھی پوری کر لو۔ لیکن اس بات کا لحاظ رہنا چاہئے کہ یہ جمعہ کا دن چونکہ اپنے اصل مقصد زندگی کی طرف لوٹنے کا دن ہے اس لئے عام دنوں کے مقابلے میں اس میں عبادت زیادہ کر لو۔

جمعہ کے دن کی عبادات

عبادت کے لئے ایک تو مردوں پر جمعہ کی نماز فرض فرما دی۔ اور کچھ دوسرے اعمال کرنے کے لئے بتا دیئے۔ مثلاً یہ کہ اس دن غسل کرنا سنت ہے۔ اور یہ غسل کرنا صرف مردوں کے لئے سنت نہیں بلکہ عورتوں کے لئے بھی غسل کرنا سنت ہے۔ حالانکہ عورتوں پر جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے ___ اسی طرح جمعہ کی نماز کے لئے جانے سے پہلے مردوں کے لئے خوشبو لگانا سنت ہے ___ اسی طرح افضل یہ ہے کہ جمعہ کی نماز کے لئے جتنا جلد ہو سکے مسجد میں پہنچ جاؤ۔ یہاں تک کہ حدیث

شریف میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص دن کے اول حصے میں مسجد میں پہنچ گیا تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اونٹ قربان کیا۔

(صحیح بخاری۔ کتاب الجمعہ باب الاستماع الی الخطبۃ۔ حدیث نمبر ۹۲۹)

اس لئے جتنا جلدی ہو سکے مسجد میں پہنچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور خطبہ شروع ہونے سے پہلے پہلے مسجد میں پہنچنا لازم ہے۔ لہٰذا آدمی کو اس کا اہتمام کرنا چاہئے اور جمعہ کے دن نوافل زیادہ پڑھے، تلاوت زیادہ کرے اور حدیث شریف میں جمعہ کے دن سورۃ الکہف پڑھنے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اس لئے جمعہ کے دن سورۃ الکہف کی تلاوت کا اہتمام کرے۔

(صحیح بخاری۔ کتاب الجمعہ باب الساعۃ التی فی یوم الجمعہ۔ حدیث نمبر ۹۳۵)

اگر اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے تو جمعہ کے دن صلاۃ التسبیح پڑھنے کا اہتمام کرے۔ بہر حال عام دنوں کے مقابلے میں جمعہ کے دن عبادت کے اعمال زیادہ انجام دینا۔ یہ جمعہ کے دن کا مقصود ہے۔

(کنز العمال۔ ج ۱/۲۔ کتاب الاذکار۔ سورۃ الکہف۔ حدیث نمبر ۲۶۰۲)

جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی

لیکن ہم نے یہ سمجھا ہوا ہے کہ جمعہ کا دن تو چھٹی کا دن ہے۔ (جس زمانے میں یہ بیان ہوا تھا۔ اس زمانے میں اتوار کے بجائے جمعہ کو چھٹی ہوتی تھی) لہٰذا ہر چیز سے چھٹی ہوگئی۔ اب وہ چھٹی کا دن معصیتوں میں، گناہوں میں اور لہو ولعب میں۔ ناجائز کاموں میں صرف ہو رہا ہے۔ پھر حدیث شریف میں

فرمایا کہ جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ اس گھڑی میں انسان جو دعا مانگے اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرماتے ہیں۔

(صحیح بخاری، کتاب الجمعہ، باب الساعۃ اللتی فی یوم الجمعہ، حدیث نمبر ۹۳۵)

اور جس طرح شب قدر کی تعین نہیں فرمائی اسی طرح اس ساعت کی بھی تعین نہیں فرمائی۔ اور اس کی صراحت نہیں فرمائی کہ وہ ساعت کونسی ہے۔ تاکہ ایک مسلمان جمعہ کے دن کا زیادہ سے زیادہ حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں صرف کرے۔ اور دعا میں صرف کرے۔ اس ساعت کے بارے میں علماء کے مختلف قول ہیں۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ جس وقت امام جمعہ کی نماز پڑھانے کیلئے مسجد میں آتا ہے اس وقت سے لے کر نماز ختم ہونے تک کا جو وقت ہے وہ قبولیت دعا کا وقت ہے۔ اگرچہ مردوں کے لئے جب وہ مسجد میں بیٹھ کر خطبہ سن رہے ہوں۔ زبان سے دعا نہیں کرنی چاہئے۔ البتہ اس وقت دل دل میں دعا کرنے کی اجازت ہے۔ البتہ اس وقت عورتیں گھر میں دعا کر سکتی ہیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ جمعہ کے دن عصر سے مغرب تک کا جو وقت ہے وہ وقت دعا کی قبولیت کا وقت ہے اس میں دعا قبول ہوتی ہے۔ اس لئے بزرگوں کا معمول رہا ہے کہ وہ جمعہ کے دن عصر سے لے کر مغرب خاص طور پر اس بات کا اہتمام فرماتے کہ اس وقت میں کوئی نہ کوئی عبادت کا کام انجام دیں۔ مثلاً تلاوت، تسبیح، ذکر و اذکار اور دعا کا اہتمام فرماتے۔

(سنن الترمذی، ابواب الجمعہ، باب ما جاء فی الساعۃ التی ترجی فی یوم الجمعہ، حدیث نمبر ۴۸۹)

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ یہ جمعہ کا دن فضولیات میں گزارنے کے لئے نہیں ہے بلکہ اس مقصد کے لئے ہے کہ اس کو زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزارا جائے۔ اور زیادہ سے زیادہ اس دن میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے۔ اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کو استوار اور مضبوط کیا جائے ___ جو آدمی اس طرح کرے گا تو انشاء اللہ پورے ہفتے کے گناہ اور مزید تین دن کے گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ___ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

•••

•

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دوسروں پر ظلم سے بچیئے

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

خطاب	:	شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
ضبط وترتیب	:	مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب
تاریخ	:	۲۰۔دسمبر ۱۹۹۱ء
بروز	:	جمعہ
بوقت	:	بعد نماز عصر
مقام	:	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

دوسروں پر ظلم سے بچئے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ!

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز: آگے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نیا باب قائم فرمایا ہے "بَابُ تَحْرِيْمِ الظُّلْمِ وَالْاَمْرِ بِرَدِّ الْمَظَالِمِ"۔ یعنی ظلم کے حرام ہونے کے بیان میں، اور اگر کسی شخص نے ظلم کیا ہو تو اس کو تلافی کرنے کے بیان میں۔۔۔ اتفاق سے یہ سارے ابواب علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ حقوق العباد سے متعلق بار بار قائم فرما رہے ہیں۔۔۔ دراصل یہ کتاب "ریاض الصالحین" علامہ نووی

رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف، طریقت، سلوک اور احسان کے بیان کے لئے لکھی ہے۔ بعض حضرات کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ تصوف اور طریقت کے ذکر سے ذہن میں ذکر، تسبیحات، اوراد و نوافل کا تصور آتا ہے۔ مجاہدات، مکاشفات اور مراقبات کا تصور آتا ہے۔ کشف و کرامت کا تصور آتا ہے اور یہاں اس کتاب میں ان چیزوں کا تو کوئی ذکر نہیں۔ کوئی بیان نہیں۔ بلکہ یہاں تو اس بات کا بیان ہے کہ زندگی کیسے گزارو، اور دوسروں کے ساتھ کیسے معاملات کرو۔

تصوف کی حقیقت

چونکہ لوگوں نے ''تصوف'' کو غلط سمجھ لیا اور جاہل پیروں نے اس کی غلط تشریح کردی ہے۔ اس لئے ذہنوں میں ''تصوف'' کا یہ مطلب بیٹھ گیا ____ ورنہ حقیقت میں ''تصوف'' اسی کا نام کا ہے کہ آدمی اپنی زندگی اس طرح گزارے جس میں حقوق اللہ بھی پوری طرح ادا ہوں اور حقوق العباد بھی پوری طرح ادا ہوں۔ کسی نے خواب کہا ہے کہ:

زتسبیح و سجادہ و دلق نیست
طریقت بجز خدمتِ خلق نیست

یعنی طریقت اور تصوف تسبیح، مصلّی اور گدڑی کا نام نہیں کہ آدمی نے تسبیح اٹھائی اور اس کو گھمانا شروع کردیا، یا مصلّی بچھایا اور نماز شروع کردی۔ اور درویشوں جیسا حلیہ اختیار کرلیا ____ یہ تصوف نہیں ____ بلکہ:

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست

کہ طریقت سوائے مخلوق کی خدمت کے اور کچھ نہیں۔

وہ شخص سیدھا جنت میں جائے گا

لیکن اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ خدانہ کرے کہ تسبیح، سجادہ، اور دلق کی تحقیر مقصود ہے ــــــ بلکہ دین یا تصوف کو ان چیزوں کے اندر منحصر سمجھ لینا درست نہیں۔ اس لئے کہ اگر کوئی شخص زندگی بھر نفل اور مستحب عبادت ایک بھی نہ کرے، بس فرائض، واجبات اور سنت مؤکدہ پر اکتفاء کرے اور ساتھ میں گناہوں سے پرہیز کرے اور اللہ تعالیٰ نے بندوں کے جو حقوق ہمارے ذمے رکھے ہیں ان کو ٹھیک ٹھیک بجالائے تو انشاء اللہ سیدھا جنت میں جائے گا۔ اس سے قیامت میں یہ سوال نہیں ہوگا کہ نفل نماز کیوں نہیں پڑھی؟ ــــــ دوسری طرف اگر کوئی شخص نفل نماز تو بہت پڑھے، لیکن ساتھ ساتھ گناہوں کا ارتکاب کرے اور اللہ کے بندوں کے حقوق پامال کرے تو باوجودیکہ اس نے ذکر بہت کیا، تسبیحات بہت پڑھیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں جاکر پہلے اپنے اعمال بد کا صلہ بھگتنا ہوگا۔

پہلی عورت جہنم میں، دوسری جنت میں

ایک حدیث شریف میں یہ واقعہ آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دو خواتین کا ذکر کیا گیا۔ ایک خاتون کے بارے میں کہا گیا کہ یہ خاتون دن رات عبادت کرتی رہتی ہے، نفل پڑھتی ہے، ذکر کرتی ہے۔ تسبیحات پڑھتی ہے اور فرض نمازوں کی پابندی کرتی ہے ــــــ لیکن ساتھ میں وہ خاتون دوسروں کی غیبت بھی

کرتی ہے۔ اور ایک دوسری خاتون ہے جو نفلی عبادت تو زیادہ نہیں کرتی۔ لیکن اپنی زبان سے کسی کو تکلیف نہیں دیتی۔ کبھی کسی کی غیبت نہیں کرتی ــــ ان دونوں خواتین میں سے کون افضل ہے؟ اور کس کا کیا انجام ہوگا؟ ــــ نبی کریم ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ دوسری عورت جنت میں ہے، اور پہلی عورت جہنم میں ہے۔ــــ

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مقام بلند

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے درجے کے شاگرد ہیں اور ہمارے پاس جو "فقہ حنفی" پہنچا ہے وہ سارا امام محمدؒ کے ذریعہ پہنچا ہے ــــ اس لئے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے براہ راست کوئی کتاب نہیں لکھی۔ لیکن ان کے شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بہت کتابیں لکھیں ــــ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو ان کتابوں کے ذریعہ پھیلایا ــــ اس لئے آج ہم سب ان کے ممنون احسان ہیں۔ اور انہوں نے اتنی کتابیں لکھی ہیں کہ روایات میں آتا ہے کہ اگر ان سب کتابوں کو جمع کیا جائے تو پورا ایک اونٹ کا بوجھ بن جائے ــــ

یہ تصوف کی کتابیں ہیں

بہرحال: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے کسی سوال کیا کہ حضرت۔ آپ نے اتنی ساری کتابیں لکھی ہیں، کتابوں کے انبار لگا دیئے لیکن ہمیں آپ کی کوئی کتاب تصوف کے موضوع پر نظر نہیں آئی؟ اس لئے کہ آپ نے ساری کتابیں فقہ کے موضوع پر لکھی ہیں ــــ جواب میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیوں؟ میں نے تو دسیوں

کتابیں تصوف پر لکھی ہیں۔ اس شخص نے پوچھا کہ کونسی کتاب؟ آپ نے فرمایا "کتاب البیوع" یعنی وہ کتاب جس میں میں نے تجارت کے احکام بیان کئے ہیں کہ کونسی تجارت حلال ہے اور کونسی تجارت حرام ہے؟ کس طرح بیچنا جائز ہے؟ اور کس طرح بیچنا ناجائز ہے؟ یہ بیع وشراء کے احکام پر مشتمل کتابیں تصوف ہی کی تو کتابیں ہیں ـــــــ

ظالم کا کوئی سفارشی نہیں ہوگا

درحقیقت تصوف کا، یا طریقت کا یا سلوک کا یا دین کا بحیثیت مجموعی یہ محدود تصور بڑا غلط تصور ہے ـــــــ اس لئے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب "ریاض الصالحین" تصوف ہی پر ہے۔ اس اعتبار سے کہ اس میں تصوف سے متعلق احادیث درج کی ہیں۔ لیکن وہ بار بار حقوق العباد سے متعلق مختلف "باب" لا رہے ہیں ـــــــ اسی ضمن میں یہاں ایک نیا باب قائم فرمایا ہے "باب تحریم الظلم" یعنی ظلم کے حرام ہونے بیان میں اور اس باب کا آغاز دو آیتوں سے کیا ہے، پہلی آیت یہ ہے۔

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿۱۸﴾

(سورۃ غافر: ۱۸)

کہ قیامت کے روز ظالموں کے لئے کوئی دوست نہیں ہوگا اور نہ کوئی ایسا سفارش کرنے والا ہوگا جس کی سفارش مانی جائے ـــــــ یعنی ان کو جہنم کے عذاب سے

بچانے کے لئے سفارش کرنے والا نہیں ہوگا، دوسری آیت یہ ہے۔

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿٧١﴾

(سورۃ الحج: ۷۱)

یعنی ظالموں کے لئے قیامت کے روز کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ ان دو آیتوں سے اس باب کا آغاز کیا۔ اس کے بعد مختلف احادیث لائے۔

ظلم قیامت کے دن اندھیریاں ہونگی

پہلی حدیث یہ ہے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاتَّقُوْا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ سَفَكُوْا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ۔

(ریاض الصالحین۔ باب تحریم الظلم حدیث نمبر ۲۰۳)

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم حدیث نمبر ۲۵۷۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ظلم سے بچو، اس لئے کہ ظلم قیامت کے دن ظلمتوں کا ذریعہ ہوگا۔ ظلمتیں اور اندھیریاں لے کر آئے گا ___ بلکہ ظلم قیامت کے دن اندھیریاں ہونگی۔ یعنی ظلم قیامت کے دن خود اندھیرے کی شکل میں متشکل ہوکر آئے گا۔ اس سے بچو۔

بخل نے امتوں کو تباہ کر دیا

دوسرا جملہ ارشاد فرمایا کہ بخل سے بچو۔ مال کی محبت، کنجوسی، اور بخل سے بچو۔ اس لئے کہ بخل نے تم سے پہلی امتوں کو بھی تباہ و برباد کیا ہے۔ کس طرح تباہ کیا؟ آگے فرمایا کہ اس بخل نے ان کو اس بات پر برانگیختہ کیا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے خون بہائیں۔ اور اس کے نتیجے میں انہوں نے حرام چیزوں کو حلال کیا۔ اور حرام کاموں کا ارتکاب شروع کر دیا ____ اس کے نتیجے میں وہ سب ہلاک اور تباہ ہو گئے بہرحال، اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے دو چیزوں سے بچنے کا حکم دیا۔ ایک ظلم اور دوسرے بخل۔ دونوں کے بارے میں تھوڑی سی تشریح عرض کرتا ہوں۔

"ظلم" کے لغوی معنی

ظلم کسے کہتے ہیں؟ عام طور پر ظلم کے بارے میں ہمارے ذہنوں میں یہ آتا ہے کہ کوئی شخص دوسرے شخص کو ناحق مارنا شروع کر دے، یہ ظلم ہے ____ خوب سمجھ لیجئے کہ شریعت کی اصطلاح میں ظلم صرف مار پیٹ کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ اگر عربی زبان کی لغت اور ڈکشنری اٹھا کر دیکھیں تو ظلم کے معنی یہ لکھے ہوئے ہونگے کہ:

وَضْعُ الشَّيْئِ فِيْ غَيْرِ مَحَلِّهٖ

یعنی کسی بھی چیز کو بے جگہ استعمال کرنا۔ جس جگہ کے لئے وہ چیز وضع نہیں ہوئی جس کام کے لئے اس کو بنایا نہیں گیا۔ اس کام میں اس چیز کو استعمال کرنا "ظلم" ہے

مثلاً کوئی شخص کسی جانور سے وہ کام لیتا ہے جس کے لئے وہ پیدا نہیں ہوا۔ یہ بھی ظلم ہے۔

گائے بولی: میں اس کام کے لئے پیدا نہیں کی گئی

صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے کہ صحابہ کرام کی ایک محفل میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پچھلی امتوں میں ایک شخص تھا۔ اس کے پاس ایک گائے تھی ـــــ وہ گائے تو اس مقصد کے لئے تھی کہ اس سے ہل چلاتا، یا اس سے دودھ نکالتا۔ ایک دن اس نے یہ کیا کہ اس گائے کو سواری بنا کر اس پر بیٹھ گیا۔ جس طرح گھوڑے پر بیٹھتے ہیں۔ اس طرح اس پر سواری شروع کر دی تو جب وہ شخص اس گائے پر بیٹھا تو گائے نے اس سے کہا۔

إِنَّا لَمْ نُخْلَقْ لِهٰذَا

(صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب حدیث الغار، حدیث نمبر ۳۴۷۱)

میں تو اس کام کے لئے پیدا نہیں کی گئی۔ یعنی جس کام کے لئے تم مجھے استعمال کر رہے ہو۔ میں اس کام کے لئے پیدا نہیں کی گئی ـــــ حضور اقدس ﷺ کی بات سن کر صحابہ کرام کے چہروں پر تعجب کے آثار ظاہر ہوئے کہ گائے کیسے بولی؟ گائے کی تو زبان نہیں ہوتی۔ وہ بول نہیں سکتی۔ اس نے یہ کیسے کہہ دیا کہ مجھے اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا؟ سرکار دو عالم ﷺ نے اس تعجب اور حیرت کے آثار محسوس کئے کہ گائے کیسے بولی ـــــ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں اس بات پر حیرت ہو رہی ہے کہ گائے نے کیسے بات کی۔ لیکن میں اس کی تصدیق کرتا

ہوں۔ اور ابوبکر و عمر اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس مجلس میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہا موجود نہیں تھے۔ اس کے باوجود آپ نے فرمایا کہ میں اس پر ایمان لاتا ہوں۔ اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا ایمان

اس سے اندازہ لگایئے کہ حضور اقدس ﷺ کو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ پر کتنا اعتماد تھا کہ آپ نے فرمایا کہ اور لوگوں کو اس بات پر حیرت ہو رہی ہے۔ لیکن ابوبکر اور عمر جب اس بات کو سنیں گے تو حیرت نہیں کریں گے کہ جب میری زبان سے سن لیا کہ ایک مخبر صادق نے یہ خبر دی ہے کہ ایسا ہوا ہے تو پھر ان کے دل میں کوئی وسوسہ، کوئی شک کوئی شبہ پیدا نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو ایمان کا وہ مقام عطا فرمایا تھا۔ اسی وجہ سے امام بخاریؒ اس حدیث کو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے مناقب کے باب میں لائے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی یہ بڑی عظیم الشان فضیلت ہے کہ مجلس کے اندر یہ دونوں موجود بھی نہیں۔ لیکن نبی کریم ﷺ ان کے بارے میں اس بھروسہ کے ساتھ فرما رہے ہیں کہ یہ دونوں حضرات بھی تصدیق کرتے ہیں یعنی اگر وہ اگر یہ بات سنیں گے تو ان کو حیرت نہیں ہوگی۔

حضرت ابوبکر ؓ کا واقعہ معراج کی تصدیق

حضرت ابوبکر ؓ کی شان تو یہ تھی کہ جس وقت نبی کریم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے۔ تو حضرت صدیق اکبر ؓ کو پتہ نہیں تھا کہ آپ معراج پر تشریف لے گئے ہیں۔ آپ معراج سے واپس بھی تشریف لے آئے اور اس کی خبر کچھ کافروں تک پہنچ گئی کہ حضور اقدس ﷺ یہ فرمار ہے ہیں کہ میں رات کے وقت سفر کر کے بیت المقدس گیا اور پھر وہاں سے سفر کر کے ساتوں آسمانوں تک گیا اور جنت اور دوزخ کی سیر کی ــــــ یہ سن کر کافروں نے مذاق اڑانا شروع کر دیا کہ دیکھو۔ حضور کیسی فضول باتیں کر رہے ہیں کہ رات بھر میں اتنا لمبا سفر طے کر لیا اور آسمانوں تک چلے گئے ــــــ ان میں سے ایک کافر کی حضرت صدیق اکبر ؓ سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت صدیق اکبر ؓ کو اس وقت تک پتہ نہیں تھا کہ حضور اقدس ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تھے۔ اس کافر نے حضرت صدیق اکبر ؓ سے کہا کہ جس پر ایمان لائے ہو پتہ بھی ہے کہ وہ کیا کیا باتیں کر رہے ہیں؟ حضرت صدیق اکبر ؓ نے پوچھا کہ کیا باتیں کر رہے ہیں؟ اس نے کہا کہ وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ آج رات میں چند لمحوں کے اندر یہاں سے بیت المقدس چلے گئے اور سارا سفر چند لمحوں میں طے کر لیا۔ ایسی خلاف عقل باتیں کر رہے ہیں۔ اب بھی تم ان کی اتباع کر رہے ہو؟ ــــــ حضرت صدیق اکبر ؓ نے فوراً کہا کہ کیا واقعی انہوں نے ایسا کہا ہے کہ رات کے چند لمحوں میں انہوں نے اتنا لمبا سفر کیا؟ اس نے کہا کہ ہاں! خود مجھ سے بتلایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں ان کی

اس بات کی تصدیق کرتا ہوں اور ایمان لاتا ہوں۔ اس لئے کہ چند لمحوں میں بیت المقدس تک چلا جانا یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ میں تو اس سے بڑی بات پر ایمان لا چکا ہوں کہ آسمان سے ان کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا پیغام لاتے ہیں۔ جب میں اس پر ایمان لا چکا ہوں تو یہ بیت المقدس تک چلا جانا اور وہاں سے واپس آجانا، یہ تو اس سے بہت معمولی بات ہے۔ میں اس پر ایمان لاتا ہوں ــــ یہ تھا ایمان کہ اگر آپ نے کہا ہے تو وہ غلط ہو ہی نہیں سکتا۔

(الخصائص الکبری للسیوطی ﷺ حدیث اسماء، صفحہ نمبر ۱۰۲)

ظلم کے معنی دوسرے کی حق تلفی کرنا

بہر حال، اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ جب اس شخص نے گائے پر سواری شروع کر دی تو گائے نے کہا کہ میں اس کام کے لئے پیدا نہیں کی گئی ــــ اس سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ یہ بھی ظلم کا ایک حصہ ہے کہ جس چیز کو جس کام کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔ جو اس کا مقصد تخلیق ہے اس کو اس سے ہٹا کر دوسری جگہ استعمال کرنا بھی ظلم ہے ــــ بہر حال: ظلم کے لفظی معنی یہ ہیں کہ کسی بھی چیز کو بے جگہ رکھنا، یا بے جگہ استعمال کرنا۔ اور شریعت کی اصطلاح میں ظلم کے معنی یہ ہیں کہ "کسی کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا جس سے دوسرے کی حق تلفی ہوتی ہو، وہ ظلم کے اندر داخل ہے۔ مثلاً کوئی شخص زبان سے ایسی بات کہہ رہا ہے۔ یا اپنے عمل سے کوئی ایسا کام کر رہا ہے جس سے دوسرے کی حق تلفی ہو رہی ہے تو یہ ظلم ہے اور یہ حرام ہے اور ظلم کی تمام وعیدیں جو حدیث میں ابھی آپ سنیں گے انشاء اللہ تعالیٰ

وہ سب وعیدیں اس پر صادق آتی ہیں۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں فرمایا کہ ظلم سے بچو۔ اس لئے کہ یہ ظلم قیامت کے دن اندھیرا بن کر آئے گا اور قیامت کے دن سب سے زیادہ ضرورت نور کی ہوگی۔ لیکن ظلم کرنے والوں کو نور نہیں ملے گا۔ ان کو اندھیریاں ملیں گی۔ اس سے بچنے کی ضرورت ہے۔

ظلم کی تلافی دنیا میں کرلو ورنہ آخرت میں!

اگلی حدیث یہ ہے کہ:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ اِلٰی اَهْلِهَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ. حَتّٰی یُقَادُ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ.

(ریاض الصالحین۔ باب تحریم الظلم حدیث نمبر ۲۰۴)

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة باب تحریم الظلم۔ حدیث نمبر ۲۵۸۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ قیامت کے روز اہل حقوق کے حقوق ضرور ادا کرو گے۔ یہاں تک کہ بے سینگ کی بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا۔ _____ اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اس دنیا میں جو کوئی شخص، خواہ وہ انسان ہو، یا حیوان ہو۔ وہ اگر کسی کی حق تلفی کرتا ہے اور دوسرے پر کسی بھی نوعیت کا ظلم کرتا ہے تو یا تو وہ اسی دنیا ہی کے اندر اس ظلم کی تلافی کر لے یا اس طرح کہ وہ اس ظلم کا بدلہ دیدے یا اس صاحب حق سے

معاف کرالے ــــ اگر اس دنیا میں تلافی نہیں کرے گا تو پھر آخرت میں تو یہ حق دنیا ہی دینا ہے۔

ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دیدی جائیں گی

کیسے یہ حق دینا ہوگا؟ اس کی تفصیل دوسری احادیث میں آئی ہے کہ وہاں حق ادا کرنے کا راستہ یہ تو نہیں ہوگا تو ہم سے پیسے لے لو۔ اور ہمارا حق معاف کر دو ــــ اس لئے کہ آخرت کی کرنسی تو نیکیاں ہیں۔ نیک اعمال ہیں۔ لہٰذا جو صاحب حق ہوگا۔ اس کا حق ادا کرنے کے لئے ظالم کی نیکیاں اٹھا کر اس کے نامہ اعمال میں ڈال دی جائیں گی۔ آگے ایک حدیث آرہی ہے اس میں یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے نامہ اعمال میں اتنی نیکیاں نہیں ہونگی کہ اس کے ذریعہ صاحب حق کو اس کا حق ادا کیا جاسکے تو جس مظلوم پر ظلم ہوا تھا اس کے گناہ اٹھا کر ظالم کے نامہ اعمال میں ڈال دیئے جائیں گے۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة۔ باب تحریم الظلم حدیث نمبر ۲۵۸۱)

ظالم کی چھوٹ نہیں، انسان ہو یا جانور

ان احادیث کے ذریعہ حضور اقدس ﷺ پہلے سے اس بات کی تاکید فرما رہے ہیں کہ دوسرے کے جو حقوق تمہارے ذمہ ہیں وہ تو ادا کرنے پڑیں گے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ظالم کو ظلم کرنے کے بعد کھلی چھٹی دیدی جائے۔ بلکہ ظلم کا بدلہ تو دینا ہوگا۔ اور جس مظلوم کی حق تلفی ہوئی ہے اس کا حق تو دلوایا جائے گا۔ چاہے دنیا میں

دیدے، ورنہ آخرت میں ہم دلوائیں گے ـــــ اور اس کی تاکید کے لئے اس حدیث میں فرمایا کہ انسانوں کا معاملہ تو بہت آگے ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دی ہے سمجھ دی ہے۔ انسان کو احکام کا مکلف بنایا ہے۔ جانور جن کے اندر عقل نہیں، تمیز نہیں، سمجھ نہیں، اور ان کو اللہ تعالیٰ نے حلال وحرام کا مکلف بھی نہیں بنایا۔ جنت اور دوزخ ان کے لئے نہیں ہے۔ اس کے باوجود دنیا میں جس جانور نے دوسرے جانور پر جو ظلم کیا ہوگا۔ قیامت کے دن اس جانور سے بھی بدلہ لیا جائے گا۔ گویا کہ ظالم کی چھوٹ نہیں ہوگی۔ چاہے وہ انسان ہو یا جانور ہو۔

جانوروں سے بھی بدلہ دلوایا جائے گا

چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ دنیا میں جو سینگ والی بکری تھی، اور اس نے بے سینگ کی بکری کو سینگ مارا تھا۔ اور اس کے نتیجے میں بے سینگ کی بکری پر ظلم ہوا۔ اس کا حق ضائع ہوا تو قیامت کے دن ان کو جہنم میں تو نہیں ڈالا جائے گا لیکن قیامت کے دن اس سینگ والی بکری سے بدلہ دلوایا جائے گا۔ اس کا طریقہ ہوگا کہ بے سینگ کی بکری سے کہا جائے گا کہ ہم تمہارے سینگ پیدا کر دیتے ہیں تم اس کو مار کر اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا بدلہ لے لو ـــــ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ جانوروں سے بدلہ دلوائیں گے تو انسانوں سے تو بطریق اولیٰ دلوائیں گے۔ لہٰذا یہ تو ہوگا، لہٰذا کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ میں دوسرے کا حق مار کر بچ جاؤں گا ایسا نہیں ہوگا۔ وہ بچ نہیں سکتا۔

حقوق اللہ توبہ سے معاف ہو سکتے ہیں

یہ جو گناہ اور نافرمانیاں ہیں۔ یہ تو حقوق اللہ ہیں ان کے اندر بچنے کا راستہ ہے کہ اگر انسان ان سے توبہ کر لے گا تو انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے۔ اگر کوئی ستر سال تک گناہ کرتا رہا۔ فسق و فجور میں مبتلا رہا۔ حقوق اللہ کے خلاف گناہوں کا ارتکاب کیا۔ ستر سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد اپنے گناہوں پر ندامت اور شرم ساری ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوا۔ اور رو کر گڑ گڑا کر عاجزی سے ندامت سے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لی۔ اور توبہ کر لی کہ یا اللہ! پچھلی زندگی کے سارے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں۔ آئندہ کے لئے عزم کرتا ہوں کہ یہ گناہ نہیں کروں گا۔ جس لمحہ یہ کام کر لیا، ستر سالہ زندگی کے سارے گناہ معاف ہو گئے۔ وہ گناہ نامہ اعمال سے مٹا دیئے جائیں گے گویا کہ وہ گناہ کئے ہی نہیں تھے۔ کتنا آسان معاملہ اللہ تعالیٰ نے حقوق اللہ کا رکھا ہے۔

حقوق العباد توبہ سے معاف نہیں ہوتے

لیکن ''حقوق العباد'' دوسروں کی حق تلفیاں، صرف توبہ کر لینے سے معاف نہیں ہوتیں۔ جب تک کہ تم اس کی تلافی نہ کر لو۔ یا جس کا حق تلف کیا ہے اس سے معافی نہ مانگ لو۔ بہر حال ____ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان احادیث کے ذریعہ تنبیہ فرما رہے ہیں کہ یا تو دنیا کے اندر یہ کام کر لو کہ جن کے حقوق تمہارے ذمے ہیں ان کے حقوق ادا کر دو، ورنہ پھر آخرت میں تو ادا کرنے ہونگے، یہ مت سمجھنا کہ آخرت میں

وہ بچ جائے گا۔

ظلم کا مفہوم ہمارے ذہنوں میں

علامہ نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو یہاں بیان فرما کر اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا کہ "ظلم" کے معنی یہ ہیں کہ کسی کا حق پامال کرنا، اور حق تلفی کرنا یہ ظلم ہے۔ لہٰذا عام طور پر ذہنوں میں "ظلم" کا یہ جو تصور بیٹھا ہوا ہے کہ کوئی شخص دوسرے کو مارے یا اس کو سزا دے یا اس کو باندھ کر رکھے۔ تو یہ ظلم ہے۔ صرف اتنی بات ظلم نہیں بلکہ دوسرے کا جو حق تم پر واجب ہے اس کو ادا نہ کرنا یہ ظلم ہے۔ البتہ ظلم کی بے شمار صورتیں ہیں۔ اگر آج ہم اپنے معاشرے کو دیکھیں تو یہ نظر آئے گا کہ ہمارا پورا معاشرہ ظلم سے بھرا ہوا ہے۔ اس لئے کہ دوسرے کے حق تلف کئے جا رہے ہیں اور اچھے خاصے پڑھے لکھے، نمازی، ذکر کرنے والے، وظیفے اور تسبیحات کرنے والے بھی ظلم میں مبتلا ہیں، اور ان کو یہ خیال تک نہیں آتا کہ ہم ظلم کر رہے ہیں۔

مفت کال کرنا ظلم ہے

ایک صاحب جو دین سے تعلق والے، ماشاء اللہ ان کے پاس علم بھی ہے اور نماز روزے کے پابند بھی۔ اہتمام سے مسجد میں جا کر باجماعت نماز پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ لیکن ان کے بارے میں معلوم ہوا کہ ٹیلیفون ایکسچینج میں ان کے کوئی دوست ہیں۔ ان سے تعلق قائم ہیں۔ اس دوست نے یہ سہولت ان کو فراہم کر رکھی ہے کہ جب آپ کو کسی دوسرے شہر یا دوسرے ملک میں ٹیلیفون کرنا ہو تو مجھ سے کہہ

دیا کریں میں آپ کا فون ملا دیا کروں گا۔ اور آپ اطمینان سے جتنی دیر چاہیں، بات کرلیا کریں۔ اور اس طریقہ پر مستقل طور پر یہ عمل ہو رہا ہے اور دوسرے ملک اور شہر میں گھنٹوں بات ہو رہی ہے اور ایک پیسہ بھی خرچ نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ وہ لائن ملانے والے ان کے دوست ہے اور اس طریقے پر مسلسل عمل جاری ہے ــــ یہ وہ صاحب ہیں جو دین کا علم رکھتے ہیں اور نماز روزے کے پابند ہیں۔

یہ بھی دوسرے کے مال کی چوری ہے

یہ بیماری تو پورے معاشرے میں پھیلی ہوئی ہے۔لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس عمل میں کیا خرابی ہے؟ مفت میں باتیں کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ یہ تو بہت اچھی بات ہوئی۔ یہ تو ہمارے درمیان دوستی اور تعلقات کی وسعت کی دلیل ہے ــــ اس شخص کو یہ پتہ نہیں کہ تم نے بغیر پیسوں کے بات تو کر لی۔لیکن اس عمل کے اندر تم نے کتنے انسانوں کے حقوق پامال کئے۔اور تم نے اس عمل میں کتنے بڑے ظلم کا ارتکاب کیا۔ اور تمہارا یہ عمل دو حال سے خالی نہیں ــــ میں نے سنا ہے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ جو لوگ یہ عمل کرتے ہیں وہ اس کال کا بل کسی دوسرے شخص کے بل میں داخل کر دیتے ہیں۔ اگر واقعتاً ایسا کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے اپنی مالی ذمہ داری کا بوجھ دوسرے شخص پر ڈال دیا۔گویا کہ دوسرے شخص کا مال تم نے غصب کرلیا اور اس کا مال تم نے چوری کرلیا۔ اور چوری کرنے کا گناہ اس عمل پر پورا صادق آرہا ہے ــــ اگر عام آدمی چوری کرتا تو ساری دنیا اس پر تھوتھو کرتی کہ یہ چور ہے اور یہ چوری چھپے جو چوری ہو رہی ہے اس کے بارے میں دل میں خیال ہی

نہیں آتا ہے یہ چوری ہو رہی ہے۔

حکومت کا پیسہ ناجائز استعمال کرنا خطرناک معاملہ ہے

اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اس لمبی کال کا بل دوسرے شخص کے بل میں تو نہیں ڈالتے بلکہ "حکومت" کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں۔ اور حکومت تو ماشاء اللہ اپنی ہے اگر حکومت کا ناحق خرچہ ہوتا ہے تو اس پر داروگیر کا سوال ہی نہیں۔ اس پر تو کسی ندامت کا احساس ہی نہیں ـــــ حالانکہ خوب سمجھ لیجئے کہ اگر حکومت کا پیسہ ناجائز طور پر استعمال کیا جاتا ہے تو وہ ایک آدمی کے پیسے ناحق استعمال کرنے کے مقابلے میں کہیں زیادہ برا ہے۔ اور اس سے کہیں زیادہ خطرناک اور سنگین ہے۔ اس لئے کہ اگر ایک آدمی کا حق پامال کرتے ہوئے اس کا پیسہ ناجائز استعمال کر لیا تو اس کی تلافی کا اگر کبھی خیال آیا تو تحقیق کر کے کہ فلاں آدمی کا پیسہ ہم نے ناجائز استعمال کر لیا تھا۔ جا کر اس سے معافی مانگ کر اس کی تلافی کرنا آسان ہے۔

حکومت کا پیسہ پوری قوم کا پیسہ ہے

لیکن حکومت کا جو پیسہ ہے وہ پوری قوم کے ایک ایک فرد کا پیسہ ہے۔ اگر حکومت کے پیسوں کو ناجائز طریقے پر استعمال کر لیا تو پھر اس کی تلافی کیسے کرو گے؟ کس کس سے معافی مانگتے پھرو گے؟ اس لئے کہ حکومت کا خزانہ کسی شخص کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتی۔ وہ ساری قوم کی امانت ہوتی ہے اس میں خیانت کرنے کے نتیجے میں اس کی تلافی تقریباً ناممکن ہے۔

اور جب قیامت کے روز حکومت کے پیسوں کی پوچھ گچھ اور سوال ہوگا اور اس کا بدلہ دلوایا جائے گا تو کیا اس وقت ساری قوم کے گناہ تم اپنے نامہ اعمال میں ڈالو گے؟ لہٰذا ایک آدمی کا حق تلف کرنے کے مقابلے میں پوری قوم کی دولت کو ناجائز استعمال کرنا بہت زیادہ سنگین معاملہ ہے۔

مدرسہ کا پیسہ بے شمار انسانوں کا پیسہ ہے

حضرت مولانا محمد منیر صاحب نانوتویؒ جو دارالعلوم دیو بند کے مہتمم تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے مدرسہ کا مہتمم بننے سے بہت ڈر لگتا ہے۔ اس لئے کہ اگر کسی دوسرے آدمی کے پیسوں کے معاملے میں کچھ اونچ نیچ ہو جائے اور بعد میں اس پر شبہ ہو جائے تو جا کر اس سے معافی مانگ لوں گا۔ اور جب وہ معاف کر دے گا تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ بھی معاف فرما دیں گے ــــ لیکن مدرسہ میں جو پیسہ آتا ہے وہ بے شمار انسانوں کا دیا ہوا چندہ ہے۔ کسی نے ۵ روپے دیئے، کسی نے ۱۰ روپے دیئے، کسی نے ہزار روپے دے دیئے۔ کسی نے دس ہزار دے دیئے ــــ اگر ان روپوں کو غلط اور ناجائز طریقے پر استعمال کیا تو میں کس کس سے معافی مانگتا پھروں گا۔ اور کہاں کہاں جاؤں گا۔ اس لئے مجھے مدرسہ کے پیسوں کی فکر عام آدمی کے پیسوں کی فکر سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور جب مدرسہ کے پیسوں کا یہ معاملہ ہے تو حکومت کے پیسوں کا معاملہ کتنا نازک ہوگا؟

مولانا محمد منیر صاحب کا ایک اور قصہ

انہی مولانا محمد منیر صاحب نانوتویؒ کا قصہ ہے، یہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی یادیں تازہ کر گئے ــــ یہ دارالعلوم دیو بند کے مہتمم تھے۔ ایک مرتبہ مدرسہ کے کس کام سے دہلی جانا ہوا۔ دہلی میں چند لوگوں نے مدرسہ کے لئے آپ کو چندہ دیا۔ اور چندہ کی رقم تقریباً تین ہزار روپے تھی۔ اس زمانہ کے تین ہزار روپے آج کے تین لاکھ سے بھی کہیں زیادہ بنتے ہیں۔ یہ رقم لے کر ریل کے ذریعہ سفر کر کے دیو بند آرہے تھے راستے میں وہ تین ہزار روپے چوری ہو گئے۔ اب یہ بہت غمگین اور پریشان ہوئے۔ جب دارالعلوم دیو بند پہنچے تو ان پیسوں کی فکر لگ گئی کہ اس کا انتظام کیسے کروں۔ چنانچہ کسی طرح لوگوں سے قرض لے کر تین ہزار روپے جمع کئے اور مدرسہ میں جمع کرا دیئے۔

مدرسہ کا پیسہ امانت ہے

لوگوں نے حضرت سے کہا کہ حضرت، یہ رقم تو آپ کے پاس امانت تھی اور امانت کا حکم شرعاً یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس کوئی امانت ہو وہ اپنی حد تک اس کی حفاظت کرے اور حفاظت کرنے میں کوتاہی نہ کرے۔ اور پھر بھی کسی غیبی آفت کی وجہ سے وہ امانت ضائع ہو جائے یا چوری ہو جائے تو امانتدار پر اس کا تاوان اور ضمان ادا کرنا واجب نہیں ہوتا ــــ اور مدرسہ کے جتنے مہتمم ہوتے ہیں وہ امین ہوتے ہیں۔ اس کا یہ تو فرض ہے کہ وہ اس کو حفاظت سے رکھے اور جس طرح انسان اپنے

مال کی حفاظت کرتا ہے اس طرح سے اس کی حفاظت کرے ____ لیکن مکمل حفاظت کے باوجود کسی نے چوری کرلی۔ یا ڈاکہ پڑ گیا یا اس مال میں آگ لگ گئی اور اس کے نتیجے میں وہ مال ضائع ہو گیا تو اس کا کوئی تاوان نہیں، کوئی ضمان نہیں۔ تاوان اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص اس کی حفاظت میں کوتاہی کرے، ورنہ تاوان نہیں ____

قرض لے کر تاوان ادا کیا

بہرحال، لوگوں نے ان سے کہا کہ حضرت، شرعاً آپ کے اوپر اس کا تاوان نہیں، اس لئے کہ وہ رقم آپ کے پاس امانت تھی۔ آپ نے حفاظت تو پوری کی یہ تو تقدیر کا معاملہ ہے کہ چور نے چوری کر لی۔ لہٰذا آپ اس کا تاوان ادا نہ کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ میرا دل نہیں مانتا۔ میں تو تاوان ادا کروں گا ____ چنانچہ کہیں سے قرض لے کر اس کا تاوان ادا کیا۔ چونکہ لوگوں کو پتہ تھا کہ یہ بیچارے مالی اعتبار سے زیادہ صاحب حیثیت نہیں ہیں۔ جب تین ہزار روپے قرض کر کے اپنی جیب سے بھریں گے تو نہ جانے کتنی معاشی مشکلات کا شکار ہوں گے۔

اگر ان کے ساتھ یہ واقعہ پیش آتا تو وہ کیا کرتے

چنانچہ ان لوگوں میں سے کسی شخص نے اس واقعہ کے بارے میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا جو دارالعلوم دیوبند کے سرپرست تھے۔ اور گنگوہ میں رہا کرتے تھے ان کو لکھا کہ ان کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ اور اب یہ اس

بات پر مصر ہیں کہ وہ یہ تاوان اپنی جیب سے ادا کریں گے۔ اس لئے آپ ان کو سمجھائیں اور مسئلہ بھی بتائیں کہ یہ رقم واپس کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور آپ کے ذمہ شرعاً تاوان نہیں آتا ـــــ چنانچہ حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ نے ان کے نام ایک خط لکھا کہ "میں نے سنا ہے کہ آپ کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آیا۔ افسوس ہوا۔ لیکن شرعی مسئلہ یہ ہے کہ آپ کے ذمہ کوئی تاوان نہیں ہے۔ لہٰذا آپ تاوان کی فکر میں زیادہ نہ پڑیں۔ اور اس کی وجہ سے آپ تکلیف نہ اٹھائیں ـــــ جب یہ خط حضرت مولانا محمد منیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا تو آپ نے وہ خط پڑھا۔ اور جو شخص خط لے کر آیا تھا اس سے کہا کہ بھائی، مولوی رشید احمد سے جا کر کہہ دینا کہ کیا ساری فقہ انہوں نے میرے واسطے پڑھی تھی؟ اس لئے مجھے فقہ کا مسئلہ بتا رہے ہیں کہ اس صورت میں تاوان نہیں آتا۔ ٹھیک ہے۔ فقہ کا یہ مسئلہ اپنی جگہ بالکل درست ہے لیکن ان سے یہ پوچھنا کہ اگر یہ واقعہ ان کے ساتھ پیش آتا تو وہ دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ وہ کیا کرتے؟ وہ تاوان دیتے یا نہیں؟ اس لئے کہ یہ بات ٹھیک ہے کہ مفتی تو یہ فتویٰ دیدے گا کہ اس صورت میں تاوان نہیں ہے۔ لیکن کیا پتہ! ہوسکتا ہے کہ مجھ سے حفاظت میں کچھ کوتاہی ہوگئی ہو۔ اور اس کی وجہ سے آخرت میں مجھ سے پکڑ ہو جائے اور جن لوگوں نے اخلاص کے ساتھ مدرسہ کے لئے یہ چندہ دیا تھا قیامت کے روز ان کے حقوق پامال کرنے والا نہ بن جاؤں۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی تنخواہ میں اضافہ

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس اللہ سرہ جو دار العلوم دیوبند کے

پہلے طالب علم اور بعد میں دارالعلوم دیو بند کے صدر مدرس ہوئے ـــــ اور یہ وہ شخص ہیں جنہوں نے دارالعلوم دیو بند کے بوریے پر بیٹھ کر پورے ہندوستان کا نقشہ بدلنے کا پروگرام بنایا تھا۔ تحریک ریشمی رومال اور "تحریک آزادی ہند" کے نام سے آپ نے تحریک کا آغاز کیا ـــــ آپ دارالعلوم دیو بند کے شیخ الحدیث تھے اور آپ کو ماہانہ دس روپے تنخواہ ملتی تھی۔ اور یہ تنخواہ مدت سے چلی آرہی تھی۔ مدرسہ کے حضرات نے آپس میں طے کیا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے استاد ہیں اور آپ کا اتنا بڑا مقام ہے اور اتنے عرصہ سے ان کی تنخواہ دس روپے چلی آرہی ہے اب کی تنخواہ میں کچھ اضافہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ دارالعلوم دیو بند کی مجلس شوریٰ نے یہ فیصلہ کر دیا کہ آئندہ ماہ سے آپ کی تنخواہ ۱۵ روپے ماہانہ ہوگی۔

میری تنخواہ اب کم ہونی چاہئے

جب مہینہ ختم ہوا اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ۱۰ روپے کے بجائے ۱۵ روپے پہنچے تو آپ نے پوچھا کہ یہ پندرہ روپے کیسے آگئے؟ ان کو بتایا گیا کہ مجلس شوریٰ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس ماہ سے آپ کی تنخواہ دس روپے کے بجائے پندرہ روپے ہوا کرے گی ـــــ آپ نے سن کر فرمایا کہ مجلس شوریٰ نے یہ کیا الٹا فیصلہ کر لیا؟ پہلے تو میں مدرسہ کو زیادہ وقت دیا کرتا تھا اور زیادہ اچھی طرح سبق پڑھایا کرتا تھا اور اب تو میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ اب تو نہ اتنی محنت کر پاتا ہوں اور نہ اتنا زیادہ وقت دے پاتا ہوں، اب تو تنخواہ کم ہونی چاہئے۔ زیادہ ہونے کا کیا سوال؟ ـــــ لوگوں نے کہا کہ حضرت! اب آپ کو اتنا تجربہ بھی حاصل ہو چکا ہے اور اتنے عرصہ سے آپ

یہ خدمت انجام دے رہے ہیں اس لئے آپ کی تنخواہ میں اضافہ کیا گیا ہے ____ اس وقت آپ نے باقاعدہ مہتمم مدرسہ کو درخواست لکھی کہ میری تنخواہ اس ماہ سے ۱۵ روپے کردی گئی ہے اور اس میں مدرسہ کا نقصان ہے اور براہ کرم میری تنخواہ حسب معمول ۱۰ روپے ہی رکھی جائے ____ تنخواہ بڑھانے کی درخواستیں تو آپ نے بہت سنی ہونگی لیکن یہاں تنخواہ کم کرنے کی درخواست دی جا رہی ہے۔ اور وہ درخواست مجلس شوریٰ میں پیش ہو رہی ہے ____ اور مجلس شوریٰ نے اس درخواست کو رد کر دیا کہ نہیں۔ اب آپ کی تنخواہ ۱۵ روپے ہی رہے گی ____ یہ بزرگان دین ایسی ایسی مثالیں قائم کر گئے ہیں۔ یہ دارالعلوم دیوبند ایسے ہی دارالعلوم دیوبند نہیں بن گیا اور یہ علماء دیوبند صرف تقریر کرنے سے علماء دیوبند نہیں بن گئے، بلکہ ایسے عمل سے، ایسے کردار سے اور ایسی سیرت سے بنے ہیں۔ ان حضرات کو یہ فکر تھی کہ ایک ایک پیسہ جو آرہا ہے اس کے بارے میں یہ فکر ہے کہ کہیں دوسرے کا حق میرے پاس نہ آجائے۔ اور ان پیسوں کے نتیجے میں کسی پر ظلم نہ ہو جائے۔

پہلے سامان کا وزن کرا کر کرایہ ادا کرنا ہے

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ جن کا نام ہم پڑھتے اور سنتے رہتے ہیں ____ آج ہم نے حضرت والا کے مواعظ اور ملفوظات تو پڑھنے شروع کر دیئے اور ان کے بیان کردہ تصوف کے رموز اور حقائق بیان کرنا شروع کر دیئے۔ لیکن دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ ان کا اخلاق اور کردار کیسا تھا؟ اور ان کے اعمال کیسے تھے؟ ایک مرتبہ حضرت والا سہارنپور سے تھانہ بھون ریل کے ذریعہ

جانا چاہتے تھے جب سہارنپور کے اسٹیشن پر پہنچے تو پلیٹ فارم پر گاڑی کھڑی تھی۔ اور روانہ ہونے والی تھی آپ کے پاس سامان زیادہ تھا۔ یعنی جتنا سامان ایک مسافر کو اضافی کرایہ دیئے بغیر لے جانے کی اجازت ہوتی ہے اس سے زیادہ سامان تھا۔ چنانچہ آپ سامان لے کر سامان بکنگ کرنے کے دفتر کی طرف چل پڑے۔ کسی نے کہا کہ حضرت ریل جانے کے لئے بالکل تیار ہے آپ نے فرمایا کہ پہلے سامان کا وزن کر کے ان کا اضافی کرایہ ادا کرنا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت: گاڑی چھوٹ جائے گی۔ آپ نے فرمایا کہ گاڑی چھوٹتی ہے تو چھوٹنے دو۔ لیکن سامان وزن کرائے بغیر میں سوار نہیں ہوں گا۔

مجھے اس سے بھی آگے جانا ہے

چنانچہ بکنگ آفس پہنچے تو وہاں لمبی لائن لگی ہوئی تھی۔ کسی ریلوے افسر نے دیکھ لیا کہ حضرت اس طرح سامان بک کرانے کے لئے لائن میں کھڑے ہیں اس نے آکر کہا کہ حضرت۔ یہ لائن لمبی ہے اور گاڑی جانے والی ہے۔ آپ فکر نہ کریں آپ کو کوئی نہیں پوچھے گا۔ آپ گاڑی میں سوار ہو جائیں ـــــ حضرت نے فرمایا کہ میں تو بک کراؤں گا۔ اس نے اصرار کیا کہ آپ چلئے، میں آپ کو بٹھاتا ہوں۔ اور میں بھی اسی گاڑی میں آپ کے ساتھ سفر کروں گا۔ حضرت نے پوچھا آپ کہاں تک میرے ساتھ جائیں گی ء؟ اس نے کہا میں ''جلال آباد'' تک ساتھ جاؤں گا۔ آپ نے پوچھا کہ جلال آباد کے بعد آگے کیا ہوگا؟ اس نے کہا وہاں سے دوسرا گارڈ آئے گا۔ میں اس کو بتادوں گا کہ آپ کا خیال رکھیں اور اطمینان سے اتار دیں۔ آپ

نے پوچھا کہ وہ کہاں تک جائے گا؟ اس نے کہا وہ ''دہلی'' تک جائے گا۔ اور تھانہ بھون اس سے پہلے آ جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں جب تھانہ بھون پر اتروں گا تو وہاں کیا ہوگا؟ اس نے کہا کہ ''جلال آباد'' سے سوار ہونے والے گارڈ سے میں کہہ دوں گا کہ وہ تھانہ بھون کے اسٹیشن ماسٹر سے کہہ دیں کہ وہ آپ کو چھوڑ دیں ــــ حضرت نے پوچھا کہ اچھا تھانہ بھون میں تو چھوٹ گیا۔ پھر آگے کیا ہوگا؟ اس نے کہا کہ آگے آپ کا گھر ہے آگے کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ اس سے بھی آگے ایک جگہ ہے جہاں پوچھ ہو سکتی ہے۔ اس نے پوچھا کہ وہ کونسی جگہ ہے؟ وہ جگہ وہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری ہوگی۔ وہاں پوچھ ہوگی کہ تم نے کرایہ ادا کئے بغیر زیادہ سامان کے ساتھ کیوں سفر کیا تھا؟ اور اگر وہاں کے لئے تم ذمہ داری لینے کے لئے تیار ہو تو بیشک میں سامان کا وزن کرائے بغیر سوار ہو جاؤں گا۔ تب اس گارڈ کو پتہ لگا کہ حضرت والا کہاں کی بات کر رہے ہیں ــــ ساری عمر اس پر عمل کیا کہ جب کبھی زائد وزن کے سامان کے ساتھ ریل کا سفر کیا تو آپ نے اس سامان کا وزن ضرور کرایا اور اس کا کرایہ ادا کیا۔ اس کے بعد سفر کیا ــــ اس لئے کہ یہ ریل گاڑی گارڈ کی ملکیت نہیں۔ یہ پوری قوم کی ملکیت ہے۔ اور جب تک اس گاڑی کا کرایہ ضابطہ کے مطابق ادا نہیں کرو گے، اس وقت تک تمہارے لئے سفر کرنا جائز نہیں۔ بلکہ ظلم اور حق تلفی ہے۔ آخرت میں تم سے اس کے بارے میں سوال ہوگا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ کا واقعہ

یہ تھے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، لوگوں نے یہ سمجھ لیا

کہ حضرت تھانوی ؒ تصوف کے معارف اور حقائق فرما گئے۔ بس اسی میں مست ہوتے رہو۔لیکن ان کی عملی زندگی کو نہیں دیکھتے کہ انہوں نے کیسی زندگی گزاری؟___ حضرت تھانوی ؒ کے ایک بہت بڑے خلیفہ جو حضرت والا کے خاص لوگوں میں سے تھے۔ اور حضرت نے ان کو خلافت بھی عطا فرمائی تھی___ان کا واقعہ سنئے___وہ ایک مرتبہ سفر کر کے حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ان کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا۔ آکر سلام عرض کیا اور بچے کو ملاقات کرائی۔ اور اس کے لئے حضرت سے دعا کرائی___ حضرت نے ان سے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ فلاں شہر سے ریل کے ذریعہ آرہا ہوں۔حضرت کی باریک بینی ملاحظہ کریں کہ حضرت نے ان سے پوچھا کہ یہ بچہ بھی تم ساتھ لائے ہو؟___ انہوں نے کہا: جی ساتھ لایا ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ اس بچے کی کیا عمر ہے؟ حضرت اس کی عمر کے ۱۳ سال ہونے والے ہیں۔ حضرت نے پوچھا کہ جب آپ نے ریل میں سفر کیا تو اس بچے کا ٹکٹ پورا لیا تھا یا آدھا لیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے آدھا ٹکٹ لیا تھا___ آپ نے پوچھا کہ آدھا ٹکٹ کیوں لیا تھا؟___اور آدھا ٹکٹ لینے کی کس عمر تک اجازت ہے؟___انہوں نے جواب دیا کہ ۱۲ سال کی عمر تک آدھا ٹکٹ لینے کی اجازت ہے۔۱۲ سال کے بعد ٹکٹ پورا لینا ہوتا ہے۔ آپ نے پھر آدھا ٹکٹ کیوں لیا؟___انہوں نے جواب دیا کہ حضرت یہ بچہ ویسے تو ۱۳ سال کا ہے لیکن دیکھنے میں چھوٹا لگتا ہے۔اس لئے میں نے اس بچے کا آدھا ٹکٹ لیا___ حضرت کہا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ معلوم ہوا کہ آپ کو دین کی ہوا بھی نہیں لگی۔

اس لئے آج سے آپ کی خلافت سلب ___ تمہیں جو خلیفہ بنایا تھا اور دوسروں کی اصلاح اور ارشاد کی جو اجازت آپ کو دی گئی تھی وہ واپس لی جاتی ہے ___ اس لئے کہ ۱۳ سال کے بچے کو تم نے ۱۲ سال کا بچہ ظاہر کر کے آدھے ٹکٹ پر سفر کرایا۔ یہ تم نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا۔ ناجائز طریقے سے ریل کو استعمال کیا۔ اس لئے تمہاری خلافت سلب کی جاتی ہے۔

آدھا ٹکٹ لینے پر خلافت سلب کر لی

آج کل تو یہ سمجھ لیا گیا جو شخص تسبیحات اور وظائف زیادہ کرتا ہو بس اس کو خلیفہ بنا دو۔ اور شاید یہ بات سنی ہو کہ کسی نے وظیفہ اور تسبیحات میں کمی کر دی تو شیخ صاحب ناراض ہو گئے ___ لیکن یہ مثال آپ کو حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کہیں نہیں ملے گی کہ صرف اس بات پر خلافت سلب کر لی کہ ریل کا ٹکٹ پورا لینے کے بجائے آدھا لیا ___ یہ سب دین ہے۔ یہ جو عمل ہے کہ پورے ٹکٹ پر سفر کرنے کے بجائے آدھے ٹکٹ پر سفر کر لیا۔ یہ شریعت کے حکم کی خلاف ورزی ہوئی۔ شریعت کے اسی حکم کے خلاف کر کے ظلم کیا، اس ظلم پر خلافت سلب کر لی۔

مجھے احسان کا درجہ حاصل ہو گیا ہے

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آئے۔ اور آ کر عرض کیا کہ حضرت: مجھے ''احسان'' کا درجہ حاصل ہو گیا ہے۔ ''احسان'' کا مطلب یہ ہے کہ تم اس طرح اللہ کی عبادت کرو کہ گویا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو۔ اور اگر تم

نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ بہرحال ان صاحب نے عرض کیا کہ حضرت: اللہ کے فضل کرم سے مجھے احسان کا مرتبہ حاصل ہو گیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ بڑی مبارک بات ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔ آمین ـــــ لیکن میں ایک بات آپ سے پوچھوں کہ کیا یہ ''احسان'' کا مرتبہ صرف نماز ہی میں حاصل ہوا ہے یا کسی اور جگہ بھی حاصل ہوا۔ یعنی اللہ کو دیکھنے کا مرتبہ کہ اللہ مجھے نظر آرہا ہے۔ یا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ یہ بات صرف نماز میں ہوتی ہے۔ یا جس وقت تم گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ معاملہ کرتے ہو اس وقت بھی یہ کیفیت حاصل ہوتی ہے یا نہیں؟ یا جس وقت بازار میں کاروبار کے لئے بیٹھتے ہو اس وقت بھی یہ کیفیت حاصل ہوتی ہے یا نہیں؟ جب تم دوسروں سے معاملات کر رہے ہوتے ہو، اس وقت بھی یہ کیفیت ہوتی ہے یا نہیں؟ ـــــ ان صاحب نے جواب دیا کہ ہم تو اب تک سمجھتے آرہے ہیں کہ ''احسان'' کا درجہ صرف نماز میں ہوتا ہے کہ جب آدمی نماز پڑھے تو یہ تصور کرے کہ اللہ تعالیٰ سامنے موجود ہیں۔

ہر جگہ یہ دھیان ہو کہ اللہ دیکھ رہا ہے

حضرت نے فرمایا کہ یہی تو ساری غلط فہمی ہے۔ ارے ''احسان'' کا تعلق صرف نماز کے ساتھ نہیں۔ بلکہ ہر حال میں اور ہر جگہ صفت ''احسان'' حاصل رہنا چاہئے۔ چاہے انسان مسجد میں ہو، یا بازار میں ہو، گھر میں ہو، یا دفتر میں ہو، یا سڑک پر ہو، سفر میں ہو، یا حضر میں ہو، ہر جگہ دل میں یہ دھیان ہو کہ ''اللہ'' مجھے دیکھ رہا ہے۔

بہر حال بندوں کے حقوق کی ادائیگی کا بہت خیال کرنا چاہئے کہ کہیں میرے پاس دوسرے کا پیسہ تو نہیں آ گیا ہے؟___ اس میں بڑے بڑے متقی کہلائے جانے والے اہل تقویٰ بھی مبتلا ہیں۔ جب چاہا سرکاری بجلی کا کنکشن لے لیا۔ اور کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ یہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟ حلال ہے یا حرام ہے؟ اسی عمل کے ساتھ سارے دین کے کام بھی ہو رہے ہیں۔ نمازیں بھی ہو رہی ہیں___ ہماری زندگی کے اندر بد دینی اور اس کا عذاب اور وبال اس راستے سے بے شمار طریقوں سے داخل ہو رہا ہے___ یاد رکھئے___ یہ مجلس جس میں ہم اور آپ بیٹھے ہیں۔ یہ کوئی رسمی وعظ اور تقریر کی مجلس نہیں۔ درحقیقت بزرگوں کی باتوں کے تکرار کی مجلس ہے۔ اور باہمی ایک دوسرے کو سمجھنے سمجھانے کی مجلس ہے۔ آپ کو خطاب کرنے سے پہلے میں اپنے آپ کو خطاب کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ یہ مجلس اس لئے ہے کہ ہم ان باتوں کو سوچیں۔ اور جو غلط چیزیں ہمارے معاشرے میں پھیل چکی ہیں ان کی اصلاح کی فکر کریں۔

بعض وہ کام جن کو آدمی گناہ ہی نہیں سمجھتا

بعض کام وہ ہوتے ہیں جن کو آدمی گناہ سمجھتا ہے۔ کہ وہ میں نے یہ گناہ کا کام کیا ہے اس کے بعد اس کے دل میں ندامت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ شرمندہ ہوتا ہے۔ اور اس سے توبہ کرنے کی توفیق ہو جاتی ہے___ مثلاً کسی شخص نے شراب پی لی۔ اگر وہ مسلمان ہے تو وہ اس شراب پینے کو برا سمجھے گا۔ اور اس کے دل میں ندامت ہوگی، شرمندگی ہوگی کہ میں نے یہ غلط کام کیا ہے اور اس کے نتیجے

میں کبھی نہ کبھی اس کو توبہ کی بھی توفیق ہو جائے گی ــــــ یا مثلاً ایک شخص نماز نہیں پڑھتا اس کے دل میں ندامت ہوگی کہ میں یہ برا کام کر رہا ہوں۔ گناہ کا کام کر رہا ہوں ــــــ لیکن میں وہ کام بتا رہا ہوں جن کے گناہ ہونے کا بھی احساس دل میں نہیں رہا کہ یہ گناہ کے کام ہیں۔ بلکہ یہ کام قابل تعریف ہو چکے ہیں، مثلاً ریل گاڑی میں بے ٹکٹ سفر کرنا، یا ہوائی جہاز میں اضافی وزن کے سامان کے ساتھ سفر کرنا اور اضافی وزن کا کرایہ ادا نہ کرنا، یہ ایک ہنر کی بات سمجھی جانے لگی ہے۔ کہ ہمارے تعلقات بہت وسیع ہیں ہم اضافی سامان کا کرایہ ادا کئے بغیر سفر کر لیتے ہیں۔ اور ہمیں کوئی نہیں روکتا ــــــ اور جب اس عمل کو گناہ ہی نہیں سمجھا تو اس پر شرمندگی اور ندامت کہاں ہوگی۔ اور جب شرمندگی اور ندامت نہیں ہوگی تو اس گناہ سے توبہ کی بھی توفیق نہیں ہوگی ــــــ آج اس کا وبال پورے معاشرے پر آیا ہوا ہے۔ اور اس معاشرے میں ہر شخص ایک دوسرے کو کاٹ کھانے کو دوڑ رہا ہے۔ جس کو جب موقع ملتا ہے وہ دوسرے کی بوٹی نوچ لیتا ہے۔ اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ جب دوسرے کو موقع ملے گا تو وہ میری بوٹی نوچے گا ــــــ یہ سارا بگاڑ اور فساد ظلم ہے اور ایک دوسرے کے حقوق پامال کرنے کا وبال ہے۔ اور حقوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ میں یہ حقوق دلوا کر رہوں گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ تم دوسروں پر ظلم کرو اور دوسروں کے حقوق پامال کرو اور پھر تم بچ جاؤ۔ یہ نہیں ہو سکتا ــــــ اب یا تو دنیا میں ان حقوق کی تلافی کرلو، ورنہ آخرت میں مجھے کرنی ہی ہے۔ اس لئے اس حدیث شریف میں فرمایا۔ "لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوقَ إِلَى أَهْلِهَا" کہ قیامت کے دن ہر قیمت پر تمہیں حقوق ادا پڑیں گے اور ہم وہ حقوق

دلوائیں گے۔ اور جب ہم یہ حقوق جانوروں سے دلوائیں گے تو انسانوں سے کیوں نہیں دلوائیں گے؟ لہٰذا آج تم دنیا میں جو کچھ کر رہے ہو اس کو دیکھ لو کہ کیا کر رہے ہو ___ اور اب تک جن حقوق کو پامال کیا ہے ان کی تلافی کی فکر کر لو۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمارے دلوں میں یہ فکر پیدا فرما دے اور اس کی تلافی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نیکی کی دعوت دیجئے

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دار العلوم کراچی

خطاب : شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب : مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

تاریخ : یکم نومبر ۱۹۹۱ء

بروز : جمعہ

وقت : بعد نماز عصر

مقام : جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نیکی کی دعوت دیجئے

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ نَحۡمَدُهٗ وَنَسۡتَعِيۡنُهٗ وَنَسۡتَغۡفِرُهٗ وَنُؤۡمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيۡهِ، وَنَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَيِّئٰتِ اَعۡمَالِنَا، مَنۡ يَّهۡدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنۡ يُّضۡلِلۡهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشۡهَدُ اَنۡ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ، وَاَشۡهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسۡلِيۡمًا كَثِيۡرًا. اَمَّا بَعۡدُ!

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز: آگے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”ریاض الصالحین“ میں ایک نیا باب قائم فرمایا ہے۔ وہ ہے ”بَابٌ فِي الدَّلَالَةِ عَلٰى خَيۡرٍ وَالدُّعَاءِ اِلٰى هُدًى اَوۡ ضَلَالَةٍ“ یعنی یہ باب دوسروں کو بھلائی کی رہنمائی کرنے کے بیان میں ہے۔ یعنی اس باب میں اس کی فضیلت بیان کرنی مقصود ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو کسی نیکی کی طرف دعوت دے یا کسی نیک کام کی طرف بلائے ___ اور دوسری طرف کوئی شخص دوسرے کو کسی برائی کی طرف دعوت دے تو

اس کے عذاب اور گناہ کا بیان اس باب میں ہے۔ اور اس باب میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تین احادیث بیان کی ہیں۔ پہلے ان احادیث کو سن لیں اور اس کا خلاصہ سن لیں۔ اس کے بعد ان کی تشریح میں کچھ باتیں عرض کروں گا۔

پہلی حدیث

عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيِّ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسلم: مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ.

(ریاض الصالحین۔ باب فی الدلالۃ علی خیر، حدیث نمبر ۱۷۳)

(مسلم شریف۔ کتاب الامارۃ، باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللہ بمرکوب وغیرہ حدیث نمبر ۱۸۹۳)

یہ حدیث حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی کو کسی بھلائی کی طرف بلائے۔ یا بھلائی کی طرف رہنمائی کرے، قول سے کرے، یا فعل سے کرے تو اس رہنمائی کرنے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا اس بھلائی کے کرنے والے کو ملے گا۔ یہ پہلی حدیث ہے۔

دوسری حدیث

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ، اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ دَعَا اِلٰى هُدًى كَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا.

وَمَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَۃٍ کَانَ عَلَیْہِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَہٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ آثَامِھِمْ شَیْئًا۔

(ریاض الصالحین، باب الدلالۃ علی خیر، حدیث نمبر ۱۷۴)

(مسلم شریف کتاب العلم، باب من سن سنۃ حسنۃ او سیئۃ حدیث نمبر ۲۶۷۴)

یہ دوسری حدیث حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی دوسرے کو ہدایت کی طرف بلائے تو اس ہدایت کی پیروی کرنے والے جتنے لوگ ہوں۔ ان سب کو جتنا ثواب ملے گا اس رہنمائی کرنے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا ___ فرض کیجئے کہ کسی شخص نے ایک بڑے مجمع کو ایک نصیحت کی اور ایسے عمل کی نصیحت کی جس پر وہ لوگ پہلے کاربند نہیں تھے۔ اس کے کہنے کی وجہ سے وہ لوگ اس بھلائی پر کاربند ہو گئے۔ تو جتنے لوگوں کی اصلاح ہوئی ان سب کو جتنا ثواب ملنا ہے، اتنا ہی ثواب اس رہنمائی کرنے والے کو بھی ملے گا ___ کسی کو یہ شبہ ہو کہ اس نیک عمل کرنے والوں کو جتنا ثواب ملنا تھا، ان کے ثواب کا کچھ حصہ کم کر کے اس رہنمائی کرنے والے کو دے دیا جائے گا ___ ایسا نہیں ہوگا ___ بلکہ ان عمل کرنے والوں کو جتنا ثواب ملنا ہے، وہ ثواب تو ان کو ملنا ہی ہے۔ اس میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اور اس رہنمائی کرنے والے کو بھی علیحدہ سے اتنا ہی ثواب مل جائے گا۔ اس کے برعکس اگر کسی شخص نے دوسرے شخص کو کسی برائی کی طرف دعوت دی، گمراہی کی طرف دعوت دی، چاہے قول سے دعوت دی کہ آؤ یہ گمراہی کا کام کرو۔ یا فعل سے دعوت دی کہ اس گمراہی کے کام کی طرف کسی کو توجہ نہیں تھی۔ لیکن اس نے وہ کام شروع کر دیا۔ اس کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی کرنے لگے۔ تو اس کی وجہ سے جتنے لوگ اس گمراہی میں مبتلا

ہوئے ان کو تو گناہ ملے گا۔ اور اس کے علاوہ ان سب کے گناہ کے برابر اس رہنمائی کرنے والے کے نامہ اعمال میں بھی گناہ لکھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے ــــــ آمین۔

یہ دونوں عظیم کام ہیں

لہٰذا کسی کی رہنمائی کرنا، چاہے اچھے کام کی طرف ہو، یا برے کام کی طرف ہو، دونوں بڑے عظیم کام ہیں۔ ایک کام سے انسان کو عظیم اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے اور دوسرے سے انسان کے نامہ اعمال میں گناہوں کا ذخیرہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس سے ایک طرف تو یہ بات معلوم ہوئی کہ نیکی کی طرف دعوت دینا، یہ انسان کے لئے بڑا زبردست عمل ہے۔ اور اس سے انشاء اللہ بڑے اجر کی امید ہے ــــــ اور دوسری طرف کسی گناہ یا برائی کی طرف دعوت دینا، یہ انتہائی خطرناک کام ہے کہ اپنے گناہ کا وبال تو انسان کے سر پر ہے ہی، دوسروں کے گناہوں کا وبال بھی اس کے سر پر آجائے گا ــــــ اس لئے حدیث کے اس دوسرے حصے سے ایک سبق یہ ملتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی غلط کام میں مبتلا ہے اور وہ غلط کام اس سے نہیں چھوٹ رہا ہے اور خود بھی وہ چھوڑنے کی کوشش کرتا ہے لیکن پھر بھی نہیں چھوٹتا تو ایسا شخص کم از کم اتنا کرے کہ اس غلط کام کے کرنے پر اس کے دل میں ندامت ہو۔ اور کم از کم دوسروں کو اس گناہ کی دعوت نہ دے۔ کیونکہ وہ اگر دوسروں کو اس گناہ کی دعوت دے گا۔ اور اس گناہ کی طرف بلائے گا تو جو شخص بھی اس کے بلانے کے نتیجے میں وہ گناہ کرے گا، جتنا گناہ دوسرے کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا، اتنا ہی گناہ اس کے نامہ اعمال میں بھی لکھا جائے گا۔

اسکے نامہ اعمال میں گناہ لکھا جارہا ہے

دنیا میں ایسی بھی مثالیں ہیں کہ ایک شخص کسی گناہ میں مبتلا تھا اور اس نے دوسرے شخص کو بھی اس گناہ کے اندر مبتلا کر دیا ____ بعد میں پہلے شخص کی تو اصلاح ہو گئی اور اس نے وہ گناہ چھوڑ دیا۔ لیکن دوسرا شخص جس کو گناہ کی دعوت دے کر مبتلا کیا تھا۔ وہ شخص گناہ کرتا رہا۔ اور اس کو توبہ کی توفیق نہ ہوئی تو پہلا شخص اگرچہ اپنے عمل کے وبال سے تو بچ گیا، لیکن دوسرا شخص جو گناہ کرتا جارہا ہے وہ گناہ اس پہلے شخص کے نامہ اعمال میں بھی لکھا جارہا ہے۔

علانیہ گناہ کی توبہ علانیہ ضروری ہے

اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ:

تَوْبَةُ السِّرِّ بِالسِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ بِالْعَلَانِيَةِ

(الزھد الکبیر للبیھقی۔ باب الورع والتقوی۔ رقم الحدیث۔ ۹۶۶)

یعنی جو گناہ پوشیدہ حالت میں کیا ہو۔ اس کی توبہ پوشیدہ حالت میں قبول ہو جاتی ہے مثلاً ایک شخص نے تنہائی میں لوگوں سے چھپ کر ایک گناہ کا ارتکاب کیا جب کبھی اللہ تعالیٰ اس کو توبہ کی توفیق دیں گے تو وہ شخص گوشۂ تنہائی میں بھی توبہ کرلے گا تو انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ کے یہاں معاف ہو جائے گا ____ لیکن ایک شخص نے ایک گناہ کھلم کھلا علانیہ گناہ کرلیا۔ لوگوں کے سامنے کرلیا۔ تو اس گناہ کی توبہ بھی علانیہ ہونی چاہئے ____ اب اگر اس نے گناہ تو کھلم کھلا لوگوں کے سامنے کیا تھا۔ لیکن توبہ ایک گوشہ میں چھپ کر کرلی تو یہ صحیح توبہ نہیں۔ اس لئے کہ علانیہ گناہ کی توبہ بھی علانیہ ہونی چاہئے ____ تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ جس گناہ میں پہلے یہ شخص مبتلا تھا اب اس

گناہ سے تائب ہو رہا ہے۔

اس وقت تک توبہ قبول نہیں ہوگی

اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ایک شخص نے علانیہ ایک گناہ ارتکاب کیا یا کوئی غلط بات ایک مجمع میں کہی، اب اگر اس نے چھپ کر توبہ کر لی تو اس کا اپنا عمل تو جیسا کیسا ہے وہ ہوگیا ____ لیکن جن لوگوں نے اس کے قول وفعل سے متاثر ہو کر وہ گناہ کیا ہوگا ان کی گمراہی کا سبب چونکہ یہ شخص بنا تھا۔ اس لئے ان سب کا گناہ تو اس کو ہوگا۔ اس لئے جب تک وہ علانیہ توبہ نہ کرے کہ میرا پہلے یہ عقیدہ تھا اور میں یہ عمل کرتا تھا۔ میں اب اس سے توبہ کرتا ہوں اس وقت تک توبہ قبول نہیں ہوگی۔

حجیت حدیث کے خلاف لکھنے والے صاحب کی توبہ

ایک صاحب تھے۔ انہوں نے ____ معاذ اللہ ____ حدیث کی حجیت کے خلاف کتابیں لکھیں کہ یہ احادیث گھڑی ہوئی ہیں۔ دین میں ان کا کوئی مقام نہیں ہے، ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے ____ اور اس موضوع پر کتابیں اور بے شمار مضامین لکھے۔ ایک موقع پر ان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت ڈالی۔ اور ان کو توبہ کی توفیق ہوگئی کہ مجھ سے غلطی ہوئی۔ اور میں نے جو مضامین حدیث کی رد میں لکھے۔ وہ صحیح نہیں تھے وہ بہت مشہور ومعروف آدمی تھے۔ شاید اب بھی حیات ہوں ____ میں نے ایک مرتبہ ایک رسالہ میں ایک مضمون پڑھا جس سے مجھے اس بات کا ترشح ہوا کہ شاید یہ صاحب اپنے سابقہ عقائد سے تائب ہو گئے ہیں ____ وہ مضمون پڑھ کر مجھے خوشی بھی ہوئی لیکن اس مضمون میں بات گول مول تھی بالکل واضح نہیں

تھی ــــــ چنانچہ میں نے ان کو خط لکھا کہ میں نے آپ کا مضمون فلاں رسالے میں
پڑھا ہے اس مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے سابقہ خیالات سے توبہ کر
لی ہے۔ اگر ایسا ہے تو یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے ــــــ
لیکن آپ نے سابقہ عقائد پر اتنی کتابیں اور اتنے مضامین لکھ دیئے ہیں کہ جن
لوگوں نے وہ کتابیں اور وہ مضامین پڑھے ہوں گے اور ان کے دلوں میں جو
گمراہی پیدا ہوئی ہوگی اس کا سدباب اس گول مول بات سے ممکن نہیں۔ جب
تک کہ یہ نہ ہو کہ جس طرح آپ نے کھلم کھلا حدیث کے خلاف کتابیں اور مضامین
لکھے تھے۔ اسی طرح حدیث کی تائید میں کتابیں اور مضامین نہ لکھیں۔ اس وقت
تک آپ کی توبہ مکمل نہیں ہوگی، اس لئے اگر واقعتا آپ تائب ہو گئے ہیں، تو میں
آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ تفصیل کے ساتھ اور وضاحت کے ساتھ
مضامین اور کتابیں لکھ کر شائع کریں۔ چند روز کے بعد ان کا جواب آیا۔ اس میں
لکھا تھا کہ میں تو اس پر مطمئن تھا کہ میں نے توبہ کر لی ہے۔ اور اپنے سابقہ عقائد کو
چھوڑ چکا ہوں۔ لیکن آپ نے جس بات کی طرف توجہ دلائی، وہ بات معقول ہے۔
لیکن میں تو اتنی کتابیں اور اتنے مضامین لکھ چکا ہوں واب کس کس پر خط تنسیخ
پھیروں۔ اور کس کس مضمون کی تردید کروں۔ اس بارے میں آپ مجھے مشورہ
دیجئے کہ اب میں کیا کروں ــــــ میں نے ان کو لکھا کہ کم از کم ایک مضمون تو ایسا لکھ
دیجئے کہ میں اپنی سابقہ تحریروں سے رجوع کرتا ہوں اور اب میرا ان خیالات
سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تاکہ لوگوں کو پتہ لگ جائے کہ آپ کے عقائد اب بدل
چکے ہیں۔ اور پھر جس طرح آپ نے حدیث کے رد اور انکار میں کتابیں لکھی

تھیں۔ اسی طرح کم از کم ایک کتاب حدیث کی حجیت پر لکھ دیجئے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ انشاء اللہ اس سے سابقہ غلطی کا کفارہ ہو جائے گا ___ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی توفیق دی، چنانچہ انہوں نے ماشاء اللہ اعلان بھی کیا اور اعلان کرنے کے بعد حدیث کی حجیت پر ایک کتاب بھی لکھی۔ ماشاء اللہ اچھی کتاب لکھی۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جو گناہ کھلم کھلا کر رہے تھے اگر ہم اس گناہ کی طرف سے چپکے سے توبہ کرلیں گے تو وہ گناہ ختم ہو جائے گا۔ نہیں۔ یاد رکھئے۔ اصول یہ ہے کہ:

تَوْبَةُ السِّرِّ بِالسِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ بِالْعَلَانِيَةِ

جو گناہ پوشیدگی میں کیا۔ چھپ کر کیا۔ اس کی توبہ بھی چھپ کر لے تو توبہ درست ہوگی۔ اور جو گناہ علانیہ کیا۔ اس کی توبہ بھی علانیہ کرنی ہوگی۔ اس کے بغیر وہ توبہ درست نہیں ہوگی۔

غیبت سے توبہ کا طریقہ

''غیبت'' ایک ایسا گناہ ہے جو آج ہمارے معاشرے کے اندر پھیل گیا ہے۔ ہماری کوئی مجلس غیبت سے خالی نہیں ہوتی۔ اس کا بھی قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی کی غیبت کرلی۔ کسی کو برا بھلا کہہ دیا تو اگر اس کو پتہ نہیں چلا جس کی غیبت کی گئی ہے تو انشاء اللہ صرف توبہ کر لینے سے غیبت کا گناہ معاف ہو جائے گا لیکن اگر اس شخص کو علم ہو گیا کہ فلاں شخص نے میری غیبت کی تھی تو جب تک اس سے معاف نہیں کرائے گا۔ اس وقت تک وہ گناہ معاف نہیں ہوگا۔ اس سے معاف کرانا ہے کہ میں نے فلاں موقع پر تمہاری غیبت کی تھی۔ مجھے معاف کردو۔ اس لئے کہ اب وہ گناہ اس کی ذات

کی حد تک محدود نہ رہا۔ بلکہ دوسرے تک پہنچا اور اس کے نتیجے میں اس کا دل ٹوٹا۔ اس کو تکلیف پہنچی۔ جس کی وجہ سے وہ حق العبد بن گیا۔ حق اللہ نہ رہا۔ لہٰذا جب تک وہ بندہ معاف نہیں کرے گا اس وقت تک اس کی معافی نہیں ہوگی۔

ہر شخص دوسروں سے حقوق معاف کراتا رہے

ہر انسان کو ایسا کرتے رہنا چاہئے کہ جو اپنے ملنے جلنے والے ہیں ایک دوسرے سے اپنے حقوق معاف کراتے رہنا چاہئے۔ تاکہ بات چیت کے دوران اگر اونچ نیچ ہوگئی ہو یا کوئی بات ہوگئی ہو جس سے دوسرے کو تکلیف ہوگئی ہو تو اس کی طرف سے معافی مانگ لینی چاہئے ــــــ اور جب آدمی تصوف اور سلوک کے راستے پر قدم رکھتا ہے تو سب سے پہلے اس سے توبہ کی تکمیل کرائی جاتی ہے اس توبہ کی تکمیل کا لازمی حصہ یہ ہے کہ جن لوگوں کی غیبتیں کی گئی ہیں۔ اور ان کو اطلاع بھی ہوگئی ہے تو ان سب سے معافی مانگ لی جائے ــــــ اس کام کے لئے اپنے ملنے جلنے والوں کے نام ایک خط اس طرح لکھے کہ:

"مجلسوں میں گفتگو کے دوران مجھ سے بے احتیاطیاں ہوئی ہونگی، ہوسکتا ہے کہ کسی موقع پر آپ کی غیبت ہوگئی ہو، میں آپ سے معافی مانگتا ہوں، آپ مجھے معاف کردیں۔"

برائی کی دعوت دینا بڑا خطرناک ہے

بہرحال، میں یہ عرض کر رہا تھا کہ بھلائی کی طرف دعوت دینا یہ تو اجر و ثواب کی چیز ہے لیکن برائی کی طرف دعوت دینا یہ بڑی خطرناک چیز ہے۔ یہ عمل

ایسا ہے کہ دوسروں کے گناہ بھی اپنے دامن میں سمیٹ لینے والا عمل ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص کسی گناہ میں یا کسی غلط کام میں مبتلا ہے تو کم از کم ایسا کرے کہ وہ دوسروں کو اس گناہ کی دعوت نہ دے۔ آج ہمارے معاشرے میں مصیبت یہ آگئی ہے کہ چوری بھی ہے، اور سینہ زوری بھی ہے۔ یعنی گناہ بھی ہے اور گناہ کو جائز قرار دینے کے لئے بحث و مباحثہ بھی ہے۔ اگر آج کسی سے کہا جائے کہ یہ کام ٹھیک نہیں ہے، نہیں کرنا چاہئے وہ بحث کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہے کہ اس میں کیا حرج ہے۔ یہ تو بالکل صحیح کام ہے۔ ارے بھائی: اگر تم کسی غلط کام میں مبتلا ہو تو کم از کم اس کو اپنی حد تک رہنے دو۔ دوسروں سے بحث تو مت کرو۔ دوسروں سے بحث کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تم دوسروں کو اس بات پر قائل کرنے کی کوشش کر رہے ہو کہ یہ عمل گناہ نہیں ہے بلکہ ثواب کام ہے اور اچھا کام ہے ـــــ فرض کرو کہ اگر کسی کے دل میں تمہاری غلط بات اتر گئی اور اس کے دل سے اس عمل کی برائی ختم ہو گئی تو اب ساری عمر وہ اگر اس گناہ کو کرتا رہے گا تو اس کا گناہ تمہارے اعمال نامہ میں بھی لکھا جائے گا۔ لہٰذا اگر کبھی تم سے کوئی غلطی ہو جائے تو کم از کم اس کو اپنی ذات کی حد تک محدود رکھو، دوسروں سے اس پر بحث کرنے کی کوشش نہ کرو۔

گناہ کو گناہ نہ سمجھنا بڑا خطرناک ہے

دوسری بات یہ ہے کہ ایک آدمی گناہ کر رہا ہے اور اس گناہ کو گناہ سمجھتا ہے لیکن اس گناہ کو چھوڑ نہیں پا رہا ہے تو امید ہے کہ کسی وقت وہ اس گناہ پر نادم اور شرمندہ ہو گا تو توبہ کر لے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دیں گے ـــــ لیکن ایک

دوسرا شخص ایک گناہ کر رہا ہے لیکن اس گناہ کو گناہ سمجھتا ہی نہیں اور اس پر بحث کرنے کو تیار ہے۔ ایسے شخص کی اصلاح کا کوئی اور راستہ نہیں، اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو بیمار سمجھتا ہی نہیں، اس کے دل میں ندامت اور شرمندگی ہی نہیں ہے تو اس کی اصلاح کیسے ہوگی؟

شراب کی حرمت کا منکر کافر ہے

بعض گناہ تو ایسے ہیں کہ اگر انسان ان کو گناہ نہ سمجھے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، کافر ہو جاتا ہے ____ مثلاً وہ گناہ جن کو صریح لفظوں میں قرآن کریم نے گناہ کہہ دیا۔ اس کے بارے میں کوئی شخص کہے کہ میں ان کو گناہ نہیں مانتا تو وہ کافر ہو جائے گا ____ مثلاً کوئی شخص شراب کے بارے میں کہے کہ شراب حرام نہیں ہے۔ تو وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس لئے کہ شراب کو قرآن کریم نے صراحتاً حرام کہا ہے۔ اور جو شخص اس کو حلال کہہ رہا ہے وہ گویا قرآن کریم کا انکار کر رہا ہے۔ اور جو قرآن کریم کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

سود کی حرمت کا منکر کافر ہے

اس طرح کوئی شخص کہے کہ خنزیر حرام نہیں ہے۔ ایسے لوگ دنیا میں موجود ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ خنزیر کھانے میں کیا خرابی ہے۔ ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔ اسی طرح کوئی سود کو حلال کہے کہ یہ حلال ہے، حرام نہیں ہے۔ چونکہ قرآن کریم نے سود کو صراحتاً حرام کہا ہے۔ اس لئے سود کو حلال کہنے والا قرآن کریم کا انکار کر رہا ہے اس لئے وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے ____ اس لئے گناہ کے گناہ ہونے سے

انکار کرنا اور اس پر بحث کرنا یہ اتنی خطرناک چیز ہے کہ بعض اوقات انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ اور اگر کفر تک نہ پہنچائے تو کم از کم اتنا تو ہوگا کہ جتنے لوگ اس گناہ کو کریں گے ان سب کا گناہ اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور اس کا وبال بڑھتا چلا جائے گا۔ اس لئے اس سے بہت بچنے کی ضرورت ہے۔

تیسری حدیث

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے جو باب قائم فرمایا، وہ یہ تھا: ''بھلائی کی طرف دوسروں کو دعوت دینا'' اور اس کے ذریعہ اس بات کی ترغیب دی کہ اگر تمہاری دعوت کی وجہ سے کوئی آدمی کسی نیک کام میں لگ گیا تو اس کی ساری نیکیاں تمہارے نامہ اعمال میں بھی لکھی جائیں گی ــــــ اسی سلسلے کی تیسری حدیث نقل فرمائی ہے کہ:

عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَداً رَجُلًا يَفْتَحُ اللهُ عَلَى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللهُ وَرَسُولَهُ. الخ

(ریاض الصالحین باب الدلالۃ علی خیر حدیث نمبر ۱۷۵)

(بخاری شریف، کتاب الجہاد والسیر، باب فضل من اسلم علی یدیہ رجل حدیث نمبر ۳۰۰۹)

کل صبح میں یہ جھنڈا اس شخص کو دونگا

یہ روایت حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یہ طویل

حدیث ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ خیبر کے لئے تشریف لے گئے۔ خیبر کئی بستیوں پر مشتمل تھا اور اس میں یہودی آباد تھے۔ اور مسلمانوں کو طرح طرح سے ستاتے رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے ساتھ مل کر خیبر کی بستی پر حملہ کیا ـــــ اور یہ خیبر کئی قلعوں پر مشتمل تھا اور وہ بہت مضبوط قلعے سمجھے جاتے تھے۔ ان میں سے ایک قلعہ جس پر فیصلہ کن معرکہ ہوا وہ قلعہ "قموص" کہلاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ کئی دن گزر گئے لیکن قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا۔ یہودیوں نے اس قلعے کی حفاظت کے لئے زبردست انتظامات کئے ہوئے تھے۔ جب تین دن گزر گئے تو شام کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عجیب انداز کا اعلان فرمایا کہ:

> "کل صبح میں یہ جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اور اللہ اور رسول اس سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر اس قلعے کو فتح فرمائیں گے۔"

صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت دے دی کہ کل قلعہ فتح ہو جائے گا اور یہ بھی فرما دیا کہ یہ جھنڈا اس شخص کو دیا جائے گا جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں۔ اللہ کے رسول محبت کرتے ہیں اور وہ شخص بھی اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے تو اس کے ذریعے گویا کہ آپ نے اس کے محبوب الٰہی ہونے کی گواہی دے دی۔ اور اپنا محبوب ہونے کی گواہی دے دی۔ صحابہ کرام نے ساری رات بڑی اشتیاق کے ساتھ گزاری کہ یہ دیکھیں کہ کل

صبح یہ سعادت کس کے مقدر میں آتی ہے۔

علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟

بلکہ بعض روایات میں آتا ہے کہ جب صبح ہوئی اور آپ نے صحابہ کرام ﷡ کو جمع فرمایا تو ہر ایک شخص انتظار میں تھا کہ یہ سعادت کس کو ملتی ہے؟ اور یہ جھنڈا کس کو عطا ہوتا ہے؟۔۔۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ بعض صحابہ کرام ﷡ ایک دوسرے سے اچک اچک کر آنحضرت ﷺ کی طرف اپنی موجودگی کا احساس دلانے کے لئے دیکھ رہے تھے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ سعادت اللہ تعالیٰ مجھے عطا فرمادیں۔۔۔ یہ صحابہ کرام کا جذبہ فداکاری تھا۔ جب تمام صحابہ جمع ہو گئے تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟

کسی صحابی نے کہا کہ یا رسول اللہ ان کی آنکھیں آئی ہوئی ہیں۔۔۔ اس وقت ان کی آنکھوں میں درد تھا۔ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ان کو میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ حضرت علی ﷜ کو آپ کے پاس لایا گیا۔ تو اس وقت نبی کریم ﷺ نے اپنا لعاب مبارک نکالا اور ان کی آنکھوں میں لگایا جیسے ہی وہ لعاب لگایا۔ اسی وقت ان کی آنکھیں ٹھیک ہوگئیں اور درد وغیرہ سب ختم ہوگیا۔

خیبر کا دروازہ اکھاڑنے والی روایت

اس کے بعد آپ نے وہ جھنڈا حضرت علی ﷜ کو عطا فرمایا۔ اور فرمایا کہ اب اللہ کے نام پر جاؤ اور جا کر قلعہ پر حملہ کرو۔۔۔ یہی وہ قصہ ہے جس میں لوگوں نے

غلط داستانیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب لڑتے ہوئے خیبر کے دروازے کے پاس پہنچے تو ان کے ہاتھ میں جو ڈھال تھی وہ ٹوٹ گئی یا گر گئی اور کسی یہودی نے ان پر حملہ کیا تو آپ کے پاس اس کے حملے کو روکنے کے لئے ڈھال نہیں تھی تو اس وقت کوئی صورت نظر نہ آئی تو آپ نے خیبر کا دروازہ ایک ہاتھ سے اکھاڑ کر اس کو ڈھال بنالیا۔ اور اس یہودی کے حملے کو روکا ـــــ یہ سب غلط داستان ہے اس کی کوئی حیثیت اور کوئی اصلیت نہیں یہ روایت تقریباً موضوع ہے۔

کیا میں اس وقت تک لڑتا رہوں

لیکن یہ سعادت کیا معمولی سعادت ہے کہ آپ نے باقاعدہ یہ اعلان فرمایا کہ میں کل یہ جھنڈا اس کو دوں گا جس سے اللہ اور اس کے رسول محبت کرتے ہیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے ـــــ جب آپ نے ان کو جھنڈا دے دیا تو انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ:

أُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا؟

کیا میں ان سے اس وقت تک لڑتا رہوں، یہاں تک کہ وہ ہماری طرح مسلمان نہ ہو جائیں؟ جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔

أُنْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ

ذرا ٹھہر ٹھہر کر دھیمے دھیمے جانا۔ اور پہلے ان کو اسلام کی دعوت دینا باوجودیکہ وہ لوگ اپنی شرارت اور خباثت میں انتہاء کو پہنچے ہوئے ہیں۔ لیکن ان پر حملہ کرنے سے پہلے ایک مرتبہ ان کو اسلام کی دعوت ضرور دینا۔

یہ عمل سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے

اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ ارشاد فرمایا جس کی وجہ سے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث اس باب میں لائے ہیں۔ فرمایا:

فَوَاللهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللهُ بِكَ رَجُلًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ.

اللہ کی قسم: اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ کسی ایک آدمی کو بھی ہدایت عطا فرمادیں۔ تو یہ عمل تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے ــــ اہل عرب کی سب سے بڑی دولت اونٹ سمجھی جاتی تھی ۔ اور اونٹوں میں بھی سرخ رنگ کے اونٹ بہت قیمتی اور بہت بڑی نعمت سمجھے تھے۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ تمہارے ذریعے کسی ایک آدمی کو بھی ہدایت نصیب ہو جائے۔ یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔ اس لئے حملہ کرنے سے پہلے دعوت ضرور دینا۔

دعوت دینے کو نہیں چھوڑنا چاہیے

اس حدیث کو یہاں لاکر علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ دعوت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ یہ سوچنا کہ فلاں سے رشد و ہدایت کی امید ہی نہیں ہے۔ وہ کیا ہدایت پائے گا۔ اس کی کیا اصلاح ہوگی۔ اس کی وجہ سے دعوت دینے کو چھوڑنا نہیں چاہئے۔ دیکھئے۔ خیبر کے یہودیوں نے خباثت اور شرارت کی کوئی انتہا نہیں چھوڑی تھی۔ اور جب بظاہر لڑائی پر آئے ہوئے ہیں۔ تو میدان جنگ اس کی کیا توقع کی جاسکتی ہے۔ کہ وہ حق بات کو مانیں

گے۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے فرمایا کہ ان کو حق کی دعوت دو اس سے مایوس نہ ہو۔ یہی درحقیقت انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا کام ہوتا ہے۔

فرعون کو دعوت دیتے رہے

دیکھئے: فرعون اور نمرود سے زیادہ گمراہ اور سرکش اور کون ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ ہدایت ان کے مقدر میں نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو اس کے گھر میں پرورش پائی تھی۔ اس کی سرشت سے واقف تھے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ حق بات سننے والا نہیں ہے۔۔۔۔ لیکن ان سب کے باوجود آپ نے دعوت دینی نہیں چھوڑی۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کے پاس بھیجا اور آپ نے بار بار جا کر اس کو دعوت دی۔ اور اپنا فریضہ ادا کیا۔۔۔۔ یہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے کہ جب آدمی دعوت اور تبلیغ کا کام کرے تو اس میں اکتائے نہیں۔ مایوس نہ ہو۔ بلکہ اپنا کام آدمی کئے جائے۔ اس سے بے نیاز ہو جائے کہ دوسرا آدمی بات مان رہا ہے یا نہیں۔ اگر مان رہا ہے تو نعمت، اگر نہیں مان رہا ہے تو کم از کم تمہارا فریضہ تو ادا ہو گیا لہٰذا آخر وقت دعوت دینی ہے۔ اس میں کوئی کسر نہیں چھوڑنی چاہئے۔

موقع کو ضائع مت کرو

بہرحال، علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں یہ تین حدیثیں نقل فرمائی ہیں۔ اور مقصود یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھلائی کی طرف دعوت دینے کی فکر کریں۔ اور اس بات کو غنیمت جانیں کہ کس شخص کو کوئی اچھی بات سنانے اور کہنے کا موقع مل رہا

ہے۔ کیونکہ اس کے نتیجے میں کم از کم ایک نیکی تمہارے نامہ اعمال میں لکھ دی جائے گی۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ کونسی بات انسان پر کس وقت اثر کر جائے ــــــ اور اثر دینے والے تو اللہ تعالیٰ ہیں۔ تمہاری تو کوئی حیثیت نہیں۔ کیا پتہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہدایت دینے اور اس کی اصلاح کرنے کا تمہیں ذریعہ بنایا ہو ــــــ اگر تمہارے ذریعہ اس کو ہدایت مل گئی تو اس کی زندگی کے نیک اعمال تمہارے نامہ اعمال میں لکھے جائیں گے ــــــ اس لئے اگر کسی کو بات کہنے کا موقع مل جائے تو اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اس سے فائدہ اٹھالو۔

حضرت ڈاکٹر صاحب کو فکر

یہ کام دھن اور دھیان سے ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ انسان کے اندر یہ دھن پیدا فرما دیں کہ میرے ذریعہ سے کوئی اچھی بات دوسرے کے دل میں اتر جائے۔ جب یہ دھن پیدا ہو جاتی ہے تو پھر آدمی کا ہر ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کے راستے کی دعوت بن جاتا ہے۔ ہم نے اپنے شیخ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ وہ اس دھن کے پیکر تھے۔ جب بھی کوئی شخص ان کے پاس آتا تو ان کو یہ فکر ہوتی کہ کسی طرح کوئی دین کی بات سنا کر اس کے دل میں اتار دوں۔ تاکہ دین کی ایک بات لے کر واپس جائے۔ خالی نہ جائے۔ اس دھن کا نتیجہ یہ تھا کہ جب مطب میں بیٹھ کر مریضوں کا علاج کرتے تو جو مریض آتا اس کے کان میں ایک دین کی بات ڈال دیتے۔ اور اس کے ذریعہ نہ جانے کتنے لوگوں کی اصلاح فرما دی۔ لہٰذا جب یہ دھن انسان کے اندر پیدا ہو جاتی ہے تو پھر انسان ہر وقت موقع

کی تلاش میں رہتا ہے کہ کوئی اچھی بات کسی انسان کے کان میں ڈال دوں۔

دعوت کا جذبہ طبعی حاجت بن جائے

حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تبلیغ و دعوت کا حق اس شخص کو پہنچتا ہے جس کے دل میں دعوت وتبلیغ کا جذبہ ایسا پیدا ہو گیا ہو جیسا کہ انسان کو اپنی طبعی حاجت پوری کرنے کا جذبہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر انسان کو بھوک لگی ہوئی ہے جب تک وہ کھانا نہیں کھائے گا اس کو چین نہیں آئے گا۔ یا مثلاً پیاس لگی ہوئی ہے جب تک وہ پانی نہیں پی لے گا اس کو چین نہیں آئے گا۔ اسی طرح اگر یہ داعیہ ہو جائے کہ کوئی اچھی بات میں دوسروں تک پہنچاؤں تو اس وقت اس کی بات میں اللہ تعالیٰ تاثیر عطا فرما دیتے ہیں۔

جیسے حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے یہ جذبہ عطا فرما دیا تھا کہ جہاں کہیں بیٹھتے وہاں دین کی بات دوسرے کو کہہ دیتے۔ یہ جذبہ مشق اور ارادے اور ہمت سے پیدا ہوتا ہے۔ آدمی ایسے مواقع تلاش کرے جہاں کوئی بات دوسرے سے کہنے کا موقع مل رہا ہو۔

جو کام خود نہیں کرتے اس کی دعوت دینا

ایک بات اور ہے جو بڑی نازک بات ہے کہتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ لیکن اس کو سمجھنا بھی ضروری ہے۔ وہ یہ کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم خود کسی چیز پر صحیح طور پر کاربند نہیں ہیں تو پھر دوسرے کو اس بارے میں کیسے نصیحت کریں۔ مثلاً فرض کرو

کہ اگر ہم سے نماز کی باجماعت پابندی صحیح طور پر نہیں ہو پاتی۔ تو میں کیسے دوسرے کو یہ نصیحت کروں کہ تم مسجد میں باجماعت نماز پڑھا کرو۔ تو دل میں یہ خیال آتا ہے کہ ایسی صورت میں دوسرے کو نصیحت کرنا ٹھیک نہیں۔ اور بعض لوگ قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ:

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ

(سورۃ الصف: ۲)

اس آیت کا مطلب یہ نکالتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ جو کام تم خود نہیں کرتے تو دوسروں کو اس کے کرنے کو کیوں کہتے ہو۔ خوب سمجھ لیجئے۔ یہ شیطان کا دھوکہ ہے اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جس چیز پر تم خود عمل نہیں دوسروں کو بھی اس کی دعوت مت دو ____ لہٰذا یہ بات صحیح نہیں کہ آدمی یہ سوچے کہ میں تو عمل کرتا نہیں۔ لہٰذا میں دوسروں کو کیا کہوں ____ بلکہ یہ سوچنا چاہئے کہ جب میں دوسروں کو اس چیز پر عمل کرنے کو کہتا ہوں تو کیوں نہ میں خود بھی اس پر عمل کروں۔ لیکن اگر خود عمل نہیں کرتا تو دوسرے کو کہنے سے اس وجہ سے رکنا درست نہیں ____ اس لئے بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دوسرے کو کہنے کی برکت سے خود اپنی اصلاح ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جب آدمی دوسرے سے کہے گا تو اس کا دل کبھی نہ کبھی شرمائے گا کہ میں یہ بات تو دوسرے سے کہہ رہا ہوں تو خود مجھے اس پر عمل کرنا چاہئے۔

اور بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ جس شخص سے عمل کرنے کو کہا اس شخص کو عمل کرنے کی توفیق ہو گئی۔ اور اس توفیق کا ثواب تو تمہیں پھر بھی مل گیا۔

باوجودیکہ تم وہ نے عمل نہیں کیا۔ اوراس ثواب کی برکت سے بعض اوقات خوداس کی بھی اصلاح فرمادیتے ہیں۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوھی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عجیب وغریب مقام بخشا تھا۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ بیعت ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ مقام بخشا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ:

''یہ اس مقام کے بزرگ ہیں کہ چاہئے تو یہ تھا کہ یہ شیخ ہوتے اور میں ان کا مرید ہوتا''۔

یہ الفاظ شیخ اپنے مرید کے بارے میں کہہ رہا ہے۔ یہ اس مقام کے بزرگ تھے۔ اور اتباع سنت کی مثالیں قائم فرمائیں۔

۳۵ سال میں پہلی مرتبہ سورۃ فاتحہ چھوٹ گئی

ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند میں دستار بندی کا جلسہ ہورہا تھا۔ اوراس جلسہ میں تمام حضرات علماء کرام جمع ہوا کرتے تھے۔ نماز ظہر کے بعد کسی نے حضرت والا کو دیکھا کہ آپ کے چہرے پر کچھ غم کے اور صدمہ کے اور تشویش کے آثار تھے۔۔۔۔ ایسا محسوس ہوا کہ شاید کچھ طبیعت خراب ہے۔ کسی نے جا کو پوچھا کہ حضرت چہرے پر تشویش کے آثار نظر آتے ہیں۔ کیا بات ہے؟ کچھ طبیعت ٹھیک

نہیں ہے؟۔۔۔۔ فرمایا کہ الحمدللہ، ٹھیک ہوں۔ وہ آدمی کچھ لچڑ قسم کا تھا۔ بار بار سوال کرنے لگا کہ حضرت کیا بات ہے؟ فرمایا ہاں آج ایک صدمہ کی بات ہو گئی ہے۔ اس نے کہا حضرت بتائیے کیا بات ہو گئی ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ آج جب میں مسجد میں نماز کے لئے پہنچا تو ایسے وقت پہنچا جب امام سورۃ فاتحہ پڑھ چکا تھا۔ اور دوسری سورت کی تلاوت شروع کر دی تھی۔ تو آج میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں سن سکا۔ اور آج ۳۵ سال کے بعد پہلی مرتبہ ایسا ہوا۔۔۔۔ آپ اندازہ لگائیے کہ نماز قضا نہیں ہوئی۔ جماعت قضا نہیں ہوئی۔ مسجد کی جماعت قضا نہیں ہوئی، کوئی رکعت نہیں چھوٹی، صرف اتنا ہوا کہ امام ساتھ سورۃ فاتحہ نہیں سن سکے اور ۳۵ سال کے بعد پہلی مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا۔ اس پر بیٹھے ہوئے صدمہ کر رہے ہیں۔ یہ اس مقام کے بزرگ تھے۔

میری مثال ایک ڈاکو جیسی ہے

ایک دن مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور مریدین اور متعلقین کا مجمع تھا۔ ان سے فرمانے لگے کہ یہ تم کہاں میرے پاس آکر بیٹھ گئے۔ میں اس لائق نہیں ہوں کہ تم مجھ سے رابطہ قائم کرو۔ یا مجھ سے اصلاحی تعلق قائم کرو۔ تم کہیں اور جاؤ اور کوئی اللہ کا نیک بندہ تلاش کرو اور اس سے تعلق قائم کرو۔ میں اس قابل نہیں ہوں۔۔۔۔ پھر رو کر فرمانے لگے کہ میری مثال ایک ڈاکو جیسی ہے جو ڈاکے ڈالا کرتا تھا اور اس کا پیشہ ہی یہ تھا کہ ڈاکے ڈال کر اور لوگوں کا مال چھین کر اپنا گزارہ کیا کرتا تھا۔۔۔۔ ایک دن وہ کسی جگہ سے گزرا تو دیکھا کہ ایک پیر صاحب بیٹھے ہیں۔ اور اس کے آس پاس

مریدین کا ہجوم ہے۔ وہ مریدین بڑے ادب اور احترام کے ساتھ پیش آرہے ہیں۔ ان کی خدمت کر رہے ہیں۔ کوئی مرید ہدیہ لا رہا ہے کوئی تحفہ لا رہا ہے۔ کوئی پھل لا رہا ہے۔ کوئی کچھ اور لا رہا ہے۔ بڑے نذرانے آرہے ہیں ـــــ اس ڈاکو نے یہ سب دیکھ کر سوچا کہ میں خواہ مخواہ یہ سب مصیبتیں برداشت کر رہا ہوں۔ رات کو جاگتا ہوں۔ اور جا کر ڈاکے ڈالتا ہوں۔ بدنامی مول لیتا ہوں۔ سزا کا اور پکڑے جانے کا خطرہ الگ رہتا ہے تو بڑی مشکل سے یہ روزی ملتی ہے۔ یہ تو بڑا اچھا دھندا ہے کہ آدمی مصلیٰ بچھا کر بیٹھ جائے اور تسبیح ہاتھ میں لے لے۔ لوگ بھی جمع ہو جائیں گے اور پھر ہدیہ تحفے لائیں گے۔ یہ تو روزی کمانے کا اچھا طریقہ ہے۔

ایک ڈاکو پیر بن کر بیٹھ گیا

چنانچہ اس ڈاکو نے سب ڈاکے ڈالنا چھوڑ دیا۔ اور مصلیٰ اور تسبیح لے کر جنگل میں جا کر بیٹھ گیا۔ اور مصلیٰ بچھایا اور تسبیح ہاتھ میں لے لی ـــــ جب لوگوں نے دیکھا کہ ایک بزرگ ایک درخت کے نیچے اکیلے بیٹھے ہیں اور ذکر اللہ میں مشغول ہیں۔ اور دنیا سے بالکل کنارہ کش ہے۔ تو لوگ اس کے پاس آنا شروع ہو گئے۔ شروع شروع میں تو لوگوں کو بھگانا شروع کر دیا کہ چلو جاؤ مجھے پریشان مت کرو۔ اب جتنا بھگاتا لوگ اور زیادہ آنے لگے کہ یہ بڑے پیر صاحب ہیں۔ رفتہ رفتہ ایک ہجوم اس کے پاس رہنے لگا۔ اب کسی کو ڈانٹ دیا۔ کسی کو کچھ وظیفہ بتا دیا۔ کسی کو کچھ پڑھنے کو کہہ دیا۔ کسی کو تسبیحات بتا دیں۔ آہستہ آہستہ وہ ایک خانقاہ بن گئی۔ اور مریدین کا حلقہ وسیع ہو گیا۔ اور پھر ہدیے اور نذرانے اور تحفے آنے بھی شروع ہو گئے۔ کہیں

سے کھانا آرہا ہے کہیں سے پھل آرہے ہیں کہیں سے پیسے آرہے ہیں۔ رفتہ رفتہ لوگوں بیعت ہونا شروع ہو گئے چونکہ ان مریدین کو جو وظیفے اور تسبیحات پڑھنے کے لئے بتائی تھیں۔ وہ برحق تھیں۔ اس میں اللہ کا نام اور اللہ کا ذکر تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب ان مریدین نے بیٹھ کر وہ وظائف اور تسبیحات پڑھنی شروع کیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کرنا شروع کیا تو ذکر کی برکات ان کو حاصل ہوئیں۔ اور وہ مریدین کہیں سے کہیں پہنچ گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بلند درجات عطا فرمائے۔ انوار اور برکات عطا فرمائے۔

ہمارے شیخ اعلیٰ مقام پیر ہیں

ایک دن تمام مریدین نے بیٹھ کر یہ مشورہ کیا کہ ذرا ہم یہ معلوم کریں کہ ہمارے شیخ کس مقام کے بزرگ ہیں؟ ان کا مقام کہاں ہیں؟ اس مقام کا کچھ پتہ لگانا چاہئے۔ چنانچہ تمام مریدین مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔ اور شیخ کا مقام معلوم کرنا چاہا تو شیخ کا مقام ہی نہ ملا۔ اور کچھ پتہ نہ چلا کی شیخ کس مقام کے بزرگ ہیں ____ کسی ایک مرید نے کہا کہ ہمارے شیخ ایسے اعلیٰ مقام پر ہیں کہ ہم جیسے لوگ اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ اور اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے ____ آخر میں یہ مشورہ ہوا کہ شیخ ہی سے ان کا مقام پوچھو۔ چنانچہ وہ سب شیخ کے پاس پہنچے اور پوچھا کہ حضرت آپ نہ جانے کس مقام پر فائز ہیں۔ ہم نے تو آپ کا مقام جاننے کی بہت کوشش کی مراقبے کئے، چلّے کئے اور اس کے ذریعہ یہ معلوم کرنا چاہا کہ آپ کا مقام کہاں ہے؟ ہمیں تو معلوم نہیں ہوسکا آپ ہی اپنے درجے کے بارے میں کچھ بتائیے۔

میرا مقام تو اسفل السافلین میں ہوگا

جب یہ مریدین جو طالب صادق تھے یہ پوچھنے کے لئے آئے تو اس وقت اس شخص کے دل پر اثر ہوا کہ تو نے کیسے لوگوں کو دھوکے میں ڈالا ہوا ہے یہ لوگ تو سچے دل سے اللہ کی طلب میں نکلے ہیں لیکن تو نے ان کو دھوکہ میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اس وقت نے رو کر کہا کہ میں تمہیں کیا بتاؤں کہ میرا مقام کیا ہے؟ میرا مقام تم لوگ اوپر تلاش کر رہے ہو ارے میرا مقام تو کہیں اسفل السافلین میں ملے گا آج میں تمہیں سچی بات بتاتا ہوں کہ میں نہ پیر ہوں نہ شیخ ہوں۔ نہ کچھ ہوں نہ میرے پاس کچھ ہے۔ میں تو ایک ڈاکو تھا اور میں لوگوں کے مال پر ڈاکے ڈالا کرتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ پیر بن کر بیٹھ جانے سے مال خوب آتا ہے۔ اس لئے میں نے مال کمانے کے لئے یہ دھندا شروع کر دیا۔ تم لوگ اللہ کے راستے کی سچی طلب لے کر آئے تھے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس مقام تک پہنچا دیا۔ میں ابھی تک اسی گمراہی میں مبتلا ہوں ـــــ اس لئے میرا کوئی مقام تمہیں نہیں ملے گا۔

ڈاکو کو شیخ طریقت بنا دیا

جب مریدین نے دیکھا کہ شیخ کا یہ معاملہ نکلا تو شروع میں وہ لوگ پریشان ہوئے۔ پھر بعد میں سب نے یہ کہا کہ ہمارا شیخ چاہے ڈاکو ہو یا چور ہو۔ یا کچھ ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو کچھ عطا فرمایا ہے اسی کے ذریعہ عطا فرمایا ہے ـــــ لہٰذا سب مل کر یہ دعا کرو کہ یا اللہ تو نے ہمیں اس کے ذریعے ہدایت عطا فرمائی ہے۔

اے اللہ اپنی رحمت سے اس کی بھی اصلاح فرما دے۔ اور اس کو بھی کوئی مقام عطا فرما دے ـــــ چنانچہ سب نے مل کر دعا کی یا اللہ ہم نے اس کو اپنا شیخ بنایا تھا۔ اور آپ تک پہنچنے کے لئے بنایا تھا۔ آپ اپنی رحمت سے ان کو قبول فرما اور ان کو بھی مقام عطا فرما ـــــ جب سب نے مل کر دعا کی تو اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس ڈاکو بھی حقیقی معنی میں شیخ طریقت بنا دیا۔

اچھائی کی طرف رہنمائی فائدے سے خالی نہیں

بہر حال، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میری مثال تو اس ڈاکو جیسی ہے جو پیر بن کر بیٹھ گیا تھا۔ بعد میں مریدین کی برکت سے اور ان کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ اس کو بھی کسی مقام پہنچا دیا ـــــ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہ بات کس تواضع کے عالم میں فرمائی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہی اس مقام کو جانتے ہیں۔ ہم اس مقام کا تصور بھی نہیں کر سکتے ـــــ لیکن اس واقعہ سے جو سبق ملتا ہے وہ یہ ہے کہ کسی اچھائی کی طرف کسی کی رہنمائی کر دینا، چاہے آدمی خود بے عمل ہو لیکن وہ رہنمائی فائدے سے خالی نہیں ـــــ اس لئے کہ جس شخص کو رہنمائی کی ہے اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو عمل کی توفیق دے دی۔ اس کو تو اس کے عمل کا ثواب ملنا ہی ہے اور اس کی برکت سے اس رہنمائی کرنے والے کو بھی ثواب عطا فرما دیتے ہیں۔

شیخ کو بھی مرید سے فائدہ پہنچتا ہے

یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے وہ یہ کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شیخ اور استاد کا فیض

شاگرد کو اور مرید کو پہنچتا ہے۔ یہ بات صحیح بھی ہے اور شاگرد اور مرید کو یہی سمجھنا چاہئے کہ مجھے استاد، شیخ کے ذریعہ فیض پہنچ رہا ہے۔ لیکن واقعہ یہ کہ جتنا فیض مرید یا شاگرد کو استاد اور شیخ سے پہنچتا ہے شاید اس سے زیادہ فیض استاد اور شیخ کو مرید سے پہنچتا ہے۔ اس لئے کہ جب ایک اللہ کا بندہ سچی طلب لے کر کسی کے پاس آتا ہے چاہے وہ شاگرد بن کر آئے۔ یا مرید بن کر آئے۔ تو شیخ کیا دے سکتا ہے۔ دینے والی ذات تو اللہ تعالیٰ کی ہے۔ شیخ کی کیا مجال ہے کہ وہ مرید کو کچھ دیدے۔ معطیٰ حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہیں۔ وہ دینے والے ہیں وہ جس کو چاہیں واسطہ بنا دیں اور ان کی سنت یہ ہے کہ وہ کسی واسطے کے ذریعہ دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ واسطے کے ذریعہ عطا کرتے ہیں

ہمارے ڈاکٹر عبدالحئی صاحب قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ وہ واسطے کے ذریعہ عطا فرماتے ہیں۔ چاہے وہ واسطہ ''شجرۂ طور'' ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوئے تو شجرۂ طور کے واسطے سے ہم کلام ہوئے ____ یہ ان کی سنت ہے۔ اب وہ واسطہ جس کو چاہیں بنا دیں ____ اگر طالب سچی طلب لے کر آیا ہے تو اللہ تعالیٰ شیخ کے دل میں وہ بات ڈالتے ہیں اس کی زبان پر وہ بات جاری فرماتے ہیں۔ جو اس کے حق میں فائدہ مند ہوتی ہے۔

آج لوگ کہتے ہیں کہ تم نے شیخ کو معبود بنا لیا ہے۔ اور تم نے شیخ پرستی شروع

کر دی ہے ۔۔۔۔۔ ارے حقیقت یہ ہے کہ دینے والے تو اللہ تعالیٰ ہیں، ان کی مشیت کے بغیر کسی کو کچھ نہیں مل سکتا نہ ایک ذرہ حرکت کر سکتا ہے۔ شیخ تو صرف واسطہ ہوتا ہے اور طالب کی طلب کی برکت سے دیتے ہیں۔ اگر طالب سچی طلب لے کر آیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں وہ بات ڈال دیتے ہیں جو اس کے حق میں فائدہ مند ہوتی ہے۔۔۔۔۔

استاد کو شاگرد سے فائدہ پہنچتا ہے

اس کا تجربہ ان لوگوں کو ہوتا ہے جو تدریس کرتے ہیں آج مجھے تدریس کرتے ہوئے تقریباً ۴۰ سال ہو گئے ہیں میرا دن رات کا تجربہ یہ ہے کہ صبح سبق پڑھانے کے لئے رات کو مطالعہ کیا جب پڑھانے کے لئے پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ مطالعہ غلط تھا۔ عین درس دیتے ہوئے خیال آیا کہ وہ بات درست نہیں تھی۔ درست بات یہ ہے۔ درس کے دوران کیوں آتی ہے؟ وہ طالب علم کی طلب کی برکت سے آتی ہے۔ اور طالب علم کا فیض استاد کو پہنچتا ہے اور بعض اوقات طالب علم ایسا سوال کر لیتا ہے جو کبھی حاشیہ خیال میں بھی نہیں آیا کہ وہ ایسا سوال کرے گا۔۔۔۔۔ سوال کرنے کے دوران ہی قلب پر اس کا جواب وارد ہوتا ہے۔ اور ایسا جواب وارد ہوتا ہے جو کبھی ہمارے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آیا تھا۔۔۔۔۔ یہ اس لئے ہوتا ہے کہ جو طالب سچی طلب لے کر آیا ہے اس کو دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ استاد کے قلب پر اس کا جواب وارد فرما دیتے ہیں۔ اس طرح طالب علم کے ذریعہ استاد کو فائدہ پہنچا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اپنے شاگرد امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا۔

مَا انْتَفَعْتُ بِهٖ مِنْكَ اَكْثَرُ مِمَّا انْتَفَعْتَ بِهٖ مِنِّی

(تهذیب التهذیب لابن حجر رحمۃ اللہ علیہ الجزء التاسع حرف میم)

یعنی جتنا فائدہ تم نے مجھ سے اٹھایا اس سے زیادہ فائدہ میں نے تم سے اٹھایا۔ یہ بات ایک استاد اپنے شاگرد سے کہہ رہا ہے۔ اور استاد بھی کون؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اب لوگ حیران ہیں کہ یہ کیا بات ہوئی؟ اور استاد نے شاگرد سے کیسے فائدہ اٹھالیا؟ ___ اس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ جو طالب علم سچی طلب لے کر استاد کے پاس آتا ہے تو استاد کے قلب پر اللہ تعالیٰ علوم وارد فرماتے ہیں۔

دوسروں کو ترغیب دینے کے تین فائدے

لہٰذا یہ کبھی مت سوچو کہ جب ہم فلاں بات پر عمل نہیں کرتے تو دوسروں کو اس پر عمل کرنے کے لئے کیسے کہیں؟ ارے دوسروں سے عمل کرنے کے لئے ضرور کہو اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ کبھی نہ کبھی تمہیں خود شرم آجائے گی کہ میں جب دوسروں سے کہتا ہوں تو خود کیوں نہ عمل کروں! ___ دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر اس نے عمل کرلیا تو اس کا ثواب تمہارے نامہ اعمال میں بھی لکھا جائے گا ___ تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اس کی برکت سے شاید اللہ تعالیٰ تمہارے حالات کی بھی اصلاح فرمادیں۔

میں اس عمل پر تقریر کر دیتا ہوں

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ مجھے جب اپنے اندر کوئی عیب محسوس ہوتا ہے کہ میرے عمل میں فلاں خامی ہے تو اس عیب پر وعظ اور تقریر کر دیتا ہوں۔ الحمد للہ، اس کی برکت سے اس عیب کی اصلاح ہو جاتی ہے ___ اب دوسرا کوئی ہوتا تو وہ سوچتا کہ یہ عیب تو خود میرے اندر موجود ہے۔ میں اس کے بارے میں دوسروں سے کیسے کہوں؟ لیکن چونکہ وہ حقیقت کو جانتے تھے اس لئے فرمایا کہ میں اس عیب پر وعظ کہہ دیتا ہوں۔ اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ وہ عیب دور فرما دیتے ہیں۔ لہٰذا اس بات سے کبھی مت گھبراؤ کہ ہم خود عمل نہیں کر رہے ہیں تو دوسروں سے کیسے کہیں۔

بات کہنے کے آداب اور طریقے

ہاں: بات کہنے کے کچھ آداب اور کچھ طریقے ہیں۔ بعض مرتبہ کہنا فرض ہوتا ہے۔ بعض اوقات فرض کفایہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات مستحب ہوتا ہے اور اوقات مباح ہوتا ہے۔ بعض اوقات کہنا ناجائز اور گناہ ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ جا ضروری ہے کہ کس موقع پر کس طرح بات کہی جائے۔ اس کی تفصیل انشاء اللہ میں عرض کروں گا۔ (حضرت والا نے اس کی تفصیل بعد میں ایک بیان میں فر جو "دعوت و تبلیغ کے اصول" کے عنوان سے "اصلاحی خطبات ج ۸ میں شائع ہو ہے۔) لیکن یہ وہی بات ہے جو میں عرض کرتا رہتا ہوں کہ یہ بات کہ کسی موقع

بات کہی جائے؟ اور کس طرح کہی جائے؟ اور کس انداز سے کہی جائے؟ یہ وہ معاملہ ہے کہ جس کو ۲۔ اور ۲ = ۴ کر کے سمجھانا مشکل ہے۔ اسی کو سمجھنے کے لئے شیخ کی صحبت ضرورت ہوتی ہے۔ اور صحبت کے بغیر یہ بات دل میں اترتی نہیں۔ آدمی افراط اور تفریط کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے کسی شیخ اور رہنما کی ضرور ہوتی ہے جس سے آدمی پوچھ لیا کرے یہ بات کہنے کا کیا طریقہ ہے؟

بات کہنے کی تین شرطیں

آخر میں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی بات کہہ کر ختم کرتا ہوں۔ کہ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ارشاد ہے یاد رکھنے اور لوح دل پر نقش نے کا ہے۔ فرمایا کہ:

> ''حق بات، حق نیت سے، حق طریقے سے کہی جائے تو کبھی بے اثر نہیں ہوتی، اگر تم کہیں دیکھو کہ بات بے اثر ہوئی، یا بے فائدہ ہوئی یا اس بات سے فتنہ پیدا ہوا تو ان تین شرطوں میں سے ایک شرط ضرور مفقود ہو گی۔ یا تو بات حق نہ ہو گی یا بات تو حق ہو گی۔ لیکن کہنے والے کی نیت صحیح نہ ہو گی۔ وہ اخلاص اور خیر خواہی سے بات نہیں کہہ رہا ہے بلکہ اپنی بڑائی جتانے کے لئے بات کہہ رہا ہے۔ اس لئے بات اگرچہ حق تھی لیکن بے فائدہ چلی گئی۔ بعض اوقات بات بھی حق ہوتی ہے اور نیت بھی حق ہوتی ہے خیر خواہی اور اخلاص

سے بات کہہ رہا ہے لیکن طریقہ حق نہیں۔ اس لئے کہ بات
اس طرح کہہ دی جیسے کہ لٹھ مار دیا۔ جس سے دوسرے کا دل
ٹوٹ گیا۔ جس کی وجہ سے وہ بات بے اثر ہو گئی لیکن اگر بات
بھی حق ہو، نیت بھی حق ہو طریقہ بھی حق ہو۔ وہ کبھی بھی بے
فائدہ نہیں ہوتی۔ اس سے کبھی فتنہ پیدا نہیں ہوتا۔''

یہ بات اگر دل میں رہے تو پھر دیکھئے اللہ تعالیٰ کس طرح بات میں تاثیر پیدا
فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان باتوں کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی
توفیق عطا فرمائے ـــــ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

❋❋❋
❋

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

امر بالمعروف چھوڑنے کا وبال

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دار العلوم کراچی

خطاب	:	شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
ضبط و ترتیب	:	مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب
تاریخ	:	۲۲/نومبر ۱۹۹۲ء
بروز	:	جمعہ
بوقت	:	بعد نماز عصر
مقام	:	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

امر بالمعروف چھوڑنے کا وبال

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ. وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ!

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فِيْ يَدِ رَجُلٍ فَنَزَعَهٗ وَطَرَحَهٗ وَقَالَ: يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ اِلٰى جَمْرَةٍ مِنْ نَارٍ فَيَجْعَلُهَا فِيْ يَدِهٖ فَقِيْلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. خُذْ خَاتَمَكَ اِنْتَفِعْ بِهٖ قَالَ: لَا وَاللّٰهِ لَا اٰخُذُهٗ اَبَدًا وَقَدْ طَرَحَهٗ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ باب تحریم خاتم الذھب علی الرجال حدیث نمبر ۲۰۹۰)

(ریاض الصالحین باب فی الامر بالمعروف والنھی المنکر۔ حدیث نمبر ۱۹۱)

تمہید

یہ باب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بیان میں چل رہا ہے۔ یعنی دوسروں کو نیکی کی تاکید کرنا اور برائی اور گناہوں سے روکنا ____ تبلیغ و دعوت کے جو بنیادی اصول ہیں۔ وہ الحمدللہ۔ پچھلے بیانات میں تفصیل سے آچکے ہیں۔ (اصلاحی خطبات جلد ۸ میں طبع ہو چکے ہیں) اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ اب اس موضوع سے متعلق کچھ اور احادیث ہیں۔ جو علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں ذکر فرمائی ہیں۔ وہ احادیث ایک ایک کر کے پڑھتے ہیں۔ ان تمام احادیث میں ہمارے لئے کوئی نہ کوئی سبق موجود ہے۔

سونے کا زیور مرد کے لئے جائز نہیں

جو روایت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی، یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی ایک انگوٹھی دیکھی ____ سونے کا کوئی بھی زیور پہننا کسی بھی مسلمان مرد کے لئے جائز نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے اور ریشم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

یہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے مردوں پر حرام کی ہیں۔ اور عورتوں کے لئے جائز قرار دی ہیں۔

(مسند الربیع کتاب الجنائز باب الکفن والغسل، حدیث نمبر ۳۷۱)

ریشم کا بھی یہی معاملہ ہے کہ ریشم کا کپڑا پہننا عورتوں کے لئے جائز ہے مردوں کے لئے حرام ہے۔ سونے کا معاملہ بھی یہی ہے کہ سونے کی کوئی بھی چیز پہننا خواہ وہ انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو، عورتوں کے لئے جائز اور مردوں کے لئے حرام ہے۔

یہ انگوٹھی آگ کا انگارہ ہے

ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مردوں کو یہاں دنیا میں تو سونے اور ریشم پہننے سے ممانعت کر دی گئی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ ایمان کے ساتھ اور عمل صالح کے ساتھ اس دنیا سے رخصت فرمائیں تو انشاء اللہ آخرت میں اور جنت میں مردوں کو بھی ریشم اور سونے کے انعامات عطا فرمائے جائیں گے۔

(صحیح بخاری، کتاب الأطعمة باب الأكل في إناء مفضض حدیث نمبر ۵۴۲۶)

یہ صاحب جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے سونے کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی۔ جو شرعاً منع ہے ــــ اس روایت میں تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو آپ نے خود آگے بڑھ کر ان کی انگلی سے وہ انگوٹھی نکالی، اور فرش پر پھینک دی اور فرمایا کہ: تم لوگ آگ کا انگارہ اٹھا کر اپنے ہاتھ میں رکھ لیتے ہو ــــ یعنی سونے کی انگوٹھی کو مرد کے لئے پہننا ایسا ہے جیسے آگ کا کوئی انگارہ اٹھا کر اپنے

ہاتھ میں رکھ لینا___ جیسے وہ مہلک چیز ہے اور انسان کے لئے انتہائی مضر اور خطرناک چیز ہے۔ اسی طرح سونے کی انگوٹھی مرد کے لئے اتنی ہی خطرناک اور مضر ہے۔

میں اس انگوٹھی کو نہیں اٹھاؤں گا

اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے تشریف لے گئے۔ انگوٹھی فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ کسی نے ان صاحب سے کہا کہ یہ انگوٹھی آپ کی پڑی ہوئی ہے آپ اس کو اٹھالیں___ مقصد ان کا یہ تھا کہ انگوٹھی کا پہننا تو مرد کیلئے ناجائز اور حرام ہے لیکن اس انگوٹھی سے کوئی اور فائدہ اٹھانا۔ مثلاً اس کو بیچ کر اس سے پیسے حاصل کر لینا، یا اس کو گھر کی کسی خاتون کو دے دینا یہ تو ناجائز نہیں۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء تو یہ تھا کہ تم اس کو ہاتھ میں نہ پہنو۔ زمین پر پڑی ہے تم اٹھا لو۔ تا کہ تم اس سے فائدہ اٹھالو۔ لیکن یہ تھے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جواب میں انہوں نے فرمایا:

لَا وَاللّٰهِ لَا آخُذُهُ اَبَداً وَقَدْ طَرَحَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

جس چیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ سے لے کر زمین پر پھینک دیا اب میری مجال نہیں کہ میں اس کو اٹھاؤں۔

حضور کے حکم کے آگے سب کچھ قربان

سونے کی انگوٹھی آج بھی قیمتی چیز سمجھی جاتی ہے اور اس دور میں تو اور زیادہ

قیمتی چیز تھی۔ لیکن چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھا کر پھینک دی۔ تو وہ صحابی فرماتے ہیں کہ اب میری مجال نہیں کہ میں اس کو اٹھا کر کسی بھی مقصد میں استعمال کروں ـــــ حالانکہ وہ صحابی بھی یہ مسئلہ جانتے تھے کہ اس انگوٹھی کو اٹھا کر کسی اور استعمال میں لے لینا اور اس سے کوئی اور فائدہ لے لینا حرام نہیں۔ اور اس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا۔ لیکن چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینک دی تھی اس لئے اس کو اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی۔ یہ تھے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہ جب ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ایک بات سن لی یا آپ کو ایک کام کرتے ہوئے دیکھ لیا تو اب بڑی سے بڑی خواہش اور بڑے سے بڑا شوق بلکہ بڑی سے بڑی ضرورت اس پر قربان کر دی۔

سونے چاندی کے برتن کا استعمال حرام ہے

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ سونے کا استعمال مردوں کے لئے ناجائز اور حرام ہے۔ چاہے وہ کسی بھی شکل میں ہو۔ البتہ عورتوں کے لئے زیور کے طور پر سونے کا استعمال جائز ہے ـــــ لیکن ایک بات یاد رکھئے کہ سونا ہو یا چاندی۔ یہ دونوں چیز مردوں کے لئے تو حرام ہیں اور عورتوں کے لئے بھی صرف زیور کے طور پر ان کا استعمال کرنا جائز ہے۔ لیکن سونے یا چاندی کی کوئی اور چیز بنا لینا جو استعمال کی ہو جیسے پیالہ، گلاس، برتن، چمچہ وغیرہ ان کا استعمال نہ مرد کے لئے جائز ہے اور نہ عورت کے لئے جائز ہے۔ لہٰذا بعض گھروں میں سونا چاندی کے برتنوں کے استعمال کا جو رواج ہوتا ہے وہ شریعت میں منع ہے۔ اس سے

پرہیز کرنا چاہئے۔

آپ نے اس برائی کو ہاتھ سے روک دیا

اس حدیث سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی جس کی وجہ سے یہ حدیث اس باب میں لائے ہیں۔ وہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں زبان سے کچھ کہے بغیر ہاتھ سے وہ انگوٹھی اتار کر پھینک دی ـــــ یہ درحقیقت اس حدیث کی عملی تفسیر ہے جو پچھلے بیان میں آئی تھی کہ اگر کوئی شخص اپنے سامنے کوئی برائی ہوتے ہوئے دیکھے تو اگر اس کے اندر طاقت ہے تو اپنے ہاتھ سے اس کو روکے ـــــ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ اقتدار حاصل تھا اور آپ کے اس عمل سے کوئی فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ نہیں تھا اس وجہ سے آپ نے خود ان صحابی کے ہاتھ سے انگوٹھی اتار دی اور پھینک دی۔ اور اس طرح آپ نے اس منکر اور برائی کو ہاتھ سے روک دیا۔ یہی معاملہ ہر اس شخص کا ہونا چاہئے جو صاحب اقتدار ہو۔ چاہے وہ حکومت والا اقتدار ہو یا اپنے گھر میں اپنی بیوی بچوں پر اقتدار ہو۔ یا اپنے شاگردوں اور مریدوں پر اقتدار ہو۔ اگر وہ شخص کوئی منکر دیکھے تو اس منکر کو اپنے ہاتھ سے روک دینا چاہئے۔ یہ حدیث کا دوسرا سبق ہے۔

امر بالمعروف چھوڑنے کا وبال

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، أَوْ لَيُوْشِكَنَّ اللهُ

اَنْ یَبْعَثَ عَلَیْکُمْ عِقَاباً مِنْہُ ثُمَّ تَدْعُوْنَہٗ فَلَا یُسْتَجَابُ لَکُمْ.

(ریاض الصالحین، باب فی الامر بالمعروف حدیث نمبر ۱۹۳)

(ترمذی شریف، کتاب الفتن باب ماجاء فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر حدیث نمبر ۲۶۹)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں سب کی جان ہے ___ کہ تم نیکی کا حکم دو گے اور برائیوں سے دوسروں کو روکو گے ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب بھیج دے یعنی اگر تم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بالکل چھوڑ دیا تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر کوئی عذاب نازل فرما دے۔ اور اس عذاب کے بعد پھر تم اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرو گے۔ تو تمہاری وہ دعائیں قبول نہیں ہوں گی ___ گویا کہ دعاؤں کی قبولیت میں ایک بہت بڑی رکاوٹ اس امر بالمعروف اور نہی المنکر کے فریضے کو چھوڑ دینے سے ہو جاتی ہے ___ جس مقام پر انسان کے ذمہ شرعاً ضروری ہے کہ وہ دوسروں کو نیکی کی تاکید کرے اور برائی سے روکے۔ اگر وہ انسان اس جگہ پر کوتاہی کرتا ہے اور اس فریضہ کو ادا نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آنے کا اندیشہ ہے۔

عذاب کی مختلف شکلیں

عذاب کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں۔ عذاب کی ایک شکل تو یہ ہوتی ہے کہ جیسا کہ پچھلی امتوں پر مختلف عذاب نازل ہوئے کہ کسی پر طوفان آگیا۔ کسی پر آندھی چل

گئی۔ یا کسی پر آگ کے انگارے آسمان سے برسا دیئے گئے۔ کسی پر زلزلہ آیا۔ کہیں زمین دھنس گئی۔ عذاب کی ایک شکل تو یہ ہوتی ہے ــــــ اس قسم کا عام عذاب تو اس امت پر آنحضرت ﷺ کی برکت سے نہیں آئے گا۔ لیکن عذاب کی دوسری صورتیں بھی ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے۔ آمین ــــــ عذاب کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ انسان کے دل سے برائی کی برائی ختم ہو جاتی ہے۔ اچھائی کی اچھائی ختم ہو جاتی ہے۔ غفلت کے پردے دل و دماغ پر پڑ جاتے ہیں۔ صحیح بات سوجھتی نہیں۔ عقل ماری جاتی ہے۔ مت الٹی ہو جاتی ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہے۔ جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو بالکلیہ چھوڑ دیا جاتا تو اس میں اس بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ آدمی کی عقل خراب ہو جائے۔ غفلت میں مبتلا ہو جائے۔ اور گناہوں کی نفرت دل سے ختم ہو جائے۔ گناہوں کی طرف میلان زیادہ پیدا ہونے لگے۔ بعض اوقات یہ سب گناہ کے اثرات ہوتے ہیں۔

حرام کھانے کا نتیجہ

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جو دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس تھے۔ شیخ الحدیث تھے۔ اور حضرت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص اساتذہ میں سے تھے۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ان سے بہت زیادہ مناسبت تھی کیونکہ وہ ہر علم و فن میں ماہر تھے اور درویش صفت بزرگ تھے ــــــ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ کسی دوست کے گھر کھانا کھا لیا۔ اور بعد میں پتہ چلا کہ وہ کھانا حلال آمدنی کا نہیں تھا۔ فرماتے تھے کہ ایک

مہینے تک اس کی ظلمت دل میں محسوس ہوتی رہی۔ اور اس کے نتیجے میں بار بار بدترین گناہوں کے جذبات دل میں پیدا ہوتے رہے کہ فلاں گناہ کرلوں۔ فلاں گناہ کر لوں ـــــ یہ وہ تھے جن کی زندگی قرآن وحدیث پڑھنے پڑھانے میں گزر گئی۔ اور جن کو اللہ تعالیٰ نے علم وعمل میں ورع وتقویٰ میں اونچا مقام بخشا ہے ـــــ اللہ بچائے۔ ہم لوگوں کی تو حس ہی ماری گئی ہے۔ جس کی وجہ سے گناہ وثواب کا فرق مٹ گیا ہے۔ گناہ بھی کرلیا۔ اور دل میں اس کی ظلمت اور تاریکی بھی محسوس نہیں ہوتی۔ یہ بھی ایک عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے ـــــ آمین۔

ہر دل سالک ہزاراں غم بود

جن کے دل صاف ہوتے ہیں۔ تقویٰ اور اخلاص اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کے نتیجے میں ان کے دل مصفی اور مجلّی ہوتے ہیں۔ ان کی دل کی دنیا میں ذرہ برابر فرق آجائے تو ان پر زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گرز باغ دل خلالے کم بود
ہر دل سالک ہزاراں غم بود

کہ اگر اللہ کا راستہ قطع کرنے کے والے کے دل کے باغ سے ایک تنکا بھی کم ہو جائے تو اس کے اوپر غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں کہ یہ کیا ہو گیا ـــــ بہرحال عذاب کی ایک شکل یہ بھی ہوتی ہے کہ گناہوں کی نفرت دل سے مٹ جاتی ہے۔ گناہوں کی ظلمت کا انسان احساس کرنا چھوڑ دیتا ہے اور گناہوں سے مانوس اور اس

کا عادی ہو جاتا ہے۔

آج دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں؟

اس لئے اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اس امر بالمعروف اور نہی المنکر کو چھوڑ دینے کا وبال یہ ہوتا ہے کہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر ایک عذاب بھیج دے ـــــ اور جب یہ کیفیت ہو جائے تو پھر تم دعائیں بھی مانگو گے تو وہ قبول نہیں ہوں گی۔ آج ہم لوگ بعض اوقات دل میں شکوے کرتے ہیں کہ فلاں مقصد کے لئے اتنی دعائیں مانگیں مگر ہوا کچھ بھی نہیں ـــــ یہ شکوہ تو دل میں بہت پیدا ہوتا ہے اور یہ اعتراض اور شبہ بھی دل میں آتا ہے کہ قرآن کریم میں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (سورۃ المومن: ۶۰)

مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ لیکن ہم نے فلاں دعا کی تھی۔ وہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ لیکن یہ بھی تو دیکھو کہ دعاؤں کی قبولیت کے راستے ہم نے خود بند کر رکھے ہیں۔ رکاوٹیں تو خود ہم نے کھڑی کر دی ہیں۔ وہ دعائیں کیسے قبول ہو؟

اس کی دعا کہاں سے قبول ہو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں:

رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْهِ اِلَی السَّمَاءِ وَیَقُوْلُ یَا رَبِّ، یَارَبِّ: وَمَاْ کَلُهٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ

فَأَنّٰی یُسْتَجَابُ لَهُ الدُّعَاءُ.

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ باب قبول الصدقۃ من الکسب حدیث نمبر ۱۰۱۵)

بہت سے ایسے لوگ جو پراگندہ بال والے، غبار آلود چہرے والے مسکین بن کر اللہ تعالیٰ کے پاس آکر دعائیں مانگتے ہیں۔ لیکن کھانا اس کا حرام، پینا اس کا حرام، لباس اس کا حرام، اس کی دعا کہاں سے قبول ہو ـــــ بہر حال، ہم نے اپنی آمدنی کو اپنے کھانے کو اپنے پینے کو اپنے لباس کو حرام سے نہ بچا کر قبولیت دعا کے راستے میں خود رکاوٹیں کھڑی کر دی ہیں۔ اگر دعا قبول نہیں ہوتی تو اعتراض اور شبہ کیوں کیا جاتا ہے؟

اس صورت بھی دعائیں قبول نہیں ہوں گی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں دوسری وجہ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ جب تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ چھوڑ دو گے تو اس وقت بھی یہ عالم ہوگا کہ تم دعائیں مانگو گے اور وہ دعائیں قبول نہیں کی جائیں گی ـــــ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعائیں قبول کرنے کی کوئی ذمہ داری نہیں ـــــ وہ اگر کسی دعا کو قبول کر لیں تو یہ ان کا کرم اور ان کی عطا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے آدمی کے دعا کرنے کی کوئی ذمہ داری نہیں لی جس کا کھانا پینا حرام ہو یا جس نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ چھوڑ رکھا ہو۔ جس جگہ پر شرعاً واجب تھا کہ وہ کسی کو برائی سے روکتا اور اس نے نہیں روکا۔ جہاں اس کے ذمے واجب تھا کہ وہ نیکی کا حکم دیتا اور وہاں اس نے حکم نہیں دیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی دعا

قبول کرنے کی کوئی گارنٹی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمیں اس انجام سے محفوظ رکھے ــــ آمین۔

یہ سب سے افضل جہاد ہے

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَفْضَلُ الْجِھَادِ کَلِمَۃُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ.

(ریاض الصالحین، باب فی الامر بالمعروف حدیث نمبر ۱۹۴)

(ابو داؤد کتاب الملاحم باب الامر والنھی حدیث نمبر ۴۳۴۴)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ افضل ترین جہاد یہ ہے کہ حق کی بات اور انصاف کی بات ایک ظالم بادشاہ کے سامنے کہی جائے ــــ کوئی ظالم صاحب اقتدار اور حاکم ہے اور اس میں ہر صاحب اقتدار داخل ہے۔ مثلاً کوئی بڑا افسر، اس کے سامنے انصاف کی بات کہنا، حق کی بات کہنا یہ بڑے اعلیٰ درجے کا جہاد ہے۔ کیوں؟ ــــ اس لئے کہ جب وہ صاحب اقتدار بھی ہے، اور ظالم بھی ہے تم اس سے کتنی ہی نرمی سے بات کرو۔ لیکن وہ تو اپنی ناک پر مکھی بھی بیٹھنے نہیں دیتا۔ وہ تو حق بات سننے کا روادار ہی نہیں ہے۔ اس کے سامنے حق بات کہو گے تو عین ممکن ہے کہ وہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچا دے۔ اس کے باوجود تم اس ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہہ رہے ہو تو یہ بڑا اعلیٰ ترین جہاد ہے۔

کلمۂ حق کے ساتھ نیت بھی حق ہو

بعض لوگ اس حدیث کا مطلب غلط سمجھ لیتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ایک ظالم بادشاہ کے سامنے جا کر کلمہ حق کو ایک لٹھ کی طرح مار دو تو یہ افضل الجہاد ہے ___ یاد رکھئے ___ اس حدیث کی مراد یہ ہے کہ حق بات کہنا۔ اور حق بات وہی ہے جو حق نیت سے ہو، اور حق طریقے سے ہو۔ مثلاً خیر خواہی کی اور اصلاح کی نیت ہو، خود بڑا بننے کی اور خود کو مجاہد کہلانے کی، خود بہادر بننے کی نیت نہ ہو۔ بلکہ اللہ کی رضا مندی اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی نیت ہو۔ اس نیت کے ساتھ جب حق بات کہی جائے گی تو فائدہ کرے گی، اثر کرے گی۔

حق بات نرم انداز میں کہی جائے

اور وہ بات حق طریقہ سے کہی جائے اور حق طریقہ وہ ہے جس کو قرآن کریم نے بتادیا کہ:

وَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ

(سورۃ طٰہٰ: ۴۴)

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون کے پاس بھیجا جا رہا ہے اس وقت ان کو یہ ہدایت دی جارہی ہے کہ فرعون سے نرم بات کہنا۔ سختی کی بات نہ کرنا ___ میرے والد ماجد قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ آج تم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑے مصلح نہیں ہو سکتے۔ اور تمہارا مخاطب فرعون سے بڑا گمراہ نہیں ہو سکتا تو جب موسیٰ علیہ السلام جیسے مصلح کو فرعون جیسے گمراہ شخص کے پاس بھیجتے ہوئے بھی یہ

پیغام دیا جارہا ہے کہ نرم بات کہنا تو آج ہم اور آپ کس شمار و قطار میں ہیں۔ اس لئے ہر حال میں بات نرم انداز میں کرنی چاہئے۔ اصلاح کی غرض سے کہنی چاہئے۔ کہنے کے انداز میں تحقیر نہ ہو، تذلیل نہ ہو اور اپنی بہادری جتلانا جتنا نا مقصود نہ ہو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا مقصود ہو۔

ظالم بادشاہ کو تنہائی میں نصیحت کرے

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بات کہنے کا طریقہ بھی بتا دیا۔ یعنی ایک طرف تو آپ نے یہ فرمادیا کہ "ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا افضل الجہاد ہے"، اور دوسری طرف طریقہ بھی بتا دیا چنانچہ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كَانَتْ عِنْدَهٗ نَصِيْحَةٌ لِذِيْ سُلْطَانٍ فَلَا يُكَلِّمْهُ بِهَا عَلَانِيَةً وَلْيَأْخُذْ بِيَدِهٖ فَلْيَخْلُ بِهٖ۔ الخ۔

(کنز العمال۔ کتاب الاخلاق الامر بالمعروف و النہی عن المنکر۔ ج ۳/۳ حدیث نمبر ۵٦۰۰)

فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی صاحب اقتدار سے کوئی غلط کام سرزد ہوتا ہوا دیکھے یا کوئی برائی ہوتی ہوئی دیکھے تو اس صاحب اقتدار کو علانیہ ذلیل نہ کرے بلکہ اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے جائے۔ اور جا کر اس سے نرمی کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دے یہ ہے "اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ" ــــ یہ نہیں کہ بھری محفل اس کو برا بھلا کہہ دیا۔ اور لوگوں سے اپنے مجاہد بننے کا سر

ٹیفکیٹ حاصل کرنے کی خاطر اس کے لئے سخت الفاظ استعمال کر لئے ــــ یہ بات درست نہیں، اصل یہ ہے کہ دعوت و تبلیغ سے اللہ جل شانہٗ کو راضی کرنا مقصود ہو۔ لوگوں کی تعریف حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔ اس غرض سے جو حق کلمہ کہا جائے وہ افضل الجہاد ہے۔

اس باب میں علامہ نووی رحمہ اللہ نے ایک اور حدیث نقل کی ہے گویا کہ وہ حدیث اس حدیث کی تشریح ہے۔ وہ یہ ہے کہ:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَلْحَسَنِ الْبَصَرِیِّ اَنَّ عَائِذَ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلٰی عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ زِیَادٍ فَقَالَ: اَیْ بُنَیَّ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْحُطَمَةُ فَاِیَّاكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ: فَقَالَ لَهٗ: اِجْلِسْ فَاِنَّمَا اَنْتَ من نُخَالَةِ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: وَهَلْ كَانَتْ لَهُمْ نُخَالَةٌ؟ اِنَّمَا كَانَتِ النُّخَالَةُ بَعْدَهُمْ وَفِیْ غَیْرِهِمْ۔

(مسلم شریف۔ کتاب الامارۃ۔ باب فضیلۃ الامام العادل۔ حدیث نمبر ۱۸۳۰)

(ریاض الصالحین۔ باب فی الامر بالمعروف حدیث نمبر ۱۹۳)

"عبید اللہ بن زیاد" کی شہرت اچھی نہیں تھی

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائذ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک

صحابی ہیں اور ان حضرات صحابہ میں سے ہیں جو حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں کم عمر تھے۔ یہ صحابی اس زمانے میں بھی موجود تھے جب عبید اللہ بن زیاد کی کوفے پر حکومت تھی اور یہ وہی شخص ہے جس کے زمانے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ اس وقت یزید کی حکومت تھی۔ اور یزید کی حکومت میں عبید اللہ بن زیاد کوفہ کا گورنر تھا۔ اور اس کے زمانے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ـــــ اس لئے عبید اللہ بن زیاد کی اچھی شہرت نہیں تھی۔ اس زمانے کے صلحاء اور علماء میں اور دیندار لوگوں میں وہ اچھی شہرت کا حامل نہیں تھا۔ اور بہت سے غلط کام اس کی طرف منسوب تھے۔ اور یہ بات تو واضح تھی کہ وہ بہت سخت گیر قسم کا حکمران تھا۔ بعض اوقات سخت گیری کی وجہ سے لوگوں پر ظلم بھی ہو جاتا تھا۔ بہرحال۔ یہ وہ شخص ہے۔

حضرت عائذ کے دل میں نصیحت کا خیال آیا

حضرت عائذ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ یہ شخص بعض اوقات عدل و انصاف کی حدود کو پھلانگ جاتا ہے اور ایسے کام کر لیتا ہے جو شرعاً جائز نہیں ہیں۔ گویا کہ منکر اور غلط کام ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ بحیثیت ایک مسلمان اور بحیثیت ایک صحابی کے ان کا فرض تھا کہ جا کر عبید اللہ بن زیاد کو اس کی غلطی پر ٹوکیں۔ تاکہ اس حدیث: افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر'' پر عمل ہو جائے۔ چنانچہ حضرت عائذ رضی اللہ عنہ اس کے پاس پہنچے۔

اسکو "بیٹے" کے لفظ سے خطاب کیا

اور چونکہ اس وقت یہ صحابی بڑی عمر کو پہنچ گئے تھے اور ضعیف بھی ہو چکے تھے۔ اس لئے عبید اللہ بن زیاد کو "بیٹے" کے لفظ سے خطاب کیا کہ اے بیٹے: میں نے یہ بات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے ___ اس کو "بیٹے" کے لفظ سے خطاب کیا۔ حالانکہ اس کے اعمال، اس کے افعال، اس کے کرتوت ایسے نہیں کہ کوئی صحابی اس کو اپنا بیٹا قرار دے کر اس سے خطاب کرے۔ لیکن چونکہ مقصود اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا تھا۔ اور حق بات کو حق طریقے سے اور حق نیت سے کہنا تھا۔ اس لئے نرم انداز میں گفتگو کرنے کے لفظ "بیٹا" کہہ کر خطاب کیا۔

نصیحت کا خوبصورت انداز

بیٹا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: بدترین حکمران وہ ہے جو سخت گیر ہو، اور لوگوں کے ساتھ سختی کا معاملہ کرنے والا ہو۔ وہ بدترین حکمران ہوتا ہے ___ تو تم بھی ایسا حکمران بننے سے بچنا۔ کتنے نرم اور کتنے محبت بھرے انداز میں حضرت عائذ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نصیحت فرمائی۔ یہ ہے "کلمۃ حق عند سلطان جائر" یہ نہیں کہا کہ تو بڑا ظالم ہے، تو بڑا جابر ہے، اس کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ بلکہ نرمی کے ساتھ محبت اور شفقت کے ساتھ حق بات کہہ دی۔ اب وہ اس حق بات کو مانے یا نہ مانے۔ یہ ہماری ذمہ داری نہیں۔ چونکہ اس کے مقدر میں اصلاح نہیں۔ اس لئے باوجودیکہ ان صحابی نے اتنی نرمی سے بات کہی۔ اس نے ان کو الٹا جواب دے دیا۔

عبیداللہ بن زیاد کا جواب

عبیداللہ بن زیاد نے ان سے کہا: ارے بیٹھو۔ تم تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا بھوسہ ہو ــــ اگر آٹے کو چھانا جائے تو چھنی میں بھوسہ رہ جاتا ہے۔ تو اس نے یہ کہا کہ تم تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کا بھوسہ ہو۔ مطلب یہ تھا کہ بڑے بڑے صحابہ کرام تو دنیا سے جا چکے۔ اور اب تم ایسے رہ گئے جیسے آٹے میں بھوسہ ہوتا ہے۔ اس لئے تمہاری بات کا کوئی اعتبار نہیں میں تمہاری بات نہیں مانتا۔

حضرت عائذ رضی اللہ عنہ کا خوبصورت جملہ

اس موقع پر حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے ایک جملہ ارشاد فرمایا: کوئی دوسرا شخص ہوتا تو وہ غصہ ہو جاتا کہ تم نے مجھے بھوسہ کہہ دیا۔ لڑائی شروع ہو جاتی۔ لیکن آپ نے صرف ایک جملہ فرمایا کہ:

وَهَلْ كَانَتْ لَهُمْ نُخَالَةٌ؟ إِنَّمَا كَانَتِ النُّخَالَةُ بَعْدَهُمْ وَفِي غَيْرِهِمْ.

یعنی یہ تم کیا بات کہہ رہے ہو کہ تم صحابہ کرام کا بھوسہ ہو۔ کیا صحابہ کرام میں بھی کوئی بھوسہ ہوتا تھا؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں تو کوئی بھی بھوسہ نہیں تھا۔ بلکہ سب آٹا ہی آٹا ہیں۔ سب اعلیٰ درجے کے باکمال لوگ تھے۔ جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے ان میں بھوسہ کوئی نہیں ہوتا وہ سب اصل لوگ ہیں۔ ہاں۔ بھوسہ تو بعد کے لوگوں میں پیدا ہوا جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے

صحابہ کرام کے بعد آئے ــــــ یہ بات بھی اپنی ذات کے لئے نہیں فرمائی۔ بلکہ ایک اصول بیان کر دیا کہ کسی صحابی کے لئے کوئی گستاخی اور توہین کا کلمہ کہنا کسی کے لئے جائز نہیں۔ یہ کہہ کر رخصت ہو گئے۔

ہم اس کی اصلاح کے ٹھیکیدار نہیں

ہم نے اپنا فریضہ نرمی سے محبت سے، شفقت سے کہہ کر ادا کر دیا۔ اب اگر دوسرے کی قسمت میں اصلاح ہے تو اس کی اصلاح ہو جائے گی۔ اگر اسکی قسمت میں اصلاح نہیں تو پھر ہم اس کی اصلاح کے ٹھیکیدار نہیں ہیں۔

لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿۲۲﴾ (سورۃ الغاشیہ: ۲۲)

آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں ــــــ بعض لوگ ایسے لوگوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لاتوں کے بھوت ہیں۔ باتوں سے نہیں مانتے۔ لہٰذا یہاں پر نرمی اور شفقت سے کام نہیں چلے گا۔ بلکہ یہاں تو لکڑ توڑ بات کرنی پڑتی ہے۔ تو بات دراصل یہ ہے کہ ہم کوئی ٹھیکیدار نہیں ہیں کہ دوسروں کی اصلاح ضرور کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طریقہ بتا دیا وہی طریقہ برحق ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نرمی کا حکم

کیا اللہ تعالیٰ کو پتہ نہیں تھا کہ فرعون کی اصلاح نہیں ہو گی ــــــ جب اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس بھیج رہے تھے کیا اس وقت اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں تھا کہ اس کی قسمت میں ایمان نہیں ہے۔ اس کی اصلاح ہونے والی

نہیں۔ آخر دم تک یہ اپنی ضد اور عناد پر اڑا رہے گا۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس کے پاس جا کر نرمی سے بات کرنا ــــ یہ بات بار بار اس لئے عرض کرتا ہوں کہ آج ہمارے معاشرے میں یا تو ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کا فقدان ہی ہو گیا ہے۔ کوئی کرتا ہی نہیں اور اگر کوئی کرنے پر آتا ہے تو جو اس کے آداب ہیں اور جو اس کا طریقہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے بتایا اس کا خیال نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے وہ جذبات ٹھنڈے کرتا ہے اور اپنا غصہ نکالتا ہے اپنی بہادری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ لیکن اللہ اور اللہ کے رسول کی خوشنودی کی خاطر اس طریقہ کو اختیار نہیں کرتا جو دعوت اور تبلیغ کا پیغمبرانہ طریقہ ہے ــــ اللہ تعالیٰ ہم سب کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی توفیق عطا فرمائے اور اس کو صحیح طریقے سے انجام دینے کا طریقہ بھی عطا فرمائے ــــ آمین۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَوَّلَ مَا دَخَلَ النَّقْصُ عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَنَّہٗ کَانَ یَلْقَی الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَیَقُوْلُ: یَاھٰذَا: اِتَّقِ اللّٰہَ وَدَعْ مَا تَصْنَعُ فَاِنَّہٗ لَا یَحِلُّ لَکَ. ثُمَّ یَلْقَاہُ مِنَ الْغَدِ وَھُوَ عَلٰی حَالِہٖ فَلَا یَمْنَعُہٗ ذٰلِکَ اَنْ تَکُوْنَ اَکِیْلَہٗ وَشَرِیْبَہٗ وَقَعِیْدَہٗ. فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِکَ ضَرَبَ اللّٰہُ قُلُوْبَ بَعْضِھِمْ بِبَعْضٍ.

(ابو داؤد، کتاب الملاحم، باب الامر والنہی حدیث نمبر ۴۳۳۶)

(ریاض الصالحین۔ باب الامر بالمعروف حدیث نمبر ۱۹۶)

عجیب وغریب حدیث

یہ عجیب وغریب حدیث ہے اور یہ حدیث ہم سب لوگوں کے لئے بہت توجہ کرنے کی ہے اور اس حدیث شریف جس بات کو بیان فرمایا گیا ہے ہم سب لوگ اس معاملے میں بڑی غفلت میں مبتلا ہیں ـــــ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل میں اول واول جو خرابی پیدا ہوئی، فساد پھیلا اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ ابتداء میں جب ان کے اندر خرابیاں پھیلنی شروع ہوئیں اس وقت جب کوئی اللہ کا بندہ کوئی خرابی ہوتے ہوئے دیکھتا تو وہ دوسرے کو ٹوکتا تو تھا مثلاً کسی شخص کو دیکھا کہ وہ کسی منکر میں، کسی گناہ میں مبتلا ہے تو اس سے کہتا کہ اللہ سے ڈرو۔ اور یہ عمل جو تم کر رہے ہو، یہ جائز نہیں ہے۔ یہ مت کرو۔ یہ عمل تمہارے لئے حلال نہیں ـــــ ایک مرتبہ اس سے کہدیا، لیکن اگلے دن دیکھا کہ وہ شخص پھر وہی گناہ کا کام کر رہا ہے اور اس نے وہ گناہ چھوڑا نہیں۔ اس کے باوجود یہ منع کرنے والا شخص دن رات اس کے ساتھ اٹھ رہا ہے، بیٹھ رہا ہے، کھا رہا ہے، پی رہا ہے، اس کے ساتھ خصوصی تعلقات قائم کئے ہوئے ہے۔ اور دن رات اس کے ساتھ دوستی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔

میرا یہ عمل اتنا برا نہیں

اس نے ایک مرتبہ تو اس سے کہہ دیا کہ یہ کام برا ہے۔ اپنا فرض ادا کر دیا لیکن جب دن رات اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہے، اسی کے ساتھ کھانا پینا ہے، اسی کے ساتھ دوستی اور خصوصی تعلقات ہیں۔ تو اس کے نتیجے میں اس کے دل میں یہ

خیال آئے گا کہ اس شخص نے مجھے کہہ دیا تھا کہ یہ کام برا ہے۔ چھوڑ دو ـــــ لیکن یہ عمل اتنا زیادہ برا نہیں ہے، اگر میرا عمل زیادہ برا ہوتا تو میرے ساتھ اس کے یہ خصوصی تعلقات نہ ہوتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شخص اپنے گناہ پر اور زیادہ جری ہو گیا۔

پھر گناہ کی نفرت کم ہوتی چلی جائے گی

یاد رکھئے: گناہوں کی ظلمت ایسی چیز ہے جو اچھے اچھے انسانوں پر اثر انداز ہو جاتی ہے ـــــ جب آدمی اپنی صحبت اور دن رات کا اٹھنا بیٹھنا، خصوصی تعلقات ایسے لوگوں کے ساتھ رکھے گا جو فسق و فجور میں مبتلا ہیں تو رفتہ رفتہ گناہوں کی نفرت اس کے دل سے بھی کم ہوتی چلی جائے گی ـــــ پہلے گناہ کی نفرت بہت زیادہ تھی، لیکن صبح و شام جب اس گناہ کو ہوتا ہوا دیکھتا ہے اور جو لوگ اس گناہ کے اندر مبتلا ہیں ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بھی ہے۔ کھانا پینا بھی ہے، خصوصی تعلقات بھی ہیں تو رفتہ رفتہ اس گناہ کی نفرت دل سے کم ہونا شروع ہو جاتی ہے ـــــ اور جب دل سے اس گناہ کی نفرت کم ہو جاتی ہے تو کسی دن وہ خود بھی اس گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

بنی اسرائیل میں فساد کا آغاز

اسی لئے اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ بنی اسرائیل میں خرابی و فساد کا آغاز اس طرح ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو بالکل تو نہیں چھوڑا بلکہ ایک مرتبہ زبان سے گناہ کرنے والے کو کہہ دیا لیکن جب اس نے گناہ نہیں

چھوڑا تو پھر بھی دن رات اس کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا، کھانا پینا، رکھا تو اس کے نتیجے میں برائی ختم ہونے کے بجائے بڑھتی چلی گئی، اس کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تنبیہ فرمارہے ہیں کہ اگر تم اپنی نجات چاہتے ہو تو دوستانہ خصوصی تعلقات ایسے لوگوں کے ساتھ رکھو جو فسق و فجور میں مبتلا نہ ہوں ــــ جو شخص کھلم کھلا فسق و فجور مبتلا ہے تم اس کے حقوق تو ادا کرتے رہو یعنی کبھی اس سے ملاقات کرلی کبھی اس سے سلام دعا کر لی کبھی اس کی بیماری میں عیادت بھی کرلی، اس کے یہاں کسی کا انتقال ہوا تو اس کے جنازہ میں بھی شریک ہو گئے۔

صحبت انسان پر اثر انداز ہوتی ہے

لیکن دن رات کا ان کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا، کھانا پینا اور دوستیاں، خصوصی تعلقات ایسے لوگوں کے ساتھ رکھو گے تو یاد رکھو کہ ان کی صحبت تمہارے اوپر بھی اثر انداز ہوگی ــــ اور کچھ نہیں تو کم از کم یہ ہوگا کہ گناہوں کی برائی گناہوں کی نفرت تمہارے دل سے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ جس کا دل چاہے تجربہ کر کے دیکھ لے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی خصوصیت یہ بنائی ہے کہ کسی کی صحبت اس کے اوپر بہت زیادہ اثر انداز ہوتی ہے۔ اگر دوستانہ تعلقات اچھے اور نیک لوگوں کے ساتھ ہونگے تو ان کی نیکی اور ان کے تقویٰ کے جذبات اس کی طرف بھی منتقل ہونگے ــــ اور اگر فسق و فجور والے لوگوں کے ساتھ رہے گا تو ان کے فاسقانہ اور فاجرانہ خیالات اور جذبات اس کے اندر بھی منتقل ہونگے ــــ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اتنی بات کافی نہیں کہ اس کی برائی کرنے پر تم نے اس کو صرف ایک مرتبہ ٹوک دیا ــــ بلکہ

اس برائی پر ٹوکنے کا اثر یہ ہونا چاہئے کہ ان کی صحبت کو اور ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات کو ختم کر دینا چاہئے۔

بائیکاٹ نہیں بلکہ خصوصی تعلقات نہ رکھے

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے ساتھ قطع تعلق کر لیا جائے۔ اور اس کا بائیکاٹ کر دیا جائے کہ اب آئندہ اس کے ساتھ سلام و کلام بھی نہیں ہوگا۔ اور نہ اس کی بیماری میں اس کی عیادت کی جائے گی اور اس کے ہاں کسی کا انتقال ہو گیا تو جنازہ میں بھی شرکت نہیں ہوگی ـــــ یہ بات ٹھیک نہیں۔ اس لئے کہ یہ حقوق تو ہر حال میں ادا کرنے ہیں ـــــ لیکن بات چل رہی ہے خصوصی تعلقات قائم کرنے کی کہ دن رات کا اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا وغیرہ ایسے لوگوں کے ساتھ مت رکھو۔

اچھے لوگ آج بھی مل جائیں گے

بھائی۔ آج ہم لوگ یہ شکوہ کرتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ خراب ہے۔ ہمارا ماحول خراب ہے۔ دن رات ایسے لوگوں کے ساتھ واسطہ ہے ان کے ساتھ رہتے ہوئے کس طرح ہم اپنے آپ کو بچائیں ـــــ بچانے کا راستہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں بیان فرما رہے ہیں کہ آج کے اس گئے گزرے دور میں بھی الحمدللہ ایسے لوگوں کا فقدان نہیں ہے جو اللہ کے دین پر چلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ باوجودیکہ ان کو مشکلات پیش آ رہی ہیں ـــــ ایسے لوگوں کے ساتھ تمہاری دوستیاں کیوں نہیں ہوتیں؟ ایسے لوگوں کے ساتھ خصوصی تعلقات قائم کیوں نہیں ہوتے؟

ایسے لوگوں سے ملنے کا خیال کیوں نہیں آتا جو دین کی طرف راغب ہوں۔ جن کی فکر، جن کا خیال دین کی طرف ہو۔ اور جو بحیثیت مجموعی دین پر عمل کرتے ہوئے زندگی گزار رہے ہوں ـــــ ایسے لوگوں کے ساتھ ہمارا اٹھنا، بیٹھنا کیوں نہیں ہے؟ ـــــ ایسے لوگوں کے ساتھ کیوں دوستی اور تعلقات رکھتے ہو جو فسق و فجور میں مبتلا ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلا ہیں۔؟

آخرت فکر کرو، صحبت اچھی کرو

بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ ہمارا جو اپنا معیار زندگی ہے اس معیار کے لوگوں میں ہم اٹھتے بیٹھتے ہیں ـــــ بات یہ ہے کہ بھائی تو تم اپنے معیار کی فکر کرلو۔ یا آخرت کی فکر کرلو۔ اگر آخرت بنانی ہے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے تو پھر ایسے لوگوں کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا رکھو جو تمہارے دین میں معاون ہوں۔ تمہارے تقویٰ میں معاون ہوں۔ جن کے پاس بیٹھ کر تمہیں اللہ یاد آئے۔ جن کے پاس بیٹھ کر آخرت کی فکر پیدا ہو۔ جن کے ساتھ اگر گفتگو ہو تو دین کی گفتگو ہو ایسے لوگوں کو دوستی کے لئے اختیار کرو۔

اب گناہ کی نفرت دل سے ختم ہو رہی ہے

لیکن اگر تم نے اپنے معیار زندگی کے لوگوں سے دوستی کرلی تو اس کے نتیجے میں تمہیں معیار اور اسٹیٹس تو مل جائے گا۔ لیکن ساتھ میں تمہیں آخرت سے غفلت بھی ملے گی۔ اور ساتھ میں فسق و فجور کی نفرت بھی دل سے کم ہوگی۔ تجربہ کرکے دیکھ لو۔

آج سے ۲۰۔۲۵ سال پہلے جن گناہوں کا تصور کر کے پیشانی پر پسینہ آتا تھا۔ آج وہ گناہ کھلم کھلا ہو رہے ہیں اور کسی کے ماتھے پر شکن تک نہیں آتی۔ یہ سب کیوں ہے؟ ــــ اس لئے دن رات ان گناہوں کو دیکھ دیکھ کر اور گناہوں کی محفل میں بار بار شریک ہو کر نگاہیں ان گناہوں کی عادی ہو گئیں اور نگاہیں عادی ہونے کی وجہ سے گناہ کی نفرت دل سے کم ہو گئی ہے۔

خواتین کے سفر کا انداز پہلے کیا تھا

ایک زمانہ وہ تھا کہ جب خواتین تانگے میں بھی سفر کرتیں تو اس کے چاروں طرف پردے لٹکے ہوئے ہوتے تھے۔ اور اگر خواتین ڈولی یا پالکی میں سفر کرتیں تو دیوبند میں اس بات کا اہتمام کیا جاتا تھا کہ پالکی میں خاتون کے ساتھ ایک بھاری پتھر بھی رکھ دیتے تھے۔ تاکہ اٹھانے والے کہار کو اندر بیٹھی ہوئی خاتون کے وزن کا اندازہ نہ ہو کہ اس خاتون کا وزن کتنا ہے؟ ــــ جہاں یہ عالم ہو وہاں یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ کوئی خاتون نقاب الٹ غیر محرموں کے سامنے جا رہی ہے۔ اگر کوئی خاتون ایسا عمل کر لیتی تو پورا معاشرہ اس پر تھو تھو کرتا تھا۔ لیکن آج یہ عالم ہے کہ خاتون کا برقعہ بھی اتر گیا اور دوپٹہ بھی اتر گیا۔ اور کسی کے ماتھے پر شکن بھی نہیں آتی ہے کہ یہ کوئی گناہ کا کام ہو رہا ہے یا ناجائز کام ہو رہا ہے۔ کیوں؟ ــــ اس لئے کہ وہ گناہ ہوتے ہوتے اس گناہ کی کراہیت اور اس کی نفرت دل سے محو ہو گئی، ختم ہو گئی ــــ یاد رکھئے، انسان کی زندگی میں وہ بدترین لمحہ ہے جب اس کے دل سے گناہ کی نفرت اور گناہ کی کراہیت مٹ جائے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کی

ایک شکل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

بری صحبت کا نتیجہ

بہر حال، بری صحبت اور فاسقانہ اور فاجرانہ صحبت یہ انسان کے دل سے گناہوں کا احساس مٹا دیتی ہے۔ گناہوں کی نفرت کو کم کر دیتی ہے ___ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ تم نے دوسرے شخص سے کہہ تو دیا کہ یہ کام برا ہے۔ یہ کام نہیں کرنا چاہئے ___ لیکن جب تم دن رات ایسے لوگوں کے ساتھ اٹھ، بیٹھ رہے ہو ان کے ساتھ تم نے دوستانہ تعلقات قائم کئے ہوئے ہیں تو یہ سب اس بات کی علامت ہے کہ تم زبانی طور پر تو اس سے کہہ رہے ہو کہ یہ فعل برا ہے لیکن اندر سے تمہارا دل اس عمل کو برا نہیں سمجھ رہا ہے ___ اگر دل اندر سے اس فعل کو برا سمجھتا تو تم ان لوگوں کی صحبت اختیار نہ کرتے۔ بلکہ صاحب تقویٰ لوگوں کی صحبت اختیار کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ___ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

***

*

صلى الله على حبيبه محمد وآله وسلم
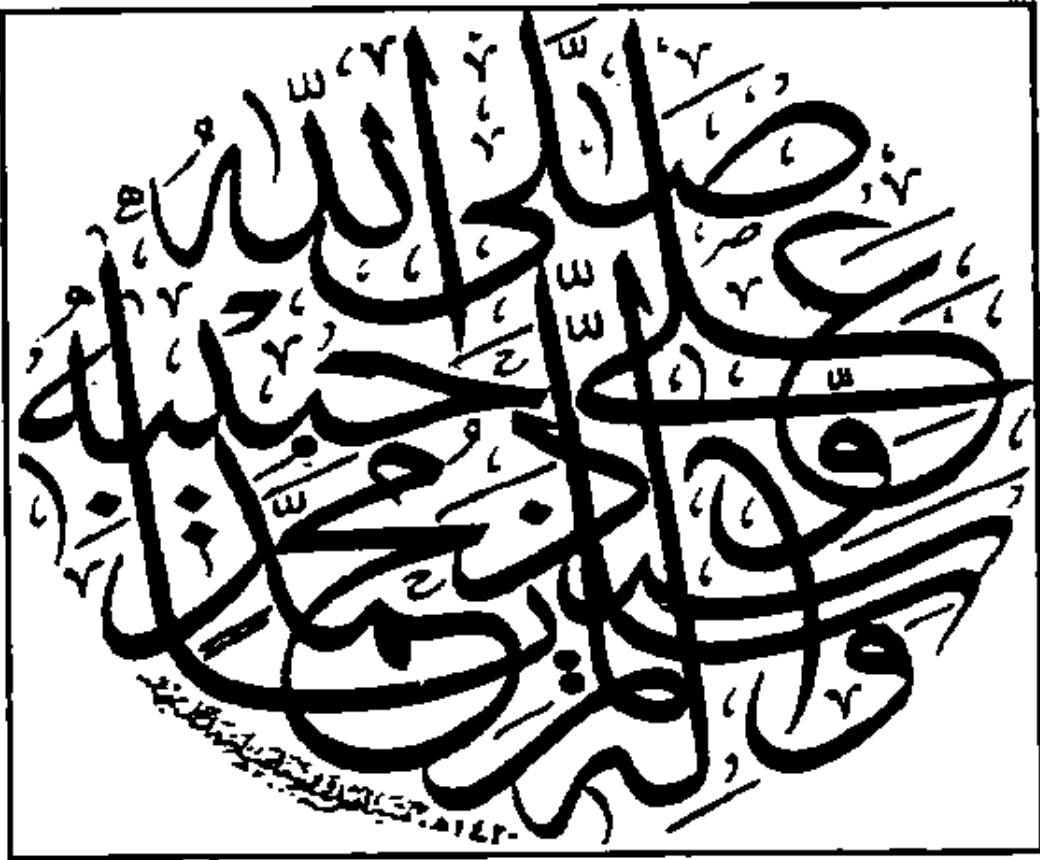
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سنت کی اتباع کیجئے

شیخ الاسلام
حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب
استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

خطاب : شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب : مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

تاریخ : ۱۳۔ ستمبر ۱۹۹۱ء

بروز : جمعہ

بوقت : بعد نماز عصر

مقام : جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سنت کی اتباع کیجئے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئٰتِ اَعْمَالِنَا. مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ. وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ،

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

(سورۃ آل عمران، ۳۱)

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِيْمُ. وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ. وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ

وَالشّٰكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

تمہید

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''ریاض الصالحین'' کی احادیث کی تشریح کا سلسلہ چل رہا ہے۔ آگے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نیا باب قائم فرمایا ہے جس کا عنوان ہے "باب فی الامر بالمحافظة علی السنة وآدابها"۔ یعنی اتباع سنت کی پابندی، اور سنت میں جو آداب زندگی بتائے گئے ہیں، ان کو اختیار کرنے کا اہتمام، یہ اس باب کا مقصد ہے۔

تصوف، طریقت کا مقصود ''اتباع سنت'' ہے

یوں تو نیک اعمال بے شمار ہیں۔ جن کی کوئی حد، کوئی انتہا نہیں۔ اس لئے کہ نیکی کسی خاص عمل میں منحصر نہیں۔ اس لئے کہ اعمال صدق، اعمال خیر، اعمال حسنہ، ان کی کوئی انتہا نہیں۔ لیکن نیکی کو حاصل کرنے کا اور اللہ جل شانہٗ کی رضا حاصل کرنے کا صحیح راستہ ''اتباع سنت'' ہے۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا اتباع کرنا۔ ہر شعبہ زندگی میں انسان یہ دیکھے کہ اس شعبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا طریقہ تھا؟ اور اس طریقے کو اپنائے اور اس کی نقل اتارے۔ اسی کا نام ''اتباع سنت'' ہے ــــ یہ ایک ایسا طریقہ ہے جس کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ جس کے اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ جس میں کسی دسائس نفس کا شائبہ نہیں۔ یہ ایسا راستہ ہے جو سیدھا جنت کی طرف جاتا ہے ــــ اس راستے میں کوئی موڑ نہیں، کوئی الجھاؤ

نہیں۔اس راستے میں کسی رہنما کی بھی ضرورت نہیں۔بس اتنا پوچھنے کی ضرورت تو ہے کہ سنت طریقہ کیا ہے؟ لیکن اس کے ذریعہ مقصود حاصل کرنے کے لئے کسی رہبر اور رہنما کی بھی ضرورت نہیں۔ یہ ایسا سیدھا راستہ ہے۔ اسی کو بیان کرنے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب قائم فرمایا ہے۔ اور سارے تصوف، سارے طریق اور سارے سلوک کا مقصود اگر کوئی ہے تو وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع ہے۔

میں نے ظاہری اور باطنی علوم حاصل کئے

میرے شیخ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمۃ اللہ علیہ سے کئی مرتبہ یہ واقعہ سنا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، جن کو اللہ تعالیٰ نے علوم ظاہرہ، علوم باطنہ، اور چاروں سلسلوں کے تمام طریقوں کا جامع بنایا تھا۔ ان کے بارے حضرت والا نے فرمایا کہ انہوں نے اپنے ایک مکتوب تحریر فرمایا ہے کہ ”میں نے سب سے پہلے علوم ظاہرہ حاصل کرنے سے آغاز کیا۔ قرآن کریم، حدیث، تفسیر، فقہ وغیرہ کے علوم حاصل کئے۔ اساتذہ کرام سے یہ سب علوم حاصل کئے۔ جب یہ سارے ظاہری علوم حاصل کر لئے تو مجھے خیال آیا کہ میں نے ظاہری علوم تو حاصل کر لئے لیکن یہ حضرات صوفیاء کرام جو خانقاہیں لئے بیٹھے ہیں اور لوگوں کی مختلف طریقوں سے تربیت کر رہے ہیں۔ ان کو بھی دیکھنا چاہئے کہ یہ کیا کر رہے ہیں؟ چنانچہ ان صوفیاء کرام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور لوگوں کو تربیت اور تعلیم کا جو کورس کراتے ہیں، الحمد للہ میں نے اس کو مکمل کیا۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ صوفیاء کرام کے اور بھی سلسلے ہیں۔ قادریہ، چشتیہ،

نقشبندیہ، سہروردیہ میں نے سوچا کہ ان کو بھی دیکھنا چاہیے کہ وہ کیا کرتے ہیں۔
چنانچہ میں ایک ایک کر کے چاروں سلسلوں کے حضرات صوفیاء کرام کے پاس گیا اور
ان چاروں سلسلوں کے تمام طریقوں کو حاصل کیا۔ ان کے اعمال، اذکار، تسبیحات کو
حاصل کیا۔ اور ان کی تربیت حاصل کی ___ جب مجھے یہ چاروں سلسلے حاصل ہو گئے
تو میں نے روحانی مدارج میں ترقی کرنی شروع کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے روحانی طور
پر اتنی ترقی دی۔ اتنی ترقی دی کہ میں اس کو بیان نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کیا
مقام عطا فرمایا۔

میں پھر ظل اور اصل تک پہنچا

یہاں تک ایک مقام ایسا آیا کہ خود نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک
سے مجھے خلعت پہنائی۔ مجھے اس پر بھی بس نہ ہوا اور میں اور آگے بڑھا، یہاں تک
کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی معرفت کے ایسے مقام پر پہنچا کہ اگر میں اس کو
علماء ظاہر کے سامنے بیان کروں تو وہ مجھ پر کفر کا فتویٰ لگا دیں۔ اور اگر علماء باطن کے
سامنے بیان کروں تو مجھ پر زندیق ہونے کا فتویٰ لگا دیں کہ میں زندیق ہو گیا۔ لیکن
میں کیا کروں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے واقعی وہ مقام عطا فرمایا۔ اور پھر میں ''ظل'' تک
پہنچا اور ظل سے پھر میں ''اصل'' تک پہنچا ___ ظل اور ''اصل'' کا کیا مطلب ہے، ہم
اس کا مطلب سمجھنے سے قاصر ہیں ___ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے روحانی ترقیات کے یہ
تمام مقام عطا فرمائے۔ یہ سارے مقامات حاصل کرنے کے بعد اور ان تمام احوال
اور مقامات کی سیر کرنے کے بعد میں اللہ تعالیٰ سے ایک دعا کرتا ہوں۔

میں دعا کرتا ہوں آپ آمین کہیں

وہ ایسی دعا ہے کہ جو شخص وہ دعا کرے گا، اور جو شخص اس دعا پر آمین کہے گا اس کی مغفرت ہو جائے گی اور وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ وہ دعا یہ ہے کہ:

"یا اللہ! مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کی توفیق عطا فرما، اور اتباع سنت پر مجھے زندہ رکھئے، اور اتباع سنت پر مجھے موت عطا فرما، اور اسی اتباع سنت کے ساتھ میرا حشر فرما۔"

یہ دعا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں جنہوں نے پہلے مدارس کی، اور خانقاہوں کی سیر کرلی، اور علم ظاہر اور علم باطن سب کچھ حاصل کیا۔ اور تمام روحانی مدارج طے کرنے کے بعد فرما رہے ہیں کہ مقصود اصلی درحقیقت یہ ہے کہ پوری زندگی میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہو۔ اور آپ کی سنت کی پیروی ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سارے دین کا اول و آخر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے۔ اب جو شخص پہلے دن سے اس اتباع سنت کے راستے پر چل پڑے تو پھر اس کو کسی اور عمل کی ضرورت نہیں۔

ہمارے سلسلے میں وصول جلدی ہو جاتا ہے

ہمارا تصوف اور طریقت کا جو سلسلہ ہے وہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ کہلاتا ہے۔ اس زمانے جو دوسرے بزرگ تھے ان کے بھی اصلاح کے

مختلف طریقے تھے اور وہ بھی اپنے اپنے طریقوں سے آدمی کو منزل تک پہنچانے کی تدبیر کیا کرتے تھے۔ البتہ مقصد سب کا ایک تھا۔ راستے اور طریقے مختلف تھے۔ اس لئے کسی کو دوسرے طریق پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ___ لیکن حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں ''وصول'' جلدی ہو جاتا ہے اور ''وصول'' کے معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تک پہنچ جانا۔ اور مقصود کا حاصل ہو جانا، اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کا مضبوط ہو جانا، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں سارا زور اتباع سنت پر ہے۔ جبکہ دوسرے طریقوں میں ابتداء میں علاج معالجے کے مختلف طریقے شروع کرا دیتے ہیں جبکہ اس سلسلے میں ابتداء ہی سے اتباع سنت پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔

اتباع سنت میں محبوبیت کی شان

پھر فرمایا کہ ''سنت'' کی خاصیت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے یہاں محبوبیت پیدا ہوتی ہے چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں، لہٰذا جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل اتارے گا اور آپ کے طریقے کی اتباع کرے گا اس کو بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں محبوبیت حاصل ہوگی۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

(سورۃ آل عمران، ۳۱)

یعنی اگر تمہیں اللہ تعالیٰ سے محبت ہے، اس محبت کا راستہ یہ ہے کہ تم میری اتباع کرو، تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ اور تم اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاؤ گے۔ بہر حال، اتباع سنت کی خاصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے اور آدمی اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔

اس وقت اللہ کے محبوب بن جاؤ گے

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کی تشریح میں فرمایا کرتے تھے کہ کوئی بھی چھوٹی سے چھوٹی سنت لے لو۔ اس سنت پر تم جس وقت عمل کر رہے ہو گے اس وقت میں تم اللہ تعالیٰ کے یہاں محبوب بن جاؤ گے ___ مثلاً آپ مسجد میں داخل ہو رہے تھے اور داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں پہلے مسجد کے اندر رکھا، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں دایاں پاؤں پہلے رکھا کرتے تھے۔ اس نیت سے آپ نے بھی دایاں پاؤں پہلے رکھا۔ تو جس وقت آپ یہ کام کر رہے ہیں اس وقت تم اللہ تعالیٰ کے یہاں محبوب ہو ___ اسی طرح آپ بیت الخلاء میں داخل ہوئے اور بایاں پاؤں پہلے رکھا۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بایاں پاؤں پہلے رکھتے تھے۔ جب اس نیت سے تم نے بھی بایاں پاؤں پہلے رکھا، تو اس وقت جب کہ تم اس گندگی کے مقام میں داخل ہو رہے ہو۔ چونکہ اس وقت تم نے اللہ کے محبوب کی اتباع کر رہے ہو، اس لئے تم اس وقت بھی اللہ کے محبوب بن رہے ہو۔ کوئی چھوٹے سے چھوٹا عمل ایسا نہیں ہے جو اتباع سنت کی نیت سے کیا جائے۔ اور وہ عمل انسان کو اللہ تعالیٰ کا محبوب نہ بنائے۔ اور یہ چھوٹا ہونا عرف عام کی وجہ سے کہہ رہا ہوں ورنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت چھوٹی نہیں۔ ہر سنت عظمت والی اور محبت والی ہے۔

اتباعِ سنت مٹی کو سونا بنا دیتا ہے

وہ افعال جن کو ہم معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں، ان افعال میں بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع وہ ''پارس'' ہے جو مٹی کو سونا بنا دیتا ہے۔ آخر بیت الخلاء میں تو داخل ہونا بھی ہے اب چاہو تو بے فکری کے ساتھ حیوان کی طرح داخل ہو جاؤ، اور چاہو تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے ایک امتی اور متبع سنت کی حیثیت سے داخل ہو جاؤ۔ اور دونوں افعال میں زمین و آسمان کا فرق ہو جائے گا، عمل وہی ہے، صرف ذرا سا دھیان کر کے اس عمل کو عبادت بنا لو۔ اور اللہ کے محبوب بن جاؤ ـــــ تمام سنتوں کا حال یہی ہے کہ یہ انسان کو اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتی ہیں۔

اتباعِ سنت سے ''جذب'' حاصل ہو جائے گا

اور جب انسان اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے تو ''محبوبیت'' کی لازمی خاصیت ہے ''جذب'' ـــــ یعنی جو کوئی محبت کرنے والا عاشق ہوتا ہے تو اپنے محبوب کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتا ہے۔ جتنا اس کی استطاعت میں ہوگا، اتنا وہ اس کو اپنی طرف کھینچے گا۔ لہٰذا جب کوئی شخص اتباعِ سنت کر رہا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن رہا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف کھینچ لیں گے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾

(سورۃ الشوریٰ، ۱۳)

یعنی جس کو چاہیں اللہ تعالیٰ اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ اس لئے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اتباع سنت کے طریق میں وصول الی اللہ اس لئے جلدی ہو جاتا ہے کہ اس طریقے میں محبوبیت ہے اور محبوبیت کا لازمی نتیجہ جذب ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ جبکہ دوسرے طریقوں میں لمبے لمبے مجاہدات اور ریاضتیں کرنی پڑتی ہیں۔ تب جا کر وصول ہوتا ہے۔ اس لئے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور خاص طور پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں سارا زور اس بات پر دیا جاتا ہے کہ جتنا ہو سکے اپنے آپ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے قریب کرلو، اور اتباع سنت اختیار کرلو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے

بہر حال، ہماری اور آپ سب کی دین و دنیا کی صلاح اور فلاح اتباع سنت پر موقوف ہے۔

خلاف پیمبر کسے را گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے علاوہ کسی اور راستے سے اللہ تعالیٰ تک پہنچنا چاہے تو وہ نہیں پہنچ سکتا۔ چاہے وہ کتنی ہی کوشش کرلے۔ لہٰذا سب سے پہلے یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ یہ "اتباع سنت" کیوں ضروری ہے؟ اس کے لئے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی باب کے آغاز میں قرآن کریم کی جو آیات لائیں ہیں۔ ان میں اس حقیقت کو بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ ایک آیت تو یہ لائیں ہیں کہ:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿٢١﴾

(سورۃ الاحزاب، ۲۱)

فرمایا کہ تمہارے لئے اللہ کے رسول کی ذات میں اس کے طریق زندگی میں، اس کی سنت میں اور ان کی حیات طیبہ میں بہترین نمونہ ہے ــــــ بزرگوں نے فرمایا کہ بہترین نمونہ بنا کر آپ کو اس لئے بھیجا گیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کی فطرت ایسی بنائی ہے کہ انسان کی اصلاح اور تربیت اور تزکیہ کے لئے تنہا کتاب کبھی کافی نہیں ہوتی۔ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ کتاب پڑھ کر اور اس کے لکھے ہوئے پر عمل کر کے میری اصلاح ہو جائے تو کبھی اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ انسان کو اپنی اصلاح کے لئے ایک عملی نمونہ درکار ہے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے نمونہ موجود ہو کہ مجھے ایسا بننا ہے تب اس کی اصلاح ہو گی اس کے بغیر اصلاح نہیں ہو گی۔

جانوروں کو معلم اور مربی کی ضرورت نہیں

جبکہ بہت سے حیوانات میں یہ بات نہیں ہے۔ مثلاً مرغی کا بچہ چوزہ آج ہی انڈے میں سے نکلا، اس کے سامنے دانہ ڈال دو وہ اس کو کھانا شروع کر دے گا۔ اس چوزے کو دانہ کھانے کے لئے کسی معلم اور مربی کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت میں یہ بات رکھ دی ہے۔ لیکن اگر انسان کا بچہ پیدا ہوا اور تم اس کے سامنے روٹی کا ٹکڑا ڈال دو، اس کو روٹی کھانا نہیں آئے گا۔ جب تک کہ وہ

ایک مدت تک ماں باپ کو روٹی کھاتے ہوئے دیکھے گا نہیں۔ اور روٹی کھانے کی تربیت نہیں لے گا۔ اس وقت تک اس کو روٹی کھانا نہیں آئے گا ___ اسی طرح مچھلی کا بچہ سمندر کے اندر پیدا ہوا اور پیدا ہوتے ہی تیرنا شروع کردیا۔ اس کو تیراکی سکھانے کے لئے کسی معلم اور مربی کی حاجت نہیں۔ لیکن انسان کے بچے کا باپ بہت اچھا تیراک ہے اس کی ماں بہت اچھی تیراک ہے۔ خوب اچھی طرح تیرنا جانتی ہے اس کے ہاں بچہ پیدا ہو، اس بچے کو پانی ڈال دو کیا وہ خود بخود تیرنا سیکھ لے گا؟ ہرگز نہیں۔ تیرنا تو درکنار ماں باپ یہ چاہیں کہ جس طرح ہم چلتے ہیں بچہ بھی پیدا ہوتے ہی چلنا شروع کردے تو وہ ایسا نہیں کرے گا۔ جب تک وہ ایک مدت چلنے کا نمونہ نہیں دیکھے گا۔ اور وہ ماں باپ کو چلتا ہوا نہیں دیکھے گا۔ اس کو چلنا نہیں آئے گا ___ یہ انسان کی خاصیت ہے کہ اس کو کوئی چیز سیکھنے کے لئے نمونہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

انسان کھانا پکانے میں معلم کا محتاج

اسی طرح کھانا پکانا ایک فن ہے۔ کوئی شخص یہ چاہے کہ کھانا پکانے کی ترکیب پر کتابیں لکھی ہوئی ہیں کہ قورمہ اس طرح بنتا ہے۔ پلاؤ اس طرح بنتا ہے اور کباب اس طرح بنتا ہے۔ کوئی شخص یہ چاہے کہ میں کتاب پڑھتا جاؤں اور پلاؤ پکاتا جاؤں۔ خدا جانے وہ کیا ملغوبہ تیار کرے گا ___ جب تک وہ کہ کسی ماہر پکانے والے کا نمونہ نہیں دیکھے گا، اس سے تجربہ حاصل نہیں کرے گا، اس سے تربیت نہیں لے گا۔ اس وقت تک اس کو کھانا پکانا نہیں آئے گا۔

علاج کرنے میں معلم کا محتاج

علم طب اور میڈیکل سائنس پر کتابیں لکھی ہوئی ہیں اور بازار میں موجود ہیں۔ ان کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ فلاں بیماری کا علاج یہ ہے اور فلاں بیماری کا یہ علاج ہے۔ اب کوئی شخص یہ سوچے کہ میں ان کتابوں کو پڑھ کر علاج کرنا شروع کردوں۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے علاج سے کسی کو فائدہ بھی پہنچ جائے لیکن اگر وہ اس طرح علاج کرنے کا معمول بنائے گا اور کتاب کو دیکھ دیکھ کر لوگوں کا علاج کرے گا تو سوائے قبرستان آباد کرنے کے وہ کوئی اور خدمت انجام نہیں دے گا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی سرشت میں یہ بات رکھ دی ہے کہ وہ کوئی علم، کوئی فن اس وقت نہیں سیکھ سکتا جب تک کہ اس کا کوئی عملی نمونہ اس کے سامنے موجود نہ ہو۔

ہر آسمانی کتاب کے ساتھ رسول ضرور آیا

اس لئے اللہ تعالیٰ نے جب کبھی کوئی آسمانی کتاب نازل فرمائی تو اس کے ساتھ ایک رسول ضرور بھیجا ــــــ ایسی بہت سی مثالیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر آئے، لیکن کوئی نئی کتاب نہیں آئی۔ لیکن کوئی ایک بھی ایسی مثال نہیں کہ کوئی کتاب تو آئی ہو اور اس کے ساتھ رسول نہ آیا ہو۔ بلکہ ہر کتاب کے ساتھ ایک پیغمبر آیا ہے کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ یہ انسان تنہا کتاب سے رہنمائی حاصل نہیں کرسکتا۔ جب تک اس کتاب کے ساتھ اس کا معلم، اس کا مربی اس کا عملی

نمونہ پیش نہ کرے۔ اس وقت تک یہ انسان ہدایت حاصل نہیں کر سکتا۔

نبی کے نور بغیر کتاب نہیں سمجھ سکتے

اس لئے اللہ جل شانہٗ جتنے پیغمبر بھیجتے ہیں۔ وہ اس لئے بھیجتے ہیں تاکہ پیغمبر عملی نمونہ بن کر لوگوں کو دکھائیں کہ دیکھو: جو حکم تمہیں دیا جا رہا ہے اس حکم پر عمل کرنے کا طریقہ یہ ہے۔ وہ پیغمبر ایک مکمل نمونہ پیش کرتے ہیں ___ اسی وجہ سے قرآن کریم کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا گیا، اور اس کی کتنی اچھی مثال قرآن کریم نے پیش کی۔ فرمایا کہ:

لَقَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ

(سورۃ المائدۃ، ۱۵)

یعنی ہم نے تمہارے پاس دو چیزیں بھیجی ہیں۔ ایک کتاب بھیجی ہے، یعنی قرآن کریم اور دوسرے اس کتاب کو پڑھنے اور سمجھنے کے لئے ایک ''نور'' بھیجا ہے ___ فرض کرو آپ کے پاس کتاب تو موجود ہے لیکن اندھیرا ہے۔ کیا اس اندھیرے کے اندر کتاب پڑھ کر اس سے فائدہ اٹھا سکو گے؟ کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے ___ کتاب اپنی جگہ پر مکمل۔ اس کتاب میں ساری باتیں موجود، اور تم کتاب سے فائدہ بھی اٹھانا چاہتے ہو۔ لیکن چونکہ تمہارے پاس نور نہیں، روشنی نہیں۔ اس لئے تم اس کتاب کو کھول کر فائدہ نہیں اٹھا سکتے ___ اور یہ کتاب کا نقص نہیں کہ تم اسے فائدہ نہیں اٹھا سکتے بلکہ یہ نقص تمہارا ہے۔ کیونکہ تمہارے پاس ''نور'' نہیں، روشنی نہیں۔ اس لئے ہم نے اس کتاب کے ساتھ ایک ''نور'' بھی بھیجا اور وہ نور ہے جناب محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا نور۔ آپ کی تفسیر کا نور، آپ کی تشریحات کا نور، آپ کی سنت کا نور۔ جب یہ نور کتاب اللہ کے ساتھ شامل ہوگا تو کتاب کھلی نظر آئے گی اور اس کے احکام آپ کے سامنے واضح ہوں گے اور پھر آپ کے لئے راستہ کھلے گا۔

اپنے نبی کی نقل اتارتے جاؤ

لہٰذا جب یہ بات واضح ہوگئی کہ تنہا کتاب انسان کو کام نہیں دے سکتی اور اس کی اصلاح کے لئے کافی نہیں ہوسکتی بلکہ پیغمبر کی تعلیم، تربیت اور نمونے کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے کتاب کے ساتھ وہ نمونہ بھی بھیج دیا۔ یعنی ایک کتاب اور اس کتاب پر عمل کرنے کا نمونہ ـــــ کہ جہاں کتاب سمجھ میں نہ آئے اس نمونے کو دیکھو کہ ہم نے ایک ایسا شاہکار نمونہ تخلیق کر دیا کہ اس کے اندر کوئی نقص اور کوئی عیب نہیں۔ اگر تم خوردبین لگا کر بھی دیکھو گے تو تمہیں اس کے اندر کوئی عیب نظر نہیں آئے گا۔ کوئی نقص نظر نہیں آئے گا۔ ہم جیسا چاہتے ہیں کہ انسان بنے، ایسا بنا کر دکھا دیا کہ یہ ہے وہ انسان جو ہمارے مقصود کے مطابق زندگی گزارنے والا ہے ـــــ بس تمہارا کام یہ ہے کہ اس شاہکار کو دیکھتے جاؤ، اس کی ایک ایک ادا کو سمجھتے جاؤ۔ اور اس کی نقل اتارتے جاؤ۔ یہ ہے ''اسوۂ حسنہ'' جس کے بارے میں فرمایا کہ یہ تمہارے لئے نمونہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق قرآن کریم کا عملی نمونہ ہیں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

اخلاق کیسے تھے؟ تو جواب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ

(کنز العمال، کتاب الشمائل جلد ۷/۸، رقم الحدیث ۱۸۷۱۴)

یعنی آپ کے اخلاق قرآن تھے، یعنی قرآن کریم الفاظ و معانی ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اس کا عملی نمونہ ہے۔ فرض کرو کہ کتاب اللہ کا ایک لفظ بھی تمہاری سمجھ میں نہ آئے۔ لیکن تم نے اس نمونے کی مکمل پیروی کر لی جو نمونہ ہم نے تمہارے لئے بھیجا تھا تو تم کامیاب ہو۔ اس لئے اتباع سنت پر جو زور دیا جاتا ہے وہ اس لئے کہ انسانیت کی اصلاح اور اس کے تزکیہ کے لئے اس کو جس نمونہ کی ضرورت تھی وہ سرکار کی سنت کے اندر موجود ہے۔

انسان کی عقل دھوکہ دینے والی ہے

یہاں یہ بات عرض کر دو کہ یہ عقل انسان کو بڑے دھوکے دیتی ہے۔ آدمی یہ سمجھتا ہے کہ میں اپنی عقل سے دیکھ لوں گا کہ کیا میرے لئے اچھا ہے اور کیا میرے لئے برا ہے۔ اس لئے مجھے نمونہ کی کیا ضرورت!____ یاد رکھو! اگر تنہا انسان کی عقل اچھے اور برے کاموں کے امتیاز کے لئے کافی ہوتی تو پھر اللہ تعالیٰ کو پیغمبروں کو بھیجنے کی ضرورت نہیں تھی۔ پھر وحی بھیجنے کی ضرورت نہیں تھی۔ بلکہ صرف ایک حکم اللہ تعالیٰ دے دیتے کہ میں نے تمہیں عقل دی ہے تم اس کے مطابق عمل کرو۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا، کیوں؟ اس وجہ سے کہ یہ عقل انسان کو ایسے دھوکے دیتی ہے اور بسا اوقات انسان کو ایسی گمراہی میں جا کر گراتی

ہے کہ جس کا انسان تصور نہیں کر سکتا۔ اس دنیا میں جتنی گمراہیاں اٹھیں وہ سب عقلیت کا دعویٰ لے کر اٹھیں اور عقل کی دلیلیں لے کر اٹھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی عقل کو ایسا لامحدود نہیں بنایا کہ ہر چیز اس کے دائرے میں آجائے اور وہ ہر چیز کو سمجھ سکے، اسی طرح آنکھ بڑی کام کی چیز ہے انسان اس کے ذریعہ ہر چیز دیکھ سکتا ہے اور دیکھ کر بہت سی باتوں کا علم حاصل کر سکتا ہے لیکن یہ آنکھ لامحدود نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ جہاں تک چاہو، دیکھتے چلے جاؤ۔نہیں۔ بلکہ اس آنکھ کی ایک حد ہے۔اس سے آگے یہ آنکھ کام کرنا چھوڑ دیتی ہے۔

انسانی عقل غلط جواب دینا شروع کر دیتی ہے

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عقل کو بھی ایسا بنایا ہے کہ وہ ایک حد تک ہماری رہنمائی کر سکتی ہے۔اس حد سے آگے عقل جواب دینا چھوڑ دیتی ہے بلکہ غلط جواب دینا شروع کر دیتی ہے ـــــ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں وحی کا نور اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا نور عطا فرمایا ہے۔ یہ آتا ہی اس جگہ پر ہے جہاں انسان کی عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے۔

سوشلزم کی ناکامی کی وجہ

جن لوگوں نے عقل کی پیروی کی، ان کو دیکھ لو کہ آج وہ کس طرح بکھرے پڑے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو عقل کی بنیاد پر کائنات کا نظام چلانے کے لئے اٹھے تھے اور جن کا یہ دعویٰ تھا کہ ہم اس کائنات کے لئے ایسا نظام متعارف کرائیں گے کہ اس سے پہلے کسی کے دماغ میں ایسا نظام نہیں آیا تھا اور ۷۴ سال تک اپنی نظریات

کو لوگوں پر مسلط کر دیا۔ اور اس درجہ مسلط کیا کہ خود ہمارے ملک پاکستان میں بھی ایسے لوگ کھڑے ہو گئے تھے جنہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ پاکستان میں بھی ''اسلامی سوشلزم'' آنا چاہئے۔ اس کا جادو اس درجہ چلا کہ اچھے خاصے پڑھے لکھے عقلمند اور سمجھدار یہاں تک کہ دیندار لوگ بھی یہ کہنے لگے کہ بات تو صحیح کہہ رہے ہیں اور ان کی باتیں عقل میں آتی ہیں۔ اور اس کی بنیاد پر اسلامی احکام میں بھی ترمیم اور تبدیلی کا مطالبہ بھی آنے لگا اور یہ کہا جانے لگا کہ یہ بیچارہ مولوی ملا ۱۴ سو سال پرانی باتیں لئے بیٹھا ہے۔ اور جب مولوی ان سے کہتا کہ یہ باتیں قرآن کریم کے خلاف ہے، سنت کے خلاف ہے اور اسلامی احکام کے خلاف ہے تو اس مولوی کے خلاف یہ الزامات لگائے گئے کہ یہ تو ۱۴ سو سال پرانی باتیں لئے بیٹھا ہے۔ یہ مولوی تو سرمایہ داروں کا ایجنٹ ہے اور جاگیرداروں کا چیلہ ہے اس لئے یہ ان کی حمایت کی باتیں کر رہا ہے ـــــ اس طرح اس نظام نے ۷۴ سال تک اپنے نظریات کا جادو جگائے رکھا لیکن اب اس کو دیکھ لو کہ کس طرح پچھاڑا ہوا پڑا ہے۔

صرف عقل رہنمائی کے لئے کافی نہیں

بہرحال، عقل کبھی بھی انسان کی پوری رہنمائی کے لئے کافی نہیں ہو سکتی، بلکہ اس کی رہنمائی کے لئے وحی کی ضرورت ہے اور وحی کے نور کو صحیح طور پر حاصل کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ کی سنت کی ضرورت ہے۔ جب تک انسان آپ کے قدموں پر سر نہیں رکھے گا اسی طرح بھٹکتا رہے گا اور افراط اور تفریط کی طرف مائل ہو جائے گا۔ اس لئے اتباع سنت کی ضرورت ہے ـــــ بہرحال اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

اس عقل کو بہت زیادہ استعمال مت کرو۔ بلکہ یہ دیکھو کہ اس کائنات میں افضل ترین مخلوق اور ہماری تخلیق کا سب سے اعلیٰ ترین شاہکار ایک نمونہ کی شکل میں تمہارے سامنے موجود ہے۔ اس کی نقل اتارلو۔ چاہے وہ بات تمہاری سمجھ میں آئے یا نہ آئے، تمہاری عقل میں آئے یا نہ آئے۔ تم کامیاب ہوجاؤ گے، اس کے علاوہ کوئی راستہ تمہاری کامیابی کا نہیں۔ آگے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ مختلف احادیث لائے ہیں:

عجیب وغریب حدیث

عَنْ أَبِي نَجِيحٍ العِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَةً بَلِيغَةً وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ. فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللهِ: كَأَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَأَوْصِنَا: قَالَ: أُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبْشِيٌّ. وَأَنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيْرًا. فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ، فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔

(ریاض الصالحین، باب فی الامر بالمحافظۃ علی السنۃ حدیث نمبر ۱۵۷)

(سنن ابو داؤد، کتاب السنۃ باب لزوم السنۃ حدیث نمبر ۴۲۰۷)

رخصت ہونے والے کی نصیحت

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ یہ بڑی عجیب جامع حدیث لائے ہیں۔ اس کو توجہ سے سننے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وعظ فرمایا۔ ایسا وعظ فرمایا جو دلوں میں اتر جانے والا اور ایسا وعظ کہ اس کو سن کر لوگوں کے دلوں میں کپکپی آگئی، دل ڈرنے لگے اور لوگوں کی آنکھوں میں آنسو آگئے ــــ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا آخری زمانہ تھا۔ جب آپ وعظ فرما چکے تو ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جس انداز سے آپ نے آج باتیں کی ہیں اور ہمیں نصیحتیں فرمائی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ایسے شخص کی نصیحتیں ہیں جو کسی سے رخصت ہو رہا ہو۔ اس لئے کہ جب انسان کسی سے رخصت ہو رہا ہوتا ہے تو وہ سوز و گداز کے ساتھ باتیں کرتا ہے۔ اسی طرح آپ کے انداز سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی رخصت ہونے والا اپنے پیچھے رہنے والوں کو نصیحت کر رہا ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھانپ گئے کہ ایسا لگتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا سے جانے کا وقت اب قریب آرہا ہے۔ اس لئے آپ نے اس پرسوز انداز میں وعظ فرمایا۔ چنانچہ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمیں کچھ وصیت فرما دیجئے۔ یعنی ہمیں کوئی ایسی جامع وصیت فرما دیجئے کہ ہم اس کو یاد رکھ لیں پھر ہمارے لئے وہ کافی ہو جائے۔ یعنی آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ہمیں کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے؟ اور کس طرح زندگی گزارنی چاہئے؟

پہلی نصیحت: اللہ کا خوف پیدا کرو

اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے یہ نصیحتیں فرمائیں اور واقعہ یہ ہے کہ یہ نصیحتیں صرف تین سطروں پر مشتمل ہیں۔ لیکن ان تین سطروں میں جتنی نظریاتی اور عملی گمراہیاں بعد کے زمانے میں پیش آسکتی تھیں ان تمام گمراہیوں کے دروازے جن جن سے مسلمان گمراہ ہو سکتے تھے بند کر دیئے کہ اگر تم ان پر عمل کر لو تو تمہاری نجات ہو جائے گی۔ اور تمہیں اللہ تعالیٰ گمراہی سے محفوظ فرمائیں گے۔

سب سے پہلی نصیحت فرمائی: أُوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ۔ میں تمہیں اللہ سے تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا خوف دل میں پیدا کرو۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا احساس دل میں پیدا کرو۔ اس بات کو ہر آن مدنظر رکھو کہ یہ دنیا ہی سب کچھ نہیں ہے۔ بلکہ اس دنیا کے بعد کسی اور زندگی میں جانا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے ایک ایک عمل کا جواب دینا ہے۔ اسی کا نام ''تقویٰ'' ہے۔

دوسری نصیحت: اپنے امیر اور حاکم کی اطاعت کرو

دوسری نصیحت یہ فرمائی:

وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ

فرمایا کہ میں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ میرے بعد جو تمہارا امیر ہو، اس کی بات

سنو۔ اور اس کی اطاعت کرو۔ چاہے تمہارے اوپر حبشی غلام امیر بن کر کیوں نہ آجائے۔ تم اس کی بھی اطاعت کرنا ـــــ یہ ایک بہت اہم اصول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا ـــ مسلمانوں کے اندر جتنے بھی سیاسی قسم کے اختلافات اور فتنے پیدا ہوئے اس کا سدباب اس طرح فرمادیا کہ امیر کی اطاعت کرنا اس کی بات کو ماننا چاہے وہ امیر ایسا جو تمہیں ذاتی طور پر پسند نہ ہو۔ مثلاً یہ کہ وہ امیر حبشی غلام ہو۔

حبشی غلام کی بھی اتباع کرو

اہل عرب کا معاملہ یہ تھا کہ وہ عرب سے باہر کے ہر آدمی کو "عجمی" کہتے تھے اور "عجمی" کے معنی ہیں۔ "گونگا" اور باہر کے کسی آدمی کو اپنے اوپر امیر بنانے کے لئے تیار نہیں تھے۔ لیکن خاص طور پر حبشہ کے رہنے والے عام طور پر غلام بن کر آتے تھے۔ اس وجہ سے اگر وہ امیر بن کر آجائے تو عرب کے لئے اس سے زیادہ بڑی بے عزتی کی کوئی بات نہیں تھی ـــــ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال میں فرمایا کہ اگر حبشہ کا کوئی غلام بھی آکر تم پر امیر بن جائے تو تم اس کی اطاعت کرنا اور اس کی بات ماننا۔

بغاوت کرنے والے کو قتل کردو

یہاں ایک بات کی طرف توجہ دلاؤں کہ یہ ایک حدیث نہیں بلکہ بے شمار احادیث ہیں جن میں آپ نے فرمایا کہ امیر کی اطاعت کرو، امیر کی اطاعت کرو۔

(صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر باب یقاتل من وراء الامام۔ حدیث نمبر ۲۹۵۷)

اور امیر کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کی ہمیشہ مذمت فرمائی۔ اور اس کی سختی سے ممانعت فرمائی۔ بلکہ یہاں تک فرمایا کہ اگر کوئی شخص مسلمان امیر کے خلاف علم بغاوت بلند کرے تو آپ نے فرمایا کہ: "فَاقْتُلُوْهُ كَائِنًا مَنْ كَانَ" اس کو قتل کر دو چاہے وہ کوئی بھی ہو۔

(سنن النسائی، کتاب تحریم الدم باب قتل من فارق الجماعة حدیث نمبر ۴۰۲۸)

یہ حکم اس لئے دیا تاکہ مسلمانوں کا شیرازہ بکھرنے نہ پائے۔ اور مسلمانوں کا شیرازہ بندھا رہے۔ اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور اتفاق قائم رہے۔ فرض کرو کہ اگر کوئی امیر حکومت چلانے اہل نہیں ہے تو اس کو معزول کرنے کے جو جائز طریقے موجود ہیں وہ جائز طریقے اختیار کر کے اس کو معزول کرنے کی کوشش کر لو۔ لیکن جب تک وہ حاکم ہے تمہارے ذمے اس کی اطاعت واجب ہے اور اس کی اطاعت کے ساتھ اس کی تعظیم بھی واجب ہے۔

حاکم کو گالی مت دو، نہ برا کہو

ہمارے ہاں جب سے انگریزوں کی حکومت آئی تو اس وقت مسلمانوں کے اندر انگریزوں کے خلاف جذبات تھے۔ اس لئے حکومت کے خلاف معاندانہ اور مخالفانہ رویہ لوگوں کے دل میں بیٹھ گیا۔ اس سے اس حد تک تو فائدہ ہوا کہ وہ انگریز برصغیر سے چلا گیا۔ لیکن اس کے جانے کے بعد دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی کہ "حاکم" بہت بری چیز ہے۔ اور حاکم کو برا کہنا اس کو گالی دینا اس کی بے عزتی کرنا یہ بڑے جہاد کا کام ہے اور بڑا اعلیٰ درجے کا مجاہد آدمی ہے جو یہ کام کر رہا

ہے ____ حالانکہ یاد رکھئے۔ یہ عمل حضور اقدس ﷺ کی تعلیم کے بالکل خلاف ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے تو یہ حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو تم پر حاکم بنا دیا ہے وہ اگر برا ہے تو بھی تم اس کو گالی مت دو بلکہ اپنے گناہوں کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو۔ (المعجم الاوسط لطبرانی جزء نمبر ۲ حدیث نمبر ۱۶۰۶)۔ اور فرمایا کہ قلوب اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ اگر تم درست ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرمانبردار ہو تو اللہ تعالیٰ تمہارے حاکموں کے دلوں کو تمہارے حق میں نرم فرما دیں گے۔ یہ حدیث کے الفاظ ہیں۔

(کنز العمال۔ ج ۵/ ۶ کتاب الامارۃ رقم الحدیث ۱۴۵۸۴)

عمال تمہارے اعمال کا آئینہ ہے

نیز فرمایا:

إِنَّمَا أَعْمَالُكُمْ عُمَّالُكُمْ

(شرح السنۃ: للامام البغوی۔ باب مناقب قریش، حدیث نمبر ۳۸۴۵)

یہ عمال درحقیقت تمہارے اعمال کا آئینہ ہے۔ جیسے تمہارے اعمال ہونگے ویسے تمہارے عمال ہونگے ____ اس لئے حکمرانوں کو گالی دینے سے کام نہیں بنتا۔ ہمارے یہاں اس بات کا رجحان پیدا ہو گیا ہے حاکم کی خوب برائی بیان کرو۔ اور اس برائی کے اندر غیبت کی بھی کوئی پابندی نہیں۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ اور سب لوگوں کی غیبت کرنا حرام ہے لیکن حاکم کی غیبت کرنا ثواب ہے ____ اس کو جو چاہو برا بھلا کہتے رہو۔ اچھے خاصے پڑھے لکھے، دیندار، تعلیم یافتہ لوگ جب دوسروں کے ساتھ مل کر بیٹھیں گے تو حاکم کو موضوع بحث بنا کر اس کے خلاف برائیاں کرنے اور غیبت

کرنے میں مبتلا ہوں گے۔ جبکہ سرکار دو عالم ﷺ نے سختی سے اس کو منع فرمایا۔ اور ہمارے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ میں جگہ جگہ اس پر تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ یہ اصلاح کا طریقہ نہیں۔ بلکہ فتنہ انگیزی کا اور فساد پھیلانے کا طریقہ ہے اور یہ غیبت ہے۔

حجاج بن یوسف کی غیبت جائز نہیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کسی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اس مجلس میں کسی نے حجاج بن یوسف کی برائی شروع کر دی ــــــ سارے مسلمان جانتے ہیں کہ حجاج بن یوسف وہ حکمران تھا جس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ ظالم آدمی تھا۔ اس نے بہت ظلم کئے ــــــ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے فرمایا کہ تم ان باتوں کو بیان کرنے سے باز آجاؤ اس لئے کہ یہ غیبت ہو رہی ہے۔ اور یاد رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ قیامت کے روز حجاج بن یوسف سے ان خونوں کا حساب لیں گے جو اس کی گردن پر ہیں تو اس غیبت کا بھی حساب تم سے لیں گے جو تم اس کی کر رہے ہو۔ یہ مت سمجھو کہ چونکہ اس نے گناہوں کا ارتکاب کیا ہے تو اب اس کی غیبت جائز ہو گئی اس کو برا بھلا کہنا جائز ہو گیا۔ ہاں جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے حاکم کی اصلاح کرنے کا موقع عطا فرمایا ہو اور اس کے غلط کاموں کو درست کرنے کا موقع دیا ہو ایسا شخص غلط کاموں کو درست کرنے کے لئے صحیح راستہ اختیار کرے اور اس کی اصلاح کی فکر کرے۔ لیکن مجلس آرائی کے لئے اور وقت گزاری کے لئے حاکم کی برائی بیان کرنے کا کوئی جواز نہیں۔

حاکم کی اصلاح کا طریقہ

اب حاکم کی اصلاح کا طریقہ کیا ہے؟ وہ بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتادیا۔ چنانچہ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ رَأٰى مِنْ ذِي سُلْطَانٍ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلَا يَخْزُلُهُ عَلَانِيَةً، وَلْيَأْخُذْ بِيَدِهِ

(کنز العمال، ج۳/۴، حدیث نمبر ۵۶۰۰)

فرمایا کہ جو شخص کسی صاحب اقتدار میں کوئی غلط بات دیکھے یعنی ایسی بات جو شریعت کے خلاف ہے، انصاف کے خلاف ہے تو اس کو علانیہ رسوا نہ کرے۔ بلکہ اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے جائے اور اس کو خلوت لے جا کر سمجھائے کہ صحیح بات اس طرح ہے۔ تمہیں اس طرح کرنا چاہئے ــــ کسی بھی مسلمان کو علانیہ رسوا کرنا جائز نہیں۔ اس کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار احکام موجود ہیں۔

سیاست کا طریقہ انگریزوں سے لے لیا

اتفاق سے ہمارے دماغ میں ''سیاست'' کا وہ تصور آ گیا ہے جو انگریز سے اور مغرب سے آیا ہے۔ اور وہ بات ہمارے دماغ میں بیٹھ گئی ہے جو وہاں سے چلی ہے۔ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات اور آپ کی تعلیمات ہمارے دماغوں سے اوجھل ہو گئیں۔ آج جو شخص حاکم کو جتنی بڑی گالی دے گا وہ اتنا ہی بڑا حاکم قرار پائے گا۔ اس کو یہ خیال نہیں آتا کہ جو کام میں کر رہا ہوں یہ غیبت ہو رہی

ہے اور قیامت کے روز اس کے بارے میں مجھ سے بھی سوال ہوگا۔

گناہ میں حاکم کی اطاعت جائز نہیں

بہر حال، اس حدیث میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم کی اطاعت کا حکم دیا کہ وہ حاکم تمہیں چاہے کتنا ہی ناپسند ہو لیکن جب تک وہ تمہیں کسی گناہ پر مجبور نہ کرے تو اس کی اطاعت کرو۔ ہاں جب وہ کسی گناہ پر مجبور کرے تو پھر اس کی اطاعت جائز نہیں۔ اس لئے حدیث شریف میں ہے کہ:

لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ

(کنز العمال، آداب الاخلاق، ج ۳/۳ حدیث نمبر ۲۲۲۲)

یعنی خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ لہٰذا اگر وہ حاکم کسی گناہ پر مجبور نہیں کر رہا ہے تو اس کے احکام کی اطاعت اس کی فرمانبرداری تمہارے لئے لازم ہے۔

حاکم کا حکم ماننا شرعاً واجب ہے

یہاں تک فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر کوئی حاکم کسی وقت یہ حکم جاری کر دے کہ فلاں پھل مت کھاؤ۔ جیسا کہ بعض اوقات حکومت کی طرف سے یہ اعلان ہو جاتا ہے کہ فلاں پھل کھانے سے بیماریاں پھیل رہی ہیں۔ وہ مت کھاؤ تو اس صورت میں شرعاً بھی اس پھل کا کھانا جائز نہیں رہتا۔ اس لئے کہ حاکم کی اطاعت واجب ہے ___ یا مثلاً حکومت کی طرف سے یہ حکم ہے کہ سڑک پر گاڑی بائیں طرف چلاؤ اس حکم کی اطاعت شرعاً بھی واجب ہے۔ اگر کوئی شخص اس حکم کی

خلاف ورزی کرے گا۔ وہ صرف قانون کی خلاف ورزی کرنے والا نہیں ہوگا بلکہ وہ شریعت کی خلاف ورزی کرنے والا ہوگا۔ اس لئے کہ شریعت نے یہ حکم دیا ہے کہ حاکم کی اطاعت کرو۔

حاکم کی اطاعت ''اُولِی الْاَمْر'' کی اطاعت ہے

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَأَطِيْعُوا اللهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِى الْأَمْرِ مِنْكُمْ

(سورۃ النساء، ۵۹)

اور حاکم کی اطاعت اولی الامر کی اطاعت میں داخل ہے۔ اب لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ٹریفک کے قوانین کی خلاف ورزی کرنے سے کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ یہ سرکاری قانون ہے اگر اس کی خلاف ورزی کر لی تو کیا ہوا؟ ــــــ بھائی یہ بھی گناہ ہے۔ یہ حکم بھی اولی الامر کا حکم ہے ہاں اگر کسی ناجائز کام کا حکم آجائے، پھر اطاعت کی ضرورت نہیں۔ ورنہ ہر حکم ماننا واجب ہے، چاہے وہ حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو ــــــ بہرحال مسلمانوں میں جو سیاسی خلفشار اور انتشار پھیلنے کا جو اندیشہ تھا اس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقے سے بند باندھ دیا کہ تم حاکم کی بات سنو۔ اور اس کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور جب تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر صحیح حاکم مقرر فرمائیں گے۔ جیسے تمہارے اعمال ویسے ہی تمہارے حاکم ہوں گے۔ لہٰذا تم ان کو برا مت ہو، اپنے آپ کو برا کہو۔ بہرحال حاکموں کی برائی اور ان کی غیبت کرنے کا طریقہ ٹھیک نہیں۔

میرے بعد تم بہت اختلاف پاؤ گے

اوپر جو بیان ہوا وہ ''سیاسی'' اختلاف کو ختم کرنے کا طریقہ بیان فرمایا۔ دوسرا فتنہ مذہبی اختلافات کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ ایک شخص ایک طرف جا رہا ہے اور دوسرا شخص دوسری طرف جا رہا ہے۔ ایک شخص مذہب کی تشریح ایک طریقے سے کر رہا ہے اور دوسرا شخص دوسرے طریقے سے کر رہا ہے اس صورت حال کی طرف آپ نے پہلے سے اشارہ فرما دیا۔ فرمایا۔

فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا

تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات پائے گا۔ یعنی مسلمانوں کے درمیان بہت اختلافات ہونگے۔ آج وہ اختلافات نظر آ رہے ہیں۔ ہر شخص یہ پوچھتا ہے کہ ہم کونسا راستہ اختیار کریں۔ کوئی دیوبندی، کوئی بریلوی، کوئی سنی، کوئی شیعہ کوئی غیر مقلد تو یہ مذہبی اور فرقہ وارانہ اختلافات میرے بعد بہت پائے گا۔ اس وقت تم کونسا راستہ کیا کرو؟

ایسے وقت میں تم میری سنت کو پکڑ لینا

آپ نے فرمایا کہ میں تم کو ایک ایسا پیمانہ بتا دیتا ہوں۔ ہر جماعت اور ہر گروہ کو اس پیمانہ پر پرکھ کر دیکھ لو۔ جو شخص اور جو جماعت اس پیمانے پر پوری اترتی ہو اس کی اتباع کرو۔ اور جو اس پیمانے سے باہر ہو سمجھ لو کہ وہ غلط ہے۔ وہ کیا پیمانہ ہے۔ فرمایا:

وَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ

یعنی میری سنت کو لازم پکڑ لو۔ اور میرے بعد جو خلفائے راشدین ہیں، ان کی سنت کو مضبوطی سے تھام لو۔ بس پھر کتنے ہی اختلاف ہوں، تمہاری نجات کے لئے کافی ہے۔ یہ پیمانہ ہمیشہ کے لئے پلے باندھ لو۔ پھر کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ اور پھر کوئی سوال کرنے والا تم سے یہ سوال نہیں کرے گا کہ تم گمراہ کیوں ہوئے۔

خلفائے راشدین کی سنت میری ہی سنت ہے

بہر حال، جو بھی کوئی شخص تمہارے سامنے کوئی ''نظریہ'' پیش کرے۔ یا کوئی عملی راستہ بتائے یا کوئی طریق عمل تجویز کرے تم اس کو اس پیمانہ پر جانچ لو کہ وہ میری سنت کے مطابق ہے یا نہیں۔ اور ساتھ میں اضافہ فرما دیا کہ خلفاء راشدین کی سنت کے مطابق ہے یا نہیں؟ اس سے اشارہ فرما دیا کہ خلفائے راشدین کی سنت درحقیقت میری ہی سنت کا تکملہ ہے کیونکہ وہ میرے خلفاء اور میرے جانشین ہیں۔ اور یہ وہ جانشین ہیں جن کے ساتھ ''راشدین'' کی مہر لگی ہوئی ہے۔ راشدین کے معنی ہیں ''ہدایت یافتہ'' یعنی ان کا کام غلط نہیں ہو سکتا۔ تم ان کی اتباع کر لو۔ اور ان کے راستے پر آ جاؤ۔ لہٰذا اگر کوئی سنت میں نے جاری نہ کی ہو لیکن خلفائے راشدین نے جاری کی ہو وہ بھی سنت ہے۔

جمعہ کی دوسری اذان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سنت

آپ حضرات دیکھتے ہیں جمعہ کی نماز میں دو اذانیں ہوتی ہیں۔ ایک پہلے اور ایک بعد میں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں صرف ایک اذان ہوتی تھی۔ دو اذانیں نہیں ہوتی تھیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں دوسری اذان جاری فرمائی۔ (سنن الترمذی: ابواب الجمعة باب ما جاء فی اذان الجمعة حدیث نمبر ۵۱۶) ویسے اگر کوئی اور جاری کرتا تو یہ بدعت ہو جاتی لیکن خلفائے راشدین میں سے ایک خلیفہ راشد نے اس کو جاری کیا تھا۔ اس لئے یہ بھی سنت ہے۔ اور اس پر عمل کرنا بھی سنت پر عمل کرنے میں داخل ہے۔

تراویح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سنت ہے

اسی طرح رمضان المبارک جو تراویح کی جماعت ہوتی ہے کہ ۳۰ دن پوری جماعت کے ساتھ تراویح ہو رہی ہے۔ اور اس میں قرآن کریم ختم کیا جا رہا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اس طرح نہیں پڑھی گئی۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نہیں تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس طرح سے تراویح کا اہتمام فرمایا۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جمع فرمایا۔ اگر کوئی اور یہ کام شروع کرتا تو بدعت ہو جاتی۔ لیکن شروع کرنے والے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تھے۔ جن کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتے وہ فاروق اعظم ہوتے۔ اس لئے ان کی جاری کردہ سنت بھی سنت کا حصہ ہے۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ میری سنت کو اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔

سنت کو مضبوطی سے تھام لو

اور صرف اس پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ آگے فرمایا:

عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ

کہ اس کو اپنی داڑھوں سے پکڑ کر مضبوطی سے تھام کر رکھو۔ اور کیونکہ سرور عالم ﷺ دیکھ رہے تھے کہ لوگ اسی کو چھوڑیں گے۔ اور جہنم کی طرف جائیں گے اسی وجہ سے فرمایا کہ اس کو اس طرح مضبوطی سے پکڑو۔ جیسے کوئی شخص اپنے دانتوں سے کوئی چیز مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے۔ اس طرح پکڑ لو۔ اور جب اس طرح پکڑ لو گے تو کوئی گمراہ کرنے والا تمہیں گمراہ نہیں کر سکتا ـــــ ''اتباع سنت'' وہ چیز ہے جس کو حضور اقدس ﷺ نے ہدایت اور گمراہی جانچنے کا پیمانہ قرار دے دیا۔ اگر کوئی شخص کھڑا ہو کر یہ کہے کہ فلاں عمل ثواب کا کام ہے تو یہ دیکھ لو کہ اس عمل کو حضور اقدس ﷺ نے ثواب کا کام قرار دیا تھا یا نہیں؟ آپ کے زمانے میں یہ عمل ہوتا تھا یا نہیں؟ ـــــ یا آپ کے خلفائے راشدین نے وہ عمل کیا تھا یا نہیں؟ اس پر جانچ کر دیکھ لو، پتہ چل جائے گا۔

یہ دیکھو کہ وہ سنت کے مطابق ہے یا نہیں؟

آج لوگ یہ کہتے ہیں کہ کوئی تیجہ کر رہا ہے، کوئی دسواں کر رہا ہے۔ کوئی چہلم کر رہا ہے۔ کوئی ۱۲؍ ربیع الاول کو عید میلاد النبی منا رہا ہے۔ کوئی چراغاں کر رہا ہے اور کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ یہ سب ثواب کے کام ہیں۔ ہم کیسے پہچانیں؟

تو پہچاننے کا راستہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے بتا دیا کہ اس عمل کو میری سنت پر جانچ کر دیکھ لو اگر سنت کے مطابق ہے تو کر لو۔ اگر وہ سنت کے مطابق نہیں ہے تو پھر وہ ہدایت کا راستہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ گمراہی کا راستہ ہے۔ بس اس پیمانے کو پکڑ لو۔ پھر کبھی گمراہ نہیں ہو گے ___ اللہ تعالیٰ ہم سب ان باتوں پر کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ___ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

●●●

●

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نفلی عبادات پابندی سے ادا کیجئے

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

خطاب	:	شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
ضبط و ترتیب	:	مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب
تاریخ	:	۶۔ ستمبر ۱۹۹۱ء
بروز	:	جمعہ
بوقت	:	بعد نماز عصر
مقام	:	جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نفلی عبادات پابندی سے ادا کیجئے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا یَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْھِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُھُمْ ۭ وَکَثِیْرٌ مِّنْھُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ (سورۃ حدید:۱۶)

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ، وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ، وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ وَالشّٰکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

تمہید

بزرگان محترم اور برادرانِ عزیز! علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث پر مشتمل کتاب ''ریاض الصالحین'' کی احادیث کی تفسیر اور تشریح کا سلسلہ کافی عرصہ سے چل رہا ہے۔ آگے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نیا باب قائم فرمایا ہے۔ جس کا عنوان ہے ''باب المحافظة علی الاعمال'' اس سے پہلے جو باب چل رہا تھا وہ تھا ''باب فی الاقتصاد فی العبادة'' جس کا مقصود یہ تھا کہ عبادات میں انسان کو اعتدال سے کام لینا چاہئے۔ اور جوش میں آکر اتنی زیادہ عبادت شروع نہیں کر دینی چاہئیں جس کو انسان نباہ نہ سکے۔ اور اس عبادت کی وجہ سے ان بندوں کے حقوق فوت ہونے لگیں جن کے حقوق ہمارے ذمہ ہیں۔ ایسا نہ کرنا چاہئے۔

عبادات میں اعتدال ہونا چاہیے

آگے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نیا باب قائم فرمایا ہے، جو اسی پہلے باب کا تکملہ ہے۔ وہ ہے ''باب المحافظة علی الاعمال'' یعنی اعمال کی پابندی کا بیان۔ یعنی ایک طرف تو انسان عبادت میں اعتدال سے کام لے اور اپنی وسعت، اپنی طاقت، اپنے حالات سے زیادہ عبادت کا معمول نہ بنائے ___ لیکن دوسری طرف جب اپنے حالات کے مطابق اپنی فرصت، اپنی طاقت کے مطابق جب عبادت کرنے کا ایک معمول مقرر کر لیا تو اب اس کی پابندی کرے۔ اس لئے کہ سابقہ باب کی احادیث سننے کے بعد کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمت بالکل پست ہو جائے کہ چونکہ یہ سن لیا کہ آدمی کو زیادہ عبادت نہیں کرنی چاہئے اور یہ سن کر آدمی عبادت کو بالکل چھوڑ بیٹھے۔ ایسا نہیں کرنا چاہئے نہ وہ افراط درست ہے اور نہ یہ تفریط درست ہے۔ نہ ادھر زیادتی اور نہ ادھر زیادتی۔ بلکہ ہر انسان کو اپنی وسعت اور طاقت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے حالات اپنی فرصت اور اپنے وقت کو مدنظر

رکھتے ہوئے کچھ نہ کچھ نفلی عبادتیں ضرور کرنی چاہئیں۔

نفلی عبادت فرض وواجب تو نہیں

جیسا کہ میں کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں کہ یہ نفلی عبادتیں کوئی فرض وواجب نہیں کہ ہر انسان ضرور نفلی عبادت انجام دے۔ اور اگر کوئی آدمی ایسا ہو کہ اس نے ساری عمر کوئی نفلی عبادت نہ کی ہو، ایک نفل نماز نہیں پڑھی، ایک نفلی روزہ نہیں رکھا اور فرائض وواجبات اور سنت مؤکدہ پر عمل کرتا رہا اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرتا رہا تو ایسا شخص انشاء اللہ نجات پا جائے گا ___ اللہ تعالیٰ اس کو جنت عطا فرمادیں گے۔

نوافل اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق ہیں

لیکن عملی تجربہ یہ ہے کہ جب تک آدمی کچھ نہ کچھ نفلی عبادتوں کو معمول میں داخل نہ کرے اس وقت تک اس کے فرائض واجبات بھی کامل نہیں ہوتے۔ اور گناہوں سے بچنے کی ہمت اور طاقت بھی پوری طرح پیدا نہیں ہوتی ___ یہ نفل عبادتیں بڑی عجیب وغریب چیز ہیں ___ ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ فرائض وواجبات تو اللہ جل شانہٗ کی عظمت کا حق ہیں۔ یہ تو ادا کرنے ہی ہیں اور یہ نوافل اللہ جل شانہٗ کی محبت کا حق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم دے دیا آدمی اس کے آگے سر تسلیم خم کر دے۔ لیکن کچھ محبت کے بھی تقاضے ہوتے ہیں۔ جس ذات نے تم پر اتنی نعمتوں کی بارش کی ہوئی ہے، صبح سے لے کر شام تک اس کی نعمتوں میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اس کی محبت کا بھی کچھ حق ہے۔ وہ حق یہ کہ ہم اپنی طرف سے کوئی عبادت اللہ کے حضور پیش کریں۔

نوافل فرائض و واجبات کی تکمیل کرنے والے ہیں

سچی بات یہ ہے کہ یہ نفلی عبادات فرائض کا تکملہ ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز جب ایک بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوگا تو اس کا حساب و کتاب شروع ہوگا۔ اس کے فرائض و واجبات کا حساب ہوگا۔ اگر اس کے فرائض و واجبات میں کوتاہی اور نقص ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس کے اعمال کو دیکھو کہ اس کی کچھ نفلی عبادتیں ہیں یا نہیں؟ اگر نفلی عبادتیں ہیں تو پھر فرائض و واجبات کی جو کمی ہے وہ اس کے نوافل سے پوری کر دو ــــ لہٰذا یہ نوافل ہمارے فرائض و واجبات کی کوتاہی کو پورا کرنے والے ہیں۔ اس دنیا میں کوئی ایسا ہے جو یہ دعویٰ کر سکے کہ میں نے تمام فرائض و واجبات کسی کوتاہی کے بغیر انجام دے دیئے ہیں، کوئی شخص ہے جو یہ دعویٰ کر سکے کہ میرے ذمے جو فرائض تھے وہ میں نے پورے کر لئے۔ اور ان فرائض میں کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ بلکہ کچھ نہ کچھ کوتاہی ہو ہی جاتی ہے۔ ان کوتاہیوں کی تلافی اللہ تعالیٰ ان نوافل کے ذریعہ کر دیتے ہیں۔ لہٰذا نوافل کو معمولی سمجھ کر نہیں چھوڑنا چاہئے۔

نوافل قربِ الٰہی کا ذریعہ

ایک اور حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا بندہ نوافل کی ادائیگی کے ذریعہ میرے قریب ہوتا چلا جاتا ہے اور اس کو قرب کا مقام حاصل ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں کہ وہ مجھ سے اتنا ہو جاتا ہے کہ میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، میں اس کی زبان جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی آنکھ، اس کا کان اس کی

ربانی میری مرضی کے خلاف کوئی کام انجام نہیں دیتے۔ بہرحال نوافل کی کثرت کا یہ انجام ہوتا ہے۔ یہ کوئی معمولی فائدہ نہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، باب التواضع، حدیث نمبر ۶۵۰۲)

تیسری بات یہ کہ اگرچہ نوافل پڑھنا فرض و واجب نہیں۔ لیکن گناہوں سے بچنا فرض و واجب ہے۔ ہر انسان کے ذمہ فرض ہے کہ وہ گناہوں سے بچے۔ اور نفلی عبادتوں کی یہ خاصیت ہے کہ یہ انسان کے اندر گناہوں سے بچنے کی ہمت پیدا کرتی ہے۔ گناہوں سے بچنے کے لئے سب سے بڑا ہتھیار انسان کی ہمت ہے۔ اور کوئی ہتھیار نہیں۔ جب انسان یہ ہمت کرلے کہ میں یہ گناہ نہیں کروں گا تو وہ شخص اس گناہ سے بچ جاتا ہے ــــ اور انسان کی اس ہمت میں ترقی اور پختگی نفلی عبادتوں کے ذریعہ ہوتی ہے۔ نفلی نماز، تلاوت قرآن کریم ذکر و تسبیح یہ چیزیں انسان کے اندر وہ طاقت پیدا کرتی ہیں جس کے ذریعہ انسان گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔

نفلی عبادات توانائی ہیں

ہمارے ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ نفلی نماز، ذکر و اذکار، تسبیحات، عبادت، یہ سب انرجی ہے۔ توانائی ہے۔ طاقت ہے۔ جو انسان کو ان نفلی عبادات کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔ اور جب انسان ضروریات زندگی کے لئے گھر سے باہر نکلے گا تو قدم قدم پر اس کے سامنے گناہ کرنے کے داعیے پیش آئیں گے۔ کہیں آنکھوں کے بہکنے کا اندیشہ ہوگا اگر انسان نے صبح کو فجر کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھ ذکر و اذکار کے ذریعہ تلاوت کے ذریعہ، تسبیحات کے ذریعہ اپنے اندر یہ توانائی حاصل کرلی تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جب کارزار زندگی میں پہنچے گا اور وہاں گناہ کے داعیے سامنے آئیں گے اس وقت یہ توانائی کام آئے گی۔ اور جوں جوں یہ توانائی بڑھتی جائے گی اسی حساب سے ہمت میں

قوت پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ اور جب ہمت میں قوت آئے گی تو انشاء اللہ گناہوں سے بچنا آسان ہوگا۔ نفلی عبادتوں کے یہ فوائد ہیں۔

بہر حال، تین باتیں میں نے عرض کیں ـــــ ایک یہ کہ یہ نفلی عبادات فرائض و واجبات کی کوتاہیوں کی تلافی کے لئے ہیں ـــــ دوسرے یہ کہ ان نفلی عبادات کے ذریعہ اللہ جل شانہٗ کا قرب انسان کو حاصل ہوتا ہے ـــــ تیسرے یہ نفلی عبادات انسان کو وہ طاقت عطا کرتی ہیں جس کے نتیجے میں وہ گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ بہر حال نفلی عبادات کے یہ تین عظیم فوائد ہیں۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ نوافل کا کچھ نہ کچھ معمول ضرور بنائے ـــــ اپنے حالات اپنے اوقات اپنی ضروریات کو مدنظر رکھ کر مختصر سے مختصر معمول بنانے کی کوشش کرے۔

کیا اب بھی وقت نہیں آیا

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کا آغاز قرآن کریم کی اس آیت سے کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ (سورۃ حدید: ۱۶)

فرمایا: کہ کیا ایمان والوں کے لئے اب بھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے پسیج جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف مائل ہو جائیں ـــــ یہ خطاب مسلمانوں کو ہو رہا ہے۔ وہ ایمان تو پہلے ہی لا چکے ہیں لیکن ایمان لانے کے بعد غفلت میں مبتلا ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی اہمیت ان کے دل میں نہیں ہے۔ اس کو اپنے معمولات میں شامل نہیں کیا ہے ـــــ ان سے خطاب ہو رہا ہے کہ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ ایمان والوں کے دل اللہ کی یاد کے لئے پسیج جائیں ـــــ اس کے ذریعہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا

چاہتے ہیں کہ اس آیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر مسلمان کچھ نہ کچھ نفلی عبادات کا اپنا معمول ضرور بنائے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

یہ وہ آیت ہے جس کے ذریعہ بے شمار انسانوں کی زندگی میں انقلاب پیدا ہوا۔ دو واقعات تو تاریخ میں موجود ہیں ـــــ ایک واقعہ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ یہ بڑے جلیل القدر تابعین میں سے ہیں۔ محدث بھی ہیں۔ اور بہت بڑے صوفی اور بزرگ بھی ہیں۔ اور مشائخ طریقت کے جتنے شجرے ہیں وہ سب حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ پر جا کر مل جاتے ہیں ـــــ یہ ابتدائی زندگی میں ڈاکو تھے۔ ڈاکے ڈالا کرتے تھے اور اتنے مشہور ڈاکو تھے کہ تاریخ میں لکھا ہے کہ جب مائیں اپنے بچوں کو سلانا چاہتی تھیں تو بچے سے کہتیں کہ سو جاؤ دیکھو فضیل آ جائے گا۔ گویا کہ فضیل کا نام ایک خوفناک ڈاکو کی حیثیت سے ہر خاص و عام کی زبان پر تھا۔ اور ہر انسان ان سے ڈرتا تھا ـــــ جس علاقے میں فضیل بن عیاض کا مرکز تھا، رات کے وقت قافلے والے وہاں سے گزرتے ہوئے ڈرتے تھے کہ یہ فضیل کا علاقہ ہے۔ یہاں رات کو پڑاؤ نہیں ڈالنا چاہئے۔

میرے پروردگار، وہ وقت آ گیا

ایک مرتبہ کسی بڑے امیر کبیر کے گھر میں ڈاکہ ڈالنے کا ارادہ کیا۔ اور آخری شب کو ڈاکہ ڈالنے کے لئے روانہ ہوئے۔ اس کے گھر میں پہنچے گھر کے بالاخانہ میں جانے کے لئے کمند ڈالی۔ اور کمند ڈال کر اس پر چڑھنا شروع کیا۔ جب اوپر پہنچے تو دیکھا کہ ایک کمرہ میں روشنی ہو رہی ہے۔ لائٹ جل رہی ہے اور اندر سے آواز آ رہی ہے۔ وہاں کمرہ کے اندر رات کے آخری حصے میں کوئی اللہ کا بندہ قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا۔ جب اس

کمرے کی کھڑکی کے قریب پہنچے تو وہ اللہ کا بندہ قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کر رہا تھا کہ:

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ (سورۃ حدید:۱۶)

یعنی اب بھی ایمان والوں کے لئے وقت نہیں آیا کہ ان کا دل اللہ کی یاد کے لئے پسیج جائے۔ بس یہ آیت کان میں پڑی اور دل پر اس وقت چوٹ لگی کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ مجھ سے خطاب فرما رہے ہیں کہ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ تو اپنی حرکتوں سے باز آجائے۔ اور ہماری یاد کی طرف لوٹ آئے ____ اسی وقت سارے برے کاموں کو چھوڑنے ارادہ کر کے یہ کہتے ہوئے وہاں سے بھاگے۔

بلیٰ یاربِّ قدآن ۔ بلیٰ یاربِّ قدآن

اے میرے پروردگار وہ وقت آگیا، وہ وقت آگیا۔ پھر سارے چوری اور ڈاکے چھوڑ کر اور اپنی زندگی کے سارے مشاغل کو چھوڑ اور ان سے توبہ کر کے غالباً حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان کی صحبت میں رہ کر اپنی اصلاح کرانی شروع کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ مقام عطا فرمایا کہ آج طریقت کے چاروں سلسلوں، یعنی چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ اور قادریہ ان سب کی انتہاء حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ پر ہوتی ہے۔ یہ اتنا اونچا مقام اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا۔ اور اس آیت نے ان کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا۔ (تاریخ دمشق، حرف الفاء، فضیل بن عیاض، الجزء ۴۸)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ

ان کے حالات بھی بڑے عجیب و غریب ہیں۔ ان بزرگوں کے تذکرے میں بھی بڑا نور اور برکت ہے۔ ان کے ایک ایک واقعے کے اندر یہ تاثیر ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے دلوں کی دنیا بدل دیتے ہیں۔ شاید ان کا یہ قصہ میں نے آپ کو پہلے بھی سنایا

ہوگا کہ یہ امیر کبیر گھرانے کے ایک فرد تھے۔ اور خاندانی رئیس تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بستان المحدثین میں ان کا یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ کہ ان کا ایک بہت بڑا سیب کا باغ تھا۔ اور جس طرح امیر کبیر لوگوں میں آزادی ہوتی ہے، اسی طرح یہ بھی آزاد منش تھے۔ نہ علم سے کوئی تعلق، نہ دین سے کوئی تعلق، پینے پلانے والے اور گانے بجانے والے تھے۔ ایک مرتبہ جب سیب کا موسم آیا تو یہ اپنے اہل وعیال سمیت اپنے باغ ہی میں منتقل ہو گئے۔ تاکہ وہاں سیب بھی کھائیں گے اور شہر سے باہر ایک تفریح کی فضا ہوگی۔ چنانچہ وہاں جا کر مقیم ہو گئے ___ دوست واحباب کا حلقہ بھی بڑا وسیع تھا۔ اس لئے وہاں پر دوستوں کو بھی بلا لیا۔ رات کو باغ کے اندر گانے بجانے کی محفل جمی اور اس محفل میں پینے پلانے کا دور بھی چلا۔ یہ خود موسیقی کا آلہ رباط کے بجانے کے بہت ماہر تھے اور اعلیٰ درجے کے موسیقار تھے ___ اب ایک طرف پینے پلانے کا دور اور اس کا نشہ، اور دوسری طرف سے موسیقی کی تانے، اسی نشے کے عالم میں ان کو نیند آ گئی۔ اور وہ ساز اسی حالت میں گود میں پڑا ہوا تھا۔ جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ وہ ساز گود میں رکھا ہوا ہے۔ اب اٹھ کر اس کو دوبارہ بجانا شروع کیا تو وہ ساز اب بجتا ہی نہیں۔ اس میں سے آواز ہی نہیں آرہی تھی ___ چونکہ خود اس کی مرمت کرنے اور درست کرنے کے ماہر بھی تھے۔ اس لئے اس کے تار درست کر کے مرمت کی، پھر بجانے کی کوشش کی۔ مگر وہ پھر نہیں بجتا۔ دوبارہ اس کے تار وغیرہ درست کئے۔ اور بجانے کی کوشش کی تو اب بجائے اس میں سے موسیقی کی آواز نکلنے کے قرآن کریم کی اس آیت کی آواز آرہی تھی۔

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ (سورۃ حدید: ۱۶)

قرآن کریم بھی عجیب عجیب انداز سے خطاب فرماتا ہے۔ اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ کیا

اب بھی ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کا دل اللہ کے ذکر کے لئے پسیج جائے، اور اللہ نے جو حق بات اس قرآن کے اندر اتاری ہے۔ اس کے لئے ان کے دلوں میں گداز پیدا ہو، کیا اب بھی اس کا وقت نہیں آیا؟

عظیم انقلاب

ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ آواز اسی ساز میں سے آرہی تھی، اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جس جگہ وہ بیٹھے ہوئے تھے اس کے قریب ایک درخت پر ایک پرندہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس پرندے کے منہ سے یہ آواز آرہی تھی ____ بہرحال، اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک غیبی لطیفہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کو نوازنا منظور تھا۔ بس جس وقت یہ آواز سنی۔ اسی وقت دل پر چوٹ لگی اور خیال آیا کہ اب تک میں نے اپنی عمر کس کام کے اندر گنوائی ہے۔ فوراً جواب میں فرمایا:

بَلٰی یَارَبِّ قَدْاٰنَ ۔ بَلٰی یَارَبِّ قَدْاٰنَ

اے پروردگار، اب وہ وقت آگیا

اے پروردگار، اب وہ وقت آگیا

اب میں اپنے ان سارے دھندوں اور مشغلوں کو چھوڑتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ چنانچہ یہ سارے دھندے چھوڑ کر ہمہ تن دین کی طرف متوجہ ہو گئے۔ کہاں تو یہ عالم تھا کہ رات کے وقت بھی ساز و رباط کی محفلیں جمی ہوئی ہیں۔ پینے پلانے کا مشغلہ ہو رہا ہے۔ اور کہاں یہ انقلاب آیا کہ آج پوری امت مسلمہ کی گردنیں ان کے احسانات سے جھکی ہوئی ہیں۔ (بستان المحدثین ص ۱۵۵)

بہرحال، اس آیت نے جو انقلاب برپا کئے۔ اس کی مندرجہ بالا دو مثالیں تو تاریخ میں موجود ہیں۔ ہم بھی یہ آیت پڑھتے ہیں اور اس کا ترجمہ بھی پڑھتے ہیں۔ اللہ

لیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمارے دلوں میں بھی اس آیت کے ذریعہ انقلاب پیدا فرما
۔اور ہمارے دلوں میں بھی دین پر چلنے کا جذبہ اس آیت کے ذریعہ پیدا فرمادے۔
اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمیں بھی صحیح راستے پر چلادے۔آمین۔

سے زیادہ پسندیدہ عمل

اس آیت کے ذکر کے بعد امام نووی رحمۃ اللہ علیہ مختلف احادیث لائے ہیں۔پہلی
یث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔کہ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
ارشاد فرمایا:

وَكَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَادَاوَمَ صَاحِبُهُ عَلَيْهِ

(صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب احب الدین الی اللہ ادومہا۔حدیث نمبر ۴۳)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کے اعمال میں سب سے زیادہ پسند وہ عمل تھا جس پر اس کا
نے والا پابندی کرے۔اس کو کسی حال میں چھوڑے نہیں ـــــ اس باب کو لانے کا
دبھی یہی ہے کہ جو عمل بھی انسان بطور معمول کے اختیار کرے اس عمل کو نبھائے، پھر
کو چھوڑے نہیں۔

فلاں شخص کی طرح نہ بن جانا

دوسری حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَبْدَاللهِ: لَا تَكُنْ
مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ۔

(صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب میکرہ من ترک قیام اللیل، حدیث نمبر ۱۱۵۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہیں جن کا یہ واقعہ پہلے گزر چکا ہے کہ انہوں نے
رادہ کیا تھا کہ ساری زندگی روزہ رکھوں گا۔اور ساری رات تہجد پڑھا کروں گا۔حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایسا کرنے سے منع فرمایا ___ لیکن دوسری طرف انہی صحابی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبداللہ۔ فلاں شخص کی طرح نہ بن جانا جو رات وقت تہجد پڑھا کرتا تھا۔ اور اس کے معمول میں تہجد پڑھنا شامل تھا لیکن بعد میں اس نے کی نماز پڑھنی چھوڑ دی۔ لہٰذا تم اس کی طرح نہ بن جانا ___ مطلب یہ کہ جب ایک عبا کو معمول میں داخل کر لیا تو اب اس کو چھوڑنا نہیں ہے بلکہ اب اس کی پابندی کرنی ہے۔

نفل کو پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے

اور یہ صرف تصوف ہی کا مسئلہ نہیں ہے، بلکہ فقہ کا بھی مسئلہ ہے، وہ یہ کہ نوافل شروع میں نفلی عبادات ہوتی ہیں، اگر کرے گا تو ثواب ملے گا، اور نہیں کرے گا کوئی گناہ نہیں ___ لیکن ساتھ میں نفل کا قاعدہ یہ ہے کہ جب ایک مرتبہ نفل کام شرو کر دیا تو اب اس نفل کو پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے ___ مثلاً فرض کریں کہ میں مسجد داخل ہوا اور تحیۃ المسجد پڑھنا نفلی عبادت ہے اگر کوئی پڑھے گا ثواب ہو گا نہیں پڑ تو کوئی گناہ نہیں ہو گا۔ اگر میں نے مسجد میں آکر تحیۃ المسجد کی نیت سے نفل نماز شروع دی تو درمیان میں اس نماز کو توڑنا جائز نہیں۔ اگر بالفرض کسی وجہ سے وہ نماز توڑ پڑے تو اس کی قضا واجب ہے۔

نفلی روزہ پورا کرنا واجب ہے

اسی طرح اگر کوئی شخص نفلی روزہ رکھے۔ تو جب تک اس نے روزہ نہیں رکھا وہ نفل تھا اگر رکھے ثواب، نہ رکھے تو کوئی گناہ نہیں۔ لیکن جب نفلی روزہ رکھ لیا اور روزہ نیت کر لی تو اب اس روزے کی تکمیل واجب ہے۔ اب اگر کسی وجہ سے وہ روزہ توڑ دیا اس روزے کی قضا واجب ہے۔

عبادات کی پابندی کریں

دوسری بات یہ ہے کہ جب ایک نفلی عبادت معمول میں داخل کر لی۔ مثلاً میں
یہ ارادہ کرلیا کہ فلاں نفلی عبادت روزانہ کیا کروں گا۔ اور پھر اس پر عمل کرنا شروع
دیا تو اس نفل کا حکم یہ ہے کہ اب اس کی پابندی کرنی چاہئے اور بغیر کیس عذر کے اس
ترک نہیں کرنا چاہئے۔ لیکن کسی دن کسی عذر کی وجہ سے وہ نفلی عبادت چھوٹ گئی تو
نشاء اللہ کوئی گناہ نہیں ہوگا ___ مثلاً فرض کیجئے کہ کسی شخص نے مغرب کی نماز کے بعد
رکعت نفل اوابین کی پڑھنے کا معمول بنالیا۔ جب معمول بنالیا تو اب شخص کو چاہئے
وہ اس کی پابندی کرے۔ اور اس کو روزانہ پابندی سے پڑھنے کا اہتمام کرے اور
کی کوشش کرے۔ اور بغیر عذر کے اس کو ترک نہ کرے۔ اور اگر کسی عذر کی وجہ سے
کو ترک کر دیا تو انشاء اللہ اس پر مواخذہ نہیں ہوگا۔ گناہ نہیں ہوگا۔ اور اگر کسی عذر
بغیر بھی کسی دن اس معمول کو سستی کی وجہ سے چھوڑ دیا تو بھی انشاء اللہ گناہ نہیں ہوگا۔
اگر یہ ارادہ کرلیا کہ آئندہ اب اوابین نہیں پڑھوں گا تو اس پر گناہ ہوگا ___ جس کا
یہ ہوا کہ ایک نفلی عبادت کو معمول میں داخل کرنے کے بعد پھر بالکلیہ اس معمول
ترک کرنے کا ارادہ کر لینا یہ گناہ ہے ___ اور یہ ایسا ہی گناہ ہے جیسے نفل نماز شروع
نے کے بعد اس کو توڑنے سے گناہ ہوتا ہے۔ اس حدیث کے یہ معنی ہیں جس میں
پ نے حضرت عمر بن العاص ﷺ سے فرمایا کہ اس شخص کی طرح مت ہو جانا جو تہجد
ھا کرتا تھا، اور بعد میں اس شخص نے تہجد پڑھنا چھوڑ دیا۔ اس چھوڑنے کی تفصیل حکیم
مت حضرت تھانوی ﷫ نے وہ بیان فرمائی جو میں نے عرض کی۔

کسی دن چھوٹ جانے پر گناہ نہیں

خلاصہ اس کا یہ نکلا کہ جب انسان ایک معمول شروع کر دے تو اس کو نبھانا
ی ہے۔ اور اگر اس معمول کو ترک کرنے کا ارادہ کر لیا تو گناہ گار ہو گا۔ اور اگر ترک کر
ارادہ تو نہیں کیا، لیکن غفلت یا سستی کی وجہ سے اس معمول کو بغیر عذر کے چھوڑ رہا
اگرچہ اس کو گناہ گار نہیں کہا جائے گا۔ لیکن دنیا و آخرت کی انتہا درجے کی بے بر
موجب ہو گا۔

تعداد میں کمی کرلو

اللہ تعالیٰ نے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہم جیسے کمزوروں کے لئے ا
رحمت بنا دیا تھا وہ ہمارے لئے ایسی ایسی باتیں بتا گئے، اگر ہم پھر بھی عمل نہ کریں
ہماری کوتاہی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر کسی دن کسی وجہ سے معمول پورا کرنے کی تو
نہ ہو سکی اور رات کو سونے کے لئے بستر پر لیٹ گئے اور اس وقت خیال آیا کہ آج فلا
معمول پورا نہ ہو سکا تو اس معمول کو بالکل چھوڑنے کے بجائے تعداد میں کمی کر لو۔
آپ نے "سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ" کی ایک ایک
معمول بنا رکھا ہے اب سوتے وقت پوری تسبیح نہیں پڑھ سکتے تو ۳۳، ۳۳ مرتبہ پڑھو۔
۳۳ مرتبہ پڑھنے کی ہمت نہیں تو ۱۱ مرتبہ پڑھو۔ ۱۱ مرتبہ پڑھنے کی ہمت نہیں تو ۳
پڑھو۔ لیکن بالکلیہ مت چھوڑو۔ تاکہ معمول پورا ہو جائے، قضا نہ ہو۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور معمولات کی پابندی

یاد رکھئے معمول کے پورا ہونے میں اتنی بڑی عظیم برکات ہیں کہ آدمی
اندازہ نہیں کر سکتا۔ جس وقت کے لئے جو معمول بنا کر رکھا ہے اس کو پورا کرو۔ چاہے ا

منٹ کے لئے ہو۔ لیکن اس وقت کو اس کام میں استعمال ضرور کرو ___ حضرت تھانوی ﷫ کے بارے میں آپ نے سنا ہوگا کہ ایک ہزار تصنیفات چھوڑ کر گئے ہیں۔ ایسی تصنیفات کہ آج ہم پوری زندگی میں اس تصنیفات کو پڑھ لیں تو بھی بڑی غنیمت کی بات ہوگی ___ ان تصنیفات کا راز یہ ہے کہ آپ نے جو معمول بنالیا اس معمول میں زندگی بھر فرق نہیں آنے دیا ___ اس حد تک پابند تھے کہ آپ کے معمول کو دیکھ وقت معلوم کیا جا سکتا تھا کہ اس وقت کیا وقت ہوا ہے۔ مثلاً اگر آپ گھر کی طرف جا رہے ہیں تو آپ کو جاتا دیکھ پتہ چل جاتا کہ اس وقت اتنے بجے ہیں۔ تصانیف کی اتنی بڑی تعداد یہ معمول کی پابندی کی برکات تھیں۔

حضرت شیخ الہند ﷫ کی دعوت

حضرت تھانوی ﷫ کا صبح ناشتے کے بعد تفسیر ''بیان القرآن'' لکھنے کا معمول تھا۔ ایک دن حضرت شیخ الہند ﷫ آپ کے پاس ملاقات کے لئے تشریف لے آئے۔ جو حضرت تھانوی ﷫ کے استاد تھے اور ایسے استاد تھے کہ جب آپ تشریف لائے تو آپ کی خاطر تواضع کے لئے ۵۲ قسم کے کھانے پکوائے۔ جب حضرت شیخ الہند ﷫ نے کہا بھائی تم نے اتنا تکلف کرلیا اور اتنے سارے کھانے پکوالئے؟ جواب میں حضرت تھانوی ﷫ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ میری طبیعت تو اب بھی سیر نہیں ہوئی، میرا دل تو یہ چاہتا تھا کہ جو کچھ ہے وہ نکال کر رکھ دو اور حضرت تھانوی ﷫ فرماتے تھے کہ آپ کا لقب ''شیخ الہند'' غلط رکھ دیا آپ کا لقب تو شیخ العالم ہونا چاہئے تھا۔

حضرت میں اپنا معمول پورا کرلوں؟

بہرحال، جب حضرت شیخ الہند ﷫ تشریف لائے۔ اور صبح ان کو ناشتہ کرا چکے تو

حضرت سے فرمایا کہ اس وقت میرا ''بیان القرآن'' لکھنے کا معمول ہے اور آپ کو چھوڑ کر جانے کو دل تو نہیں چاہ رہا ہے لیکن میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اگر میں نہیں گیا تو میرا یہ معمول قضا ہو جائے گا۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں وہ معمول پورا کرلوں۔ حضرت نے فرمایا تم ضرور جاؤ اور اپنا معمول پورا کرلو ___ حضرت فرماتے ہیں کہ میں گیا اور لکھنے کے لئے کاغذ اٹھایا اور قلم اٹھایا اور لکھنا شروع کیا۔ لیکن میرا دل حضرت ہی کی طرف لگا ہوا تھا کہ حضرت گھر میں تشریف لائے ہوئے ہیں اس لئے قلم نہیں چل رہا تھا۔ لیکن طبیعت پر جبر کر کے دو سطریں لکھ دیں۔ اور دو سطریں لکھ کر واپس آ گیا۔ جب حضرت کی خدمت میں واپس پہنچا تو حضرت نے پوچھا کہ تم اتنی جلدی واپس آ گئے۔ میں نے کہا کہ حضرت جو میرا معمول تھا الحمد للہ وہ پورا ہو گیا۔

معمول کو کم کر دو۔ ترک مت کرو

بہر حال، اصل بات یہ ہے کہ آدمی نے جو معمول بنایا ہے اس کو کم کر دے۔ مختصر کر دے، لیکن ترک نہ کرے۔ اس لئے کہ معمول کو پابندی سے انجام دینے میں بڑی برکات ہیں۔ اگر آدمی اپنا معمول روزانہ پورا کرتا رہے تو اس کے نتیجے میں جو چیز آخر میں حاصل ہوتی ہے اس کو دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے کہ یہ چیز کیسے حاصل ہو گئی۔ اس لئے حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ جو بھی معمول ہو اس کی پابندی کرو۔ اور اگر کسی دن معمول پورا نہیں ہو سکا یہاں تک رات کو بستر پر سونے کے لئے لیٹ گئے تو اب ان معمولات کی تسبیحات کو ۳۔ ۳ مرتبہ پڑھ لو۔ اس طرح چند منٹوں میں آپ کا معمول پورا ہو جائے گا اور غفلت سے نکل جاؤ گے۔

عمل اچھا ہو، چاہے زیادہ نہ ہو

اگر ان اذکار سے اللہ جل شانہٗ کی رضا مقصود ہو اور یہ اذکار اخلاص کے ساتھ ہوں تو ایک مرتبہ زبان سے نکلا ہوا "سُبْحَانَ اللّٰہِ" بعض اوقات سو مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰہِ" کہنے سے بڑھ جاتا ہے اس لئے کہ وہ ایک مرتبہ اخلاص کے ساتھ اور اللہ کی رضا خاطر اس نے وہ کلمہ ادا کیا تھا ___ دینے والے تو وہ ہیں ان کے یہاں "اکثر عملاً" نہیں ہے بلکہ "احسن عملاً" ہے۔ کہ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ کس کا عمل اچھا ہے۔ یہ نہیں دیکھتے کہ کس کا عمل مقدار میں زیادہ ہے۔ بہرحال معمول کو چھوڑو نہیں۔ اس لئے کہ معمول کو چھوڑنا غفلت کی علامت ہے۔ بے توجہی کی علامت ہے، ناقدری کی علامت ہے اس لئے کہ جو معمول تم نے بنایا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری کا معمول ہے ___ مثلاً آپ نے یہ معمول بنا لیا کہ روزانہ قرآن کریم کی اتنی تلاوت کیا کروں گا یا یہ معمول بنا لیا کہ روزانہ اتنی تسبیحات پڑھوں گا یا یہ معمول بنا لیا کہ اتنی رکعت نفل پڑھا کروں گا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری کا معمول ہے۔ لہٰذا جب دربار میں حاضری کا وقت آجائے اور آدمی اس دربار میں حاضری کی ناقدری کرتے ہوئے بالکل نہ جائے اور اس معمول کو چھوڑ دے ___ یہ بڑی ناقدری کی بات ہے۔

اس وقت یہ تصور کر لیا کرو

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب کسی معمول کے پورا کرنے کا وقت آجائے اور اس وقت طبیعت میں سستی محسوس ہو رہی ہو تو اس وقت یہ تصور کرو کہ اگر اس وقت حاکم کی طرف سے تمہارے پاس یہ حکم نامہ آجائے تو اس وقت

فوراً ہمارے پاس آجاؤ، تمہیں ایک انعام دیا جارہا ہے۔ بتاؤ اس وقت سستی باقی رہے گی؟ کیا تم حاکم وقت کو یہ جواب دو گے کہ اس وقت ذرا سستی ہو رہی ہے میں نہیں آسکتا۔ نہیں۔ بلکہ سب سستی دور ہو جائے گی۔ کیوں؟ اس لئے کہ حاکم وقت کے پاس حاضر ہونے کا دل میں اہتمام ہے اور اس کی قدر ہے۔ اس کی عظمت ہے ___ بالکل اسی طرح یہ سوچو کہ میرے اللہ کے دربار میں حاضری کا وقت ہے میں اس معمول کو ضرور پورا کروں گا۔

نماز تمہیں کھینچ لے گی

حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ اپنے معمول کو مضبوطی سے پکڑلو۔ چھوڑو نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا پھر وہ معمول تمہیں پکڑ لے گا۔ وہ تمہیں نہیں چھوڑے گا۔ یعنی جب اس معمول کو کرنے کا وقت آئے گا اس وقت تمہیں چین نہیں آئے گا۔ جب تک کہ وہ معمول پورا نہیں ہو جائے گا ___ دیکھئے، جب تمہیں نماز پڑھنے کی عادت نہیں تھی، اس وقت نماز کے لئے مسجد جانا اور نماز ادا کرنا بڑا بھاری لگتا تھا لیکن جب تم نے رفتہ رفتہ پانچ وقت نماز پڑھنے کی عادت ڈالی لی اب یہ حالت ہوگئی کہ جب تک نماز نہیں پڑھو گے اس وقت تک چین نہیں آئے گا۔ اب خود نماز تمہیں اپنی طرف کھینچتی ہے ___ یہی حال تمام نفلی عبادات کا اور تمام معمولات کا ہے کہ شروع شروع میں زبردستی کرکے وہ عمل انجام دو گے۔ اور بعد میں وہ زبردستی کرکے تم سے وہ عمل انجام دلا دے گا ___ بہرحال، معمول پورا کرنے کی عادت ڈالنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر کام نہیں چلتا۔

سستی کا علاج ہمت اور چستی ہے

عام طور پر معمول پورا کرنے والوں کو "سستی" کا بہانہ ہوتا ہے کہ نفس یہ کہتا ہے کہ آج ذرا سستی ہو رہی ہے، ان شاء اللہ کل سے اس کی پابندی کروں گا۔ جب کل آئی تو پھر غفلت اور سستی آڑے آ گئی ___ یاد رکھئے! حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سستی کا علاج بجز استعمال ہمت کے اور کچھ نہیں ___ بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ جب ہم شیخ کے پاس جائیں گے تو وہ کوئی نسخہ گھول کر پلا دے گا۔ یا کوئی ایسا طریقہ بتا دے گا جس کے ذریعہ یہ سب معمولات خود بخود انجام پاتے چلے جائیں گے ___ حضرت فرماتے ہیں کہ اس سستی کا علاج سوائے ہمت کے استعمال کرنے کے کوئی اور علاج نہیں ___ لہٰذا یہ طے کر لو کہ اس سستی کا مقابلہ کرنا ہے۔ مثلاً عبادت کرنے کا دل نہیں چاہ رہا ہے۔ سستی اور کاہلی ہو رہی ہے لیکن اس سستی کا مقابلہ کرنا ہے اور جب انسان سستی کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو پھر وہ سستی دور ہو جاتی ہے۔ اور اگر اس سستی کے آگے ہتھیار ڈال دیا جائے گا تو وہ سستی غالب آتی چلی جاتی ہے۔

حاصل تصوف

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جملہ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں بارہا سنایا، فرمایا کہ:

> "وہ ذرا سی بات جو حاصل ہے تصوف کا، وہ یہ ہے کہ جب کبھی کسی طاعت اور عبادت کی انجام دہی میں سستی ہو، تو اس سستی کا مقابلہ کر کے اس عبادت کو کرے۔ اور جب کبھی کسی گناہ سے بچنے میں سستی ہو تو اس سستی کا مقابلہ کر کے اس گناہ سے بچے ___ اسی سے

تعلق مع اللہ پیدا ہوتا ہے۔ اسی تعلق مع اللہ مضبوط ہوتا ہے۔ اور
اسی سے تعلق مع اللہ ترقی کرتا ہے۔"

فرمایا کہ سارے تصوف کا حاصل یہی ہے ___ بس سستی کا مقابلہ کرو اور سستی کا مقابلہ بجز استعمال ہمت کے اور کچھ نہیں ___ بہر حال، معمول بنانا اور پھر اس معمول کی پابندی کرنا اس کا لازمی حصہ ہے۔

جس عبادت کا موقع ملے، کر گزرو

اسی لئے اس حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے عبداللہ: تم اس شخص کی طرح نہ ہو جانا جس نے تہجد کا معمول بنایا۔ اور پھر اس کو ترک کر دیا۔ یہاں ایک مسئلہ عرض کر دوں۔ کہ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک نفلی عبادت ایسی ہے جس کو انسان نے ابھی تک اپنے معمول میں داخل نہیں کیا۔ لیکن کسی وقت اتفاقاً اس عبادت کے کرنے کا موقع مل گیا ___ بعض مرتبہ آدمی کسی عبادت کو انجام دیتے ہوئے اس لئے جھجکتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ابھی تو میں اس کو کر لوں اور بعد میں اس کو نہ کر پاؤں تو کہیں اس عبادت کو چھوڑنے کا گناہ میرے اوپر لازم نہ آ جائے۔

تم پر کوئی گناہ نہیں

مثلاً ایک شخص اشراق کی نماز پڑھنے کا عادی نہیں ہے لیکن ایک دن اس کو اشراق کی نماز پڑھنے کا موقع مل گیا اور اس کا دل چاہا کہ آج میں اشراق کی نماز ادا کر لوں ___ اس وقت دل میں خیال آتا ہے کہ اگر آج میں نے یہ نماز پڑھ لی اور بعد میں نہیں پڑھی تو کہیں میں اس حدیث کے تحت گناہ گار نہ ہو جاؤں ___ خوب سمجھ لیجئے۔ اسی

طرح انسان گناہ گار نہیں ہوتا۔ یہ جو فرمایا کہ ترک کرنے کا ارادہ کرنے سے آدمی گناہ گار ہوتا ہے۔ یہ اس وقت ہے جب انسان نے اس عبادت کو معمول بنانے کا ارادہ کرلیا۔ مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ میں آج سے اشراق پڑھنے کا معمول بناتا ہوں اور پھر اس معمول کو ترک کردے تو اس صورت میں گناہ گار ہوگا۔ لیکن ایک شخص نے اشراق پڑھنے کا معمول نہیں بنایا، بلکہ جب کبھی موقع ملا، پڑھ لی، موقع نہیں ملا، نہیں پڑھی۔ اس پر کوئی گناہ نہیں۔

موقع ملنے پر تہجد اور اشراق پڑھ لے

اسی طرح کسی شخص کے چاشت کی نماز پڑھنے کا معمول نہیں ہے۔ لیکن وہ کسی دن چاشت کی نماز پڑھ لے۔ یا تہجد کی نماز پڑھنے کا معمول نہیں۔ لیکن کسی دن موقع مل گیا اور تہجد کی نماز پڑھ لی، لیکن اس کو اپنے معمول میں داخل نہیں کیا تو اس صورت میں اس کو ترک کرنے میں کوئی گناہ نہیں ـــــ لیکن جس نفلی عبادت کو اپنے معمول میں شامل کر چکا اور پھر ترک کرے تو اس پر گناہ ہوگا۔

دوسری حدیث حضرت عمر بن خطاب ؓ سے مروی ہے کہ:

قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهٖ مِنَ اللَّيْلِ، اَوْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَقَرَأَهٗ مَا بَيْنَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ، كُتِبَ لَهٗ كَاَنَّمَا قَرَأَ مِنَ اللَّيْلِ۔

(صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل و من نام عنہ، حدیث نمبر ۷۴۷)

تہجد کو فجر اور ظہر کے درمیان پڑھ لے

حضرت فاروق اعظم ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص رات کے وقت اپنے کسی معمول کو سونے جانے سے ادا نہ کرسکا، مثلاً وہ روزانہ آٹھ رکعت تہجد کی پڑھا کرتا تھا کسی دن وہ سو گیا۔ جس کی وجہ سے وہ بالکل تہجد نہ پڑھ سکا یا

صرف ۴ رکعتیں پڑھیں اور سو گیا۔ تو وہ شخص اگر اگلے دن صبح کو فجر اور ظہر کی نماز کے درمیان اتنی رکعتیں پڑھ لے جتنی رکعتیں وہ رات کو پڑھا کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسا ہی لکھا جائے گا جیسا کہ اس نے رات کے وقت وہ رکعتیں پڑھیں ـــــ اس لئے کہ بندے نے ایک معمول بنا رکھا ہے وہ رات کو اٹھتا ہے اور ایک عبادت انجام دیتا ہے اور حتی الامکان اس کو پورا کرنے کی بھی کوشش کرتا ہے۔ لیکن کسی دن نیند کے غلبہ کی وجہ سے اس معمول کو پورا نہیں کر سکا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے آسانی کا راستہ پیدا کر دیا کہ وہ شخص دن میں اس معمول کو پورا کر لے تو اس کے نامہ اعمال میں تہجد کا ہی ثواب لکھا جائے گا۔

نفلوں کی قضا نہیں، تلافی ہے

نفلوں کا قاعدہ یہ ہے کہ ان کی قضا نہیں ہوتی، مثلاً کسی دن مغرب کی نماز کے بعد کی اوابین چھوٹ گئیں تو اب کی قضا نہیں۔ لیکن ہمارے حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ان نفلوں کی قضا تو نہیں، لیکن تلافی کے طور پر پڑھ لینی چاہئے ـــــ ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت والا کے ساتھ ایک گاڑی میں سفر کر رہے تھے راستے میں مغرب کی نماز کا وقت آ گیا۔ ایک مسجد کے پاس گاڑی روکی اور نماز ادا کی۔ تین فرض ادا کئے اور دو سنتیں ادا کیں۔ اور پھر گاڑی میں بیٹھ کر آگے روانہ ہو گئے ـــــ اور منزل مقصود پر پہنچے وہاں ایک میٹنگ میں شرکت کرنی تھی شرکت کر کے جب فارغ ہو گئے تو عشاء کا وقت ہو گیا۔ عشاء کی نماز ادا کر لی۔ جب واپس آنے لگے تو راستے میں حضرت نے پوچھ لیا بھائی: آج کی اوابین کیا ہوئی؟ ہم نے جواب دیا کہ حضرت: آج کی اوابین تو رہ گئی۔ چونکہ جلدی میں تھے وقت نہیں تھا۔ اس لئے رہ گئی۔ حضرت نے فرمایا کیسے رہ گئی؟ کیا اب عشاء کی نماز کے ساتھ اس کو نہیں پڑھ سکتے تھے؟ ہم نے کہا کہ حضرت سنا ہے کہ نفلوں کی تو قضا نہیں ہوتی۔ حضرت نے فرمایا: نفلوں کی قضا تو نہیں ہوتی لیکن ایک سالک کا کام یہ ہے کہ

جب اس نے ایک عبادت اپنے معمول داخل کی ہوئی ہے اور کسی کسی دن وہ اس کو انجام نہیں دے سکا تو اس کی قضا نہ سہی لیکن تلافی کے طور پر وہ رکعتیں عشاء کے بعد پڑھ لیتے۔ تو کم از کم اتنا تو ہوتا کہ نامہ اعمال میں جن چھ نفلوں کا نقصان ہوا تو اس کی جگہ پر دوسری چھ نفلیں آجاتیں ـــــ اور میں نے تو عشاء کی نماز کے ساتھ وہ چھ نفلیں ادا کرلیں ـــــ لہٰذا آئندہ ایسا کرلیا کرو کہ اگر کسی وجہ سے نفلیں رہ جائیں تو بعد میں کسی بھی وقت ان کو ادا کر لو۔ وہ اوابین نہ سہی، اوابین کی قضا نہ سہی، لیکن وہ چھ نفلیں تو ہوں گی۔ اور یہ چھ نفلیں ان چھ نفلوں کے نقصان کی تلافی کردیں گی جو نامہ اعمال میں کم ہوگئی ہیں۔

کھانے سے پہلے دعا بھول جائے تو درمیان میں پڑھ لے

پھر حضرت نے فرمایا کہ تم یہ کہو گے کہ مفتی حضرات کہتے ہیں کہ نفلوں کی قضا نہیں ہوتی تو یہ مسئلہ اپنی جگہ ہے۔ لیکن سلوک کا مسئلہ یہ ہے کہ جو نقصان ہوا ہے اس نقصان کی تلافی جس طرح اور جہاں سے ہو سکے کرلو۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ کیا تم نے وہ حدیث نہیں پڑھی جس میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کھانا کھاتے وقت ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو جب یاد آجائے اس وقت: "بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَآخِرَہٗ" پڑھ لے۔ حالانکہ بسم اللہ کا وقت بالکل ابتداء میں تھا۔ لیکن جب بعد میں یاد آجائے تو اس وقت پڑھ لے ـــــ بہرحال، جس نیکی کی توفیق ہو رہی ہے اس کو بالکلیہ چھوڑنے کے بجائے دوسرے وقت میں اس کی تلافی کرلو۔ مندرجہ بالا حدیث میں آپ نے دیکھ لیا کہ تہجد کی نماز چھوٹ گئی تو فرمایا کہ فجر اور ظہر کی نماز کے درمیان پڑھ لو۔ وہ ایسا ہی لکھا جائے گا جیسے تم نے رات کے وقت پڑھی۔

حضور کا تہجد کو قضا کرنا

اگلی حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے جس میں خود جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل منقول ہے کہ:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ مِنَ اللَّيْلِ مِنْ وَجَعٍ أَوْ غَيْرِهِ صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً.

(ریاض الصالحین۔ باب فی المحافظة علی الاعمال حدیث نمبر ۱۵۵)

(صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل، حدیث نمبر ۷۴۶)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی دن تہجد کی نماز کسی تکلیف یا کسی اور عذر وجہ سے فوت ہو جاتی تو دن کے وقت میں بارہ رکعتیں آپ زائد پڑھ لیا کرتے تھے ۔۔۔ اس سے بھی حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بات کی تائید ہوتی ہے کہ نفلی عبادتوں کی قضا تو نہیں۔ لیکن آدمی کو اس کی تلافی کر لینی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مجھے اور آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے ۔۔۔ آمین۔

خلاصہ مجلس

خلاصہ آج کی مجلس کا یہ نکلا کہ انسان کو کچھ نفلی عبادتوں کا کوئی معمول ضرور مقرر کرنا چاہئے۔ اور پھر پورے اہتمام کے ساتھ اس نفلی معمول کی پابندی کرنی چاہئے۔ اور اگر کسی عذر سے وہ معمول کسی دن چھوٹ جائے تو معاف ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ آدمی دوسرے وقت میں اس کی تلافی کر لے۔ اور قصد کر کے بالکلیہ اس معمول کو چھوڑ دینا نا جائز ہے ۔۔۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنی رحمت سے مجھے اور آپ سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

میمن اسلامک پبلشرز

E-mail : memonip@hotmail.com